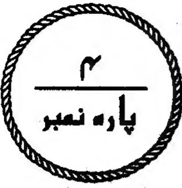
تفسیر ابن کثیر





چند اہم مضامین کی فہرست

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ
قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو' ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔ تم جو کچھ خرچ کرو' اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں ○ تورات کے نزول سے پہلے حضرت یعقوبؑ نے جس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا' اس کے سوا تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور پڑھ سناؤ ○

سب سے زیادہ پیاری چیز اور صدقہ: ☆☆ (آیت:۹۲) حضرت عمرو بن میمونؒ فرماتے ہیں' بر سے مراد جنت ہے یعنی اگر تم اپنی پسند کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتے رہو گے تو تمہیں جنت ملے گی۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ مالدار صحابی تھے۔ مسجد کے سامنے ہی بیرحا نامی آپ کا ایک باغ تھا جس میں کبھی کبھی آنحضرت ﷺ بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور یہاں کا خوش ذائقہ پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ' میرا تو سب سے زیادہ پیارا مال یہی باغ ہے۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اسے راہ للہ صدقہ کیا' اللہ تعالیٰ مجھے بھلائی عطا فرمائے اور اپنے پاس اسے میرے لئے ذخیرہ کرے۔ آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں' اسے تقسیم کر دیں۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے' مسلمانوں کو اس سے بہت فائدہ پہنچے گا' تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو' چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں بانٹ دیا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضورؐ مجھے اپنے تمام مال میں سب سے زیادہ مرغوب مال خیبر کی زمین کا حصہ ہے۔ میں اسے راہ للہ دینا چاہتا ہوں' فرمائیے کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا' اسے وقف کر دو' اصل روک لو اور پھل وغیرہ راہ للہ کر دو۔ مسند بزار میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس آیت کی تلاوت کر کے سوچا تو مجھے کوئی چیز ایک کنیز سے زیادہ پیاری نہ تھی' میں نے اس لونڈی کو راہ للہ آزاد کر دیا' اب تک بھی میرے دل میں اس کی ایسی محبت ہے کہ اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے نام پر دے کر پھر لوٹا لینا جائز ہوتا تو میں کم از کم اس سے نکاح کر لیتا۔

بارگاہ رسالتؐ میں یہودی وفد: ☆☆ (آیت:۹۳) مسند احمد میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں جن کے جواب نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھو لیکن پہلے تم لوگ وعدہ کرو اگر میں صحیح صحیح جواب دے دوں تو تمہیں میری نبوت کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا کہ اگر آپ نے سچے جواب دیئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے' ساتھ ہی انہوں نے بڑی قسمیں بھی کھائیں پھر پوچھا کہ بتائیے حضرت اسرائیلؑ نے کیا چیز اپنے اوپر حرام کی تھی؟ عورت مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ اور نبی امی کی نیند کیسی ہے؟ اور فرشتوں میں سے کون سا فرشتہ اس کے پاس وحی لے کر آتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جب حضرت اسرائیلؑ سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں سب سے زیادہ پیاری چیز کھانے پینے کی چھوڑ دوں گا' جب شفایاب ہو گئے تو اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا' مرد کا پانی سفید

رنگ اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زردی مائل پتلا ہوتا ہے' دونوں میں سے جو اوپر آ جائے اس پر اولاد نر مادہ ہوتی ہے اور شکل و شباہت میں بھی اسی پر جاتی ہے۔ اس نبی امیؐ کی نیند میں اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ میرے پاس وحی لے کر وہی فرشتہ آتا ہے جو تمام انبیاء کے پاس بھی آتا رہا یعنی جبرئیل علیہ السلام' بس اس پر وہ چیخ اٹھے اور کہنے لگے کہ کوئی اور فرشتہ آپ کا ولی ہوتا تو ہمیں آپ کی نبوت تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ رہتا۔ ہر سوال کے جواب کے وقت آپ انہیں قسم دیتے اور ان سے دریافت فرماتے اور وہ اقرار کرتے کہ ہاں جواب صحیح ہے' انہی کے بارے میں آیت مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ الخ' نازل ہوئی۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت اسرائیلؑ کو عرق النساء کی بیماری تھی اور اس میں ان کا ایک پانچواں سوال یہ بھی ہے کہ یہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ عزوجل کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جو بادلوں پر مقرر ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے جس سے بادلوں کو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو لے جاتا ہے اور یہ گرج کی آواز اسی کی آواز ہے۔ جبرئیلؑ کا نام سن کر کہنے لگے' وہ تو عذاب اور جنگ و جدال کا فرشتہ ہے اور ہمارا دشمن ہے' اگر پیداوار اور بارش کے فرشتے حضرت میکائیلؑ آپ کے رفیق ہوتے تو ہم مان لیتے۔ حضرت یعقوبؑ کی روش پر ان کی اولاد بھی رہی اور وہ بھی اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتی رہی۔ اس آیت کو اگلی آیت سے مناسبت ایک تو یہ ہے کہ جس طرح حضرت اسرائیلؑ نے اپنی چہیتی چیز اللہ کی نذر کر دی' اسی طرح تم بھی کیا کرو لیکن یعقوبؑ کی شریعت میں اس کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیز کو نام اللہ پر ترک کر دیتے تھے اور ہماری شریعت میں یہ طریقہ نہیں بلکہ ہمیں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنی چاہت کی چیزیں اللہ کے نام پر خرچ کر دیا کریں' جیسے فرمایا وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ اور فرمایا یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ باوجود محبت اور چاہت کے وہ ہماری راہ میں مال خرچ کرتے اور مسکینوں کو کھانا دیتے ہیں۔ دوسری مناسبت یہ بھی ہے کہ پہلی آیتوں میں نصرانیوں کی تردید تھی تو یہاں یہودیوں کا رد ہو رہا ہے۔ ان کے رد میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا صحیح واقعہ بتا کر ان کے عقیدے کا رد کیا تھا' یہاں نسخ کا صاف بیان کر کے ان کے باطل عقیدے کی تردید میں ارشاد ہو رہا ہے۔ ان کی کتاب میں صاف موجود تھا جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سے خشکی پر اترے تو ان پر تمام جانوروں کا کھانا حلال تھا۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو ان کی اولاد بھی اسے حرام جانتی رہی چنانچہ توراۃ میں بھی اس کی حرمت نازل ہوئی' اسی طرح اور بھی بعض چیزیں حرام کی گئیں۔ یہ نسخ نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد کا آپس میں بہن بھائی کا نکاح ابتداء جائز ہوتا تھا لیکن بعد میں حرام کر دیا' عورتوں پر لونڈیوں سے نکاح کرنا شریعت ابراہیمی میں مباح تھا' خود حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ پر حضرت ہاجرہؑ کو لائے لیکن پھر توراۃ میں اس سے روکا گیا' دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حضرت یعقوبؑ کے زمانہ میں جائز تھا بلکہ خود حضرت یعقوبؑ کے گھر میں بیک وقت دو سگی بہنیں تھیں لیکن پھر توراۃ میں یہ حرام ہو گیا۔ اسی کو نسخ کہتے ہیں' اسے وہ دیکھ رہے ہیں۔ اپنی کتاب میں پڑھ رہے ہیں لیکن پھر نسخ کا انکار کر کے انجیل کو اور حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے اور ان کے بعد ختم المرسلینؐ کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں' تو یہاں فرمایا کہ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے تمام کھانے حلال تھے سوائے اس کے جسے اسرائیل علیہ السلام نے اپنی جان پر حرام کر لیا تھا' تم توراۃ لاؤ اور پڑھو' اس میں موجود ہے۔

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾

اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھیں وہی ظالم ہیں' کہہ دو کہ اللہ سچا ہے۔ تم سب ابراہیم حنیف کی پیروی کرو جو مشرک نہ تھے ○

(آیت: ۹۵) پھر اس کے باوجود تمہاری یہ بہتان بازی اور افترا پردازی کہ اللہ نے ہمارے لئے ہفتہ ہی کے دن کو ہمیشہ کیلئے عید کا مقرر کیا ہے اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ہمیشہ توراۃ ہی کے عامل رہیں اور کسی اور نبی کو نہ مانیں' یہ کس قدر ظلم و ستم ہے' تمہاری یہ باتیں اور تمہاری یہ روش یقیناً تمہیں ظالم و جابر ٹھہراتی ہے۔ اللہ نے سچی خبر دے دی' ابراہیمی دین وہی ہے جسے قرآن بیان کر رہا ہے۔ تم اس کتاب اور اس نبی کی پیروی کرو' ان سے اعلیٰ کوئی نبی ہے نہ اس سے بہتر اور زیادہ واضح کوئی اور شریعت ہے' جیسے اور جگہ ہے قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اے نبی تم کہہ دو کہ مجھے میرے رب نے موحد ابراہیم حنیف کے مضبوط دین کی سیدھی راہ دکھا دی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہم نے تیری طرف وحی کی کہ موحد ابراہیم حنیف کے دین کی تابعداری کر۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾

اللہ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا' وہ ہے جو مکہ شریف میں ہے۔ جو تمام دنیا کے لئے برکت و ہدایت والا ہے' جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے۔ اس میں جو آ جائے' امن والا ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں ○ اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے ○

ذکر بیت اللہ اور احکامات حج: ☆☆ (آیت: ۹۶-۹۷) یعنی لوگوں کی عبادت' قربانی' طواف' نماز' اعتکاف وغیرہ کیلئے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کے بانی حضرت ابراہیم خلیل ہیں' جن کی تابعداری کا دعویٰ یہود و نصاریٰ' مشرکین اور مسلمان سب کو ہے۔ وہ اللہ کا گھر جو سب سے پہلے مکہ میں بنایا گیا ہے اور بلاشبہ خلیل اللہ ہی حج کے پہلے منادی کرنے والے ہیں تو پھر ان پر تعجب اور افسوس ہے جو ملت حنفی کا دعویٰ کریں اور اس گھر کا احترام نہ کریں' حج کو یہاں نہ آئیں بلکہ اپنے قبلہ اور کعبہ الگ الگ بناتے پھریں۔ اس بیت اللہ کی بنیادوں میں ہی برکت و ہدایت ہے اور تمام جہان والوں کیلئے ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام' پوچھا پھر کون سی؟ فرمایا مسجد بیت المقدس' پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنا وقت ہے؟ فرمایا چالیس سال' پوچھا پھر کون سی؟ آپ نے فرمایا جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے' نماز پڑھ لیا کرو' ساری زمین مسجد ہے (مسند احمد و بخاری و مسلم)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں' گھر تو پہلے بہت سے تھے لیکن خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر سب سے پہلا یہی ہے' کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ زمین پر پہلا گھر یہی بنا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا نہیں۔ ہاں برکتوں اور مقام ابراہیم اور امن والا گھر یہی پہلا ہے' بیت اللہ شریف

کے بنانے کی پوری کیفیت سورۂ بقرہ کی آیت وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ الخ' کی تفسیر میں پہلے گزر چکی ہے- وہیں ملاحظہ فرمالیجئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' سدیؒ کہتے ہیں' سب سے پہلے روئے زمین پر یہی گھر بنا لیکن صحیح قول حضرت علیؓ کا ہی ہے اور وہ حدیث جو بیہقی میں ہے' جس میں ہے کہ آدم وحوا نے بحکم اللہ بیت اللہ بنایا اور طواف کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو سب سے پہلا انسان ہے اور یہ سب سے پہلا گھر ہے' یہ حدیث ابن لہیعہ کی روایت سے ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں- ممکن ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا قول ہو اور یرموک والے دن انہیں جو دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے' انہی میں یہ بھی لکھا ہوا ہو- ''مکہ'' مکہ شریف کا مشہور نام ہے- چونکہ بڑے بڑے جابر شخصوں کی گردنیں یہاں ٹوٹ جاتی تھیں' ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا تھا' اس لئے اسے مکہ کہا گیا اور اس لئے بھی کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ یہاں ہوتی ہے اور ہر وقت کھچا کھچ بھرا رہتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہاں لوگ خلط ملط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہوتی ہیں اور مردان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اور کہیں نہیں ہوتا-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''فج'' سے ''تنعیم'' تک مکہ ہے- بیت اللہ سے بطحا تک بکہ ہے- بیت اللہ اور مسجد کو بکہ کہا گیا ہے' بیت اللہ اور اس کے آس پاس کی جگہ کو بکہ اور باقی شہر کو مکہ بھی کہا گیا ہے' اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً بیت العتیق' بیت الحرام' بلد الامین' بلد المامون' ام رحم' ام القری' صلاح' عرش' قادس' مقدس' ناسبہ' ناسسہ' حاطمہ' راس' کوثا البلدہ البینۃ الکعبہ- اس میں ظاہر نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت وشرافت کی دلیل ہیں اور جن سے ظاہر ہے کہ خلیل اللہ کی بناء یہی ہے- اس میں مقام ابراہیم بھی ہے' جس پر کھڑے ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پتھر لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی دیواریں اونچی کر رہے تھے' یہ پہلے تو بیت اللہ شریف کی دیوار سے لگا ہوا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسے ذرا ہٹا کر مشرق رخ کر دیا تھا کہ پوری طرح طواف ہو سکے اور جو لوگ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کیلئے پریشانی اور بھیڑ بھاڑ نہ ہو' اسی کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور اس کے متعلق بھی پوری تفسیر وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ کی تفسیر میں پہلے گزر چکی ہے فالحمد للہ-

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آیات بینات میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے' باقی اور بھی ہیں' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ کے قدموں کے نشان جو مقام ابراہیم پر تھے' یہ بھی آیات بینات میں سے ہیں' کل حرم کو اور حطیم کو اور سارے ارکان حج کو بھی مقام ابراہیم کی تفسیر میں مفسرین نے داخل کیا ہے- اس میں آنے والا امن میں آ جاتا ہے' جاہلیت کے زمانے میں بھی مکہ امن والا رہا' باپ کے قاتل کو بھی یہاں پاتے تو نہ چھیڑتے' ابن عباسؓ فرماتے ہیں' بیت اللہ پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے لیکن جگہ اور کھانا پینا نہیں دیتا- اور جگہ ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا الخ' کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنایا- اور جگہ ہے وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ الخ' ہم نے انہیں خوف سے امن دیا نہ صرف انسان کیلئے امن ہے بلکہ شکار کرنا بلکہ شکار کو بھگانا' اسے خوفزدہ کرنا' اسے اس کے ٹھکانے یا گھونسلے سے ہٹانا اور اڑانا بھی منع ہے- اس کے درخت کاٹنا یہاں کی گھاس اکھیڑنا بھی ناجائز ہے- اس مضمون کی بہت سی حدیثیں پورے بسط کے ساتھ آیت وَعَهِدْنَآ الخ' کی تفسیر میں سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں-

مسند احمد' ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے جسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ کے بازار حزورہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مکہ تو اللہ تعالیٰ کو ساری زمین سے بہتر اور پیارا ہے- اگر میں زبردستی تجھ سے نہ نکالا جاتا تو ہرگز تجھے نہ چھوڑتا' اور اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جو اس گھر میں داخل ہوا' وہ جہنم سے بچ گیا' بیہقی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے' جو بیت اللہ میں داخل ہوا' وہ نیکی میں آیا اور برائیوں سے دور ہوا' اور گناہ بخش دیا گیا لیکن اس کے ایک راوی عبداللہ بن مؤمل قوی نہیں ہیں-

آیت کا یہ آخر حصہ حج کی فرضیت کی دلیل ہے۔ بعض کہتے ہیں وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ الخ' والی آیت دلیل فرضیت ہے لیکن پہلی بات زیادہ واضح ہے۔ کئی ایک احادیث میں وارد ہے کہ حج ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے' اس کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ استطاعت والے مسلمان پر حج فرض ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا' لوگو تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے' تم حج کرو' ایک شخص نے پوچھا حضور کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو فرض ہو جاتا' پھر بجا نہ لا سکتے' میں جب خاموش رہوں تو تم کرید کر پوچھا نہ کرو' تم سے اگلے لوگ اپنے انبیاء سے سوالوں کی بھرمار اور نبیوں پر اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' میرے حکموں کو طاقت بھر بجالاؤ اور جس چیز میں منع کروں' اس سے رک جاؤ (مسند احمد) صحیح مسلم شریف کی اس حدیث شریف میں اتنی زیادتی ہے کہ یہ پوچھنے والے اقرع بن حابسؓ تھے اور حضورؐ نے جواب میں یہ بھی فرمایا کہ عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور پھر نفل۔

ایک روایت میں ہے کہ اسی سوال کے بارے میں آیت لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ الخ' یعنی زیادتی سوال سے بچو' نازل ہوئی (مسند احمد) ایک اور روایت میں ہے اگر میں ہاں کہتا تو ہر سال حج واجب ہوتا تم بجا نہ لا سکتے تو عذاب نازل ہوتا (ابن ماجہ) ہاں حج میں تمتع کرنے کا جواز حضورؐ نے ایک سائل کے سوال پر ہمیشہ کیلئے جائز فرمایا تھا' ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں امہات المومنین یعنی اپنی بیویوں سے فرمایا تھا' حج ہو چکا۔ اب گھر سے نہ نکلنا' رہی استطاعت اور طاقت سو وہ کبھی تو خود انسان کو بغیر کسی ذریعہ کے ہوتی ہے' کبھی کسی اور کے واسطے سے' جیسے کہ کتب احکام میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کون سا حج افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا' جس میں قربانیاں کثرت سے کی جائیں اور لبیک زیادہ پکارا جائے۔

ایک اور شخص نے سوال کیا' حضور سبیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا توشہ بھتہ کھانے پینے کے لائق سامان خرچ اور سواری' اس حدیث کا ایک راوی گو ضعیف ہے مگر حدیث کی متابعت اور سند بہت سے صحابیوں سے مختلف سندوں سے مروی ہے کہ حضورؐ نے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کی تفسیر میں زاد و راحلہ یعنی توشہ اور سواری بتائی ہے۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' فرض حج جلدی ادا کر لیا کرو نہ معلوم کل کیا پیش آئے' ابوداؤد وغیرہ میں ہے حج کا ارادہ کرنے والے کو جلد اپنا ارادہ پورا کر لینا چاہئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جس کے پاس تین سو درہم ہوں' وہ طاقت والا ہے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں مراد صحت جسمانی ہے۔ پھر فرمایا جو کفر کرے یعنی فرضیت حج کا انکار کرے' حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ دین اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور دین پسند کرے' اس سے قبول نہ کیا جائے گا تو یہودی کہنے لگے ہم بھی مسلمان ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پھر مسلمانوں پر تو حج فرض ہے۔ تم بھی حج کرو تو وہ صاف انکار کر بیٹھے جس پر یہ آیت اتری کہ اس کا انکاری کافر ہے اور اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص کھانے پینے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو اور اتنا مال بھی اس کے پاس ہو' پھر حج نہ کرے تو اس کی موت یہودیت یا نصرانیت پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اللہ کیلئے لوگوں پر حج بیت اللہ ہے' جو اس کے راستہ کی طاقت رکھیں اور جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے' اس کے راوی پر بھی کلام ہے' حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں' طاقت رکھ کر حج نہ کرنے والا یہودی ہو کر مرے گا یا نصرانی ہو کر' اس کی سند بالکل صحیح ہے (حافظ ابوبکر اسماعیلی) مسند سعید بن منصور میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں۔ وہ دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے

کے حج نہ کرتے ہوں' ان پر جزیہ لگا دیں' وہ مسلمان نہیں ہیں' وہ مسلمان نہیں ہیں۔

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ
عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

کہہ دے کہ اے اہل کتاب تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیوں کرتے ہو؟ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے ○ ان اہل کتاب سے کہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو کیوں روکتے ہو اور اس میں عیب ٹٹولتے ہو حالانکہ تم خود شاہد ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ اے ایماندارو اگر تم ان اہل کتاب کی اس جماعت کی باتیں مانو گے تو تمہیں تمہاری ایمان داری کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے ○

کافروں کا انجام: ☆☆ (آیت:۹۸-۹۹) اہل کتاب کے کافروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے جو حق سے دشمنی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے' دوسرے لوگوں کو بھی پورے زور سے اسلام سے روکتے تھے باوجودیکہ رسولؐ کی حقانیت کا انہیں یقینی علم تھا۔ اگلے انبیاء اور رسولوں کی پیش گوئیاں اور ان کی بشارتیں ان کے پاس موجود تھیں' نبی امی ہاشمی عربی مکی مدنی' سید الولد آدمؑ خاتم الانبیاء' رسول رب ارض وسما صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کتابوں میں موجود تھا۔ پھر بھی اپنی بے ایمانی پر بضد تھے اس لئے ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خوب دیکھ رہا ہوں' تم کس طرح میرے نبیوں کی تکذیب کرتے ہو اور کس طرح خاتم الانبیاء کو ستاتے ہو اور کس طرح میرے مخلص بندوں کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہو' میں تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہوں تمام برائیوں کا بدلہ دوں گا۔ اس دن پکڑوں گا جس دن تمہیں کوئی سفارشی اور مددگار نہ ملے۔

کامیابی کا انحصار کس پر ہے: ☆☆ (آیت:۱۰۰) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اہل کتاب کے اس بدباطن فرقہ کی اتباع کرنے سے روک رہا ہے کیونکہ یہ حاسد ایمان کے دشمن ہیں اور عرب کی رسالت انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی' جیسے اور جگہ ہے و د کثیر الخ' یہ لوگ جل بھن رہے ہیں اور تمہیں ایمان سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ تم ان کے کھوکھلے دباؤ میں نہ آ جانا' گو کفر تم سے بہت دور ہے لیکن پھر بھی میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں' اللہ تعالیٰ کی آیتیں دن رات تم میں پڑھی جارہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سچا رسول تم میں موجود ہے۔

جیسے اور جگہ ہے مَالَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ تم ایمان کیسے نہ لاؤ' رسول تمہیں تمہارے رب کی طرف بلا رہے ہیں اور تم سے عہد بھی لیا جا چکا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضورؐ نے ایک روز اپنے صحابہؓ سے پوچھا' تمہارے نزدیک سب سے بڑا ایمان والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرشتے' آپ نے فرمایا' بھلا وہ ایمان کیوں نہ لاتے؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ کی وحی سے براہ راست تعلق ہے' صحابہؓ نے کہا پھر ہم' فرمایا تم ایمان کیوں نہ لاتے تم میں تو میں خود موجود ہوں۔ صحابہؓ نے کہا پھر حضورؐ خود ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ تمام لوگوں سے زیادہ عجیب ایمان والے وہ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ وہ کتابوں میں لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے (امام ابن کثیر نے اس حدیث

کی سندوں کا اور اس کے معنی کا پورا بیان شرح صحیح بخاری میں کر دیا ہے - فالحمد للہ) پھر فرمایا کہ باوجود اس کے تمہارا مضبوطی سے اللہ کے دین کو تھام رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر پورا توکل رکھنا ہی موجب ہدایت ہے' اسی سے گمراہی دور ہوتی ہے' یہی شیوہ رضا کا باعث ہے' اسی سے صحیح راستہ حاصل ہوتا ہے اور کامیابی اور مراد ملتی ہے-

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ع۱۰

(گویہ ظاہر ہے کہ) تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ باوجودیکہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ موجود ہیں- جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بہی راہ راست دکھایا جائے گا ○ ایمان والو اللہ تعالیٰ سے اتنے ہی ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہئے- دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا ○

اللہ تعالیٰ کی رسی قرآن حکیم ہے: ☆☆ (آیت: ۱۰۱-۱۰۲) اللہ تعالیٰ سے پورا پورا ڈرنا یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے' نافرمانی نہ کی جائے' اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی یاد نہ بھلائی جائے' اس کا شکر کیا جائے' کفر نہ کیا جائے- بعض روایتوں میں یہ تفسیر مرفوع بھی مروی ہے لیکن ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے' واللہ اعلم- حضرت انسؓ کا فرمان ہے کہ انسان اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حق نہیں بجالا سکتا جب تک اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے-

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کی آیت سے منسوخ ہے- اس دوسری آیت میں فرمادیا ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس سے ڈرتے رہا کرو- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو' اس کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو' عدل پر جم جاؤ' یہاں تک کہ خود اپنے نفس پر عدل کے احکام جاری کرو- اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی عدل وانصاف برتا کرو- پھر فرمایا کہ اسلام پر ہی مرنا یعنی تمام زندگی اس پر قائم رہنا تا کہ موت بھی اسی پر آئے' اس رب کریم کا اصول یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی جیسی رکھے ویسی ہی اسے موت آتی ہے اور جس موت مرے' اسی پر قیامت کے دن اٹھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی ناپسند موت سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے آمین-

مسند احمد میں ہے کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اور حضرت ابن عباسؓ بھی وہاں تھے' ان کے ہاتھ میں لکڑی تھی' بیان فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والوں کی ہر کھانے والی چیز خراب ہو جائے' کوئی چیز کھا پی نہ سکیں- پھر خیال کرو کہ ان جہنمیوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا پینا ہی یہ زقوم ہوگا - اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو شخص جہنم سے الگ ہونا اور جنت میں جانا چاہتا ہو' اسے چاہئے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو (مسند احمد)-

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے نبی ﷺ کی زبانی آپ کے انتقال کے تین روز پہلے سنا کہ دیکھو موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا (مسلم) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے میں' اس

کے گمان کے پاس ہی ہوں۔ اگر اس کا میرے ساتھ حسن ظن ہے تو میں اس کے ساتھ اچھائی کروں گا اور اگر وہ میرے ساتھ بدگمانی کرے گا تو میں اس سے اسی طرح پیش آؤں گا۔ (مسند احمد) اس حدیث کا اگلا حصہ بخاری و مسلم میں بھی ہے' مسند بزار میں ہے کہ ایک بیمار انصاریؓ کی بیمار پرسی کیلئے آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور سلام کر کے فرمانے لگے کہ کیسے مزاج ہیں؟ اس نے کہا الحمدللہ اچھا ہوں' رب کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اس کے عذابوں سے ڈر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا سنو! ایسے وقت جس دل میں خوف و طمع دونوں ہوں' اللہ اس کی امید کی چیز اسے دیتا ہے اور ڈر خوف کی چیز سے بچاتا ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور کہا کہ میں کھڑے کھڑے ہی گروں' اس کا مطلب امام نسائی نے تو سنن نسائی میں باب باندھ کر یہ بیان کیا ہے کہ سجدے میں اس طرح جانا چاہئے اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ میں مسلمان ہوئے بغیر نہ مروں اور یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں پیٹھ دکھاتا ہوا نہ مارا جاؤں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝١٠٣

اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کی اس وقت کی نعمت کو یاد رکھو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال کر اپنی مہربانی سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ اس نے تمہیں بچا لیا' اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ پاؤ۝

تفرقہ میں نہ پڑو: ☆☆ (آیت:۱۰۳) پھر فرمایا' باہم اتفاق رکھو۔ اختلاف سے بچو۔ حبل اللہ سے مراد عہد الٰہ ہے جیسے اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ الخ' میں ''حبل'' سے مراد قرآن ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ قرآن اللہ کریم کی مضبوط رسی ہے اور اس کی سیدھی راہ ہے۔ اور روایت میں ہے کہ کتاب اللہ' اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی ہوئی رسی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ قرآن اللہ سبحانہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ ظاہر نور ہے۔ یہ سراسر شفا دینے والا اور نفع بخش ہے' اس پر عمل کرنے والے کے لیئے یہ بچاؤ ہے۔ اس کی تابعداری کرنے والے کے لیئے یہ نجات ہے۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں' ان راستوں میں تو شیاطین چل پھر رہے ہیں' تم اللہ کے راستے پر آ جاؤ' تم اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو وہ رسی قرآن کریم ہے' اختلاف نہ کرو' پھوٹ نہ ڈالو' جدائی نہ کرو' علیحدگی سے بچو' صحیح مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تین باتوں سے اللہ رحیم خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ دوسرے اللہ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو' تفرقہ نہ ڈالو' تیسرے مسلمان بادشاہوں کی خیر خواہی کرو' فضول بکواس' زیادتی سوال اور بربادی مال یہ تینوں چیزیں رب کی ناراضگی کا سبب ہیں' بہت سی روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں ہے کہ اتفاق کے وقت وہ خطا سے بچ جائیں گے

اور بہت سی احادیث میں نااتفاقی سے ڈرایا بھی ہے- ان ہدایات کے باوجود امت میں اختلافات ہوئے اور تہتر فرقے ہوگئے جن میں سے ایک نجات پاکر جنتی ہوگا اور جہنم کے عذابوں سے بچ رہے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس پر قائم ہوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے-

پھر اپنی نعمت یاد دلائی' جاہلیت کے زمانے میں اوس وخزرج کے درمیان بڑی لڑائیاں اور سخت عداوت تھی' آپس میں برابر جنگ جاری رہتی تھی' جب دونوں قبیلے اسلام لائے تو اللہ کریم کے فضل سے بالکل ایک ہوگئے- سب حسد بغض جاتا رہا اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار اور اللہ تعالیٰ کے دین میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہوگئے- جیسے اور جگہ ہے هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ الخ' وہ اللہ جس نے تیری تائید کی' اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی- اپنا دوسرا احسان ذکر کرتا ہے کہ تم آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے اور تمہارا کفر تمہیں اس میں دھکیل دیتا لیکن ہم نے تمہیں اسلام کی توفیق عطا فرما کر اس سے بھی الگ کرلیا- حنین کی فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کرتے ہوئے مصلحت دینی کے مطابق حضور علیہ السلام نے بعض لوگوں کو زیادہ مال دیا تو کسی شخص نے کچھ ایسے ہی نامناسب الفاظ زبان سے نکال دیئے جس پر حضورؐ نے جماعت انصار کو جمع کرکے ایک خطبہ پڑھا- اس میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اے جماعت انصارؓ کیا تم گمراہ نہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی' کیا تم متفرق نہ تھے؟ پھر رب دو عالم نے میری وجہ سے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی' کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے غنی کردیا؟ ہر ہر سوال کے جواب میں یہ پاکباز جماعت یہ اللہ والا گروہ کہتا جاتا تھا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے احسان اور بھی بہت سے ہیں اور بہت بڑے بڑے ہیں-

حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اوس وخزرج جیسے صدیوں کے آپس کے دشمنوں کو یوں بھائی بھائی بنا ہوا دیکھا تو یہودیوں کی آنکھوں میں کانٹا کھٹکنے لگا- انہوں نے آدمی مقرر کئے کہ وہ ان کی محفلوں اور مجلس میں جایا کریں اور اگلی لڑائیاں اور پرانی عداوتیں انہیں یاد دلائیں- ان کے مقتولوں کی یاد تازہ کرائیں اور اس طرح انہیں بھڑکائیں- چنانچہ ان کا یہ داؤ ایک مرتبہ چل بھی گیا اور دونوں قبیلوں میں پرانی آگ بھڑک اٹھی یہاں تک کہ تلواریں کھنچ گئیں' ٹھیک دو جماعتیں ہوگئیں اور وہی جاہلیت کے نعرے لگنے لگے' ہتھیار سجنے لگے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے اور یہ ٹھہر گیا کہ حرہ کے میدان میں جاکر ان سے دل کھول کر لڑیں اور مردانگی کے جوہر دکھائیں' پیاسی زمین کو اپنے خون سے سیراب کریں لیکن حضور علیہ السلام کو پتہ چل گیا- آپ فوراً موقعہ پر تشریف لائے اور دونوں گروہ کو ٹھنڈا کیا اور فرمانے لگے' پھر جاہلیت کے نعرے تم لگانے لگے' میری موجودگی میں ہی تم نے پھر جنگ وجدال شروع کردیا؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی' سب نادم ہوئے اور اپنی دو گھڑی پہلے کی حرکت پر افسوس کرنے لگے اور آپس میں نئے سرے سے معانقہ مصافحہ کیا اور پھر بھائیوں کی طرح گلے مل گئے' ہتھیار ڈال دیئے اور صلح صفائی ہوگئی- حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی تھی اور آپ کی برات نازل ہوئی تھی تب ایک دوسرے کے مقابلہ میں تن گئے تھے' فاللہ اعلم-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۱۰۴ وَ لَا تَكُوْنُوْا

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۱۰۵

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور نیک کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے۔ یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا' انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے O

یوم آخرت منافق اور مومن کی پہچان: ☆☆ (آیت:۱۰۴-۱۰۵) حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں' اس جماعت سے مراد خاص صحابہ اور خاص راویان حدیث ہیں یعنی مجاہد اور علماء امام ابوجعفر باقر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا' صبر سے مراد قرآن وحدیث کی اتباع ہے' یاد رہے کہ ہر ہر متنفس پر تبلیغ حق فرض ہے لیکن تاہم ایک جماعت تو خاص اسی کام میں مشغول رہنی چاہئے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے' اسے ہاتھ سے دفع کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے' اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے نفرت کرے' یہ ضعیف ایمان ہے۔ ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں' (صحیح مسلم) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم اچھائی کا حکم اور برائیوں سے مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرما دے گا' پھر تم دعائیں کرو گے لیکن قبول نہ ہوں گی۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو کسی اور مقام پر ذکر کی جائیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرماتا ہے کہ تم سابقہ لوگوں کی طرح افتراق واختلاف نہ کرنا' تم نیک باتوں کا حکم اور خلاف شرع باتوں سے روکنا نہ چھوڑنا' مسند احمد میں ہے' حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کیلئے جب مکہ شریف میں آئے تو ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے' اہل کتاب اپنے دین میں اختلاف کر کے بہتر گروہ بن گئے اور اس میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ خواہشات نفسانی اور خوش فہمی میں ہوں گے بلکہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی رگ رگ میں نفسانی خواہشیں اس طرح گھس جائیں گی جس طرح کتے کے کاٹے ہوئے انسان کی ایک ایک رگ اور ایک ایک جوڑ میں اس کا اثر پہنچ جاتا ہے۔ اے عرب کے لوگو! اگر تم ہی اپنے نبی کی لائی ہوئی چیز پر قائم نہ رہو گے تو اور لوگ تو بہت دور ہو جائیں گے۔ اس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ
وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ ۱۰۶ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ
فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ۱۰۷ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ۱۰۸
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ چہرے والوں (سے کہا جائے گا) کہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیوں کیا۔ اب اپنے کفر کا عذاب چکھو ○ اور سفید چہرے والے اللہ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ اے نبی ہم ان حقانی آیتوں کی تلاوت تجھ پر کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں پر ظلم کرنے کا نہیں ○ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں ○

خوارج کا انجام: ☆☆ (آیت:۱۰۶-۱۰۹) پھر فرمایا' اس دن سفید چہرے اور سیاہ منہ بھی ہوں گے' ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ اہل سنت والجماعت کے منہ سفید اور نورانی ہوں گے مگر اہل بدعت و منافقت کے کالے منہ ہوں گے' حسن بصریؒ فرماتے ہیں' یہ کالے منہ والے منافق ہوں گے جن سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیوں کیا' اب اس کا مزہ چکھو۔ اور سفید منہ والے اللہ رحیم و کریم کی رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خارجیوں کے سر دمشق کی مسجد کے زینوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو فرمانے لگے یہ جہنم کے کتے ہیں' ان سے بدتر مقتول روئے زمین پر کوئی نہیں' انہیں قتل کرنے والے بہترین مجاہد ہیں۔ پھر آیت یَّوْمَ تَبْيَضُّ تلاوت فرمائی' ابو غالب نے کہا' کیا جناب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے؟ فرمایا ایک دو دفعہ نہیں بلکہ سات مرتبہ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اپنی زبان سے یہ الفاظ نکالتا ہی نہیں' ابن مردویہ نے یہاں حضرت ابوذرؓ کی روایت سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جو بہت ہی عجیب ہے لیکن سنداً غریب ہے۔ دنیا اور آخرت کی یہ باتیں ہم تم پر اے نبی کھول رہے ہیں' اللہ عادل و حاکم ہے' وہ ظالم نہیں اور ہر چیز کو آپ خوب جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت بھی رکھتا ہے' پھر ناممکن ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے (جن کے کالے منہ ہوئے وہ اسی لائق تھے) زمین اور آسمان کی کل چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں اور اسی کی غلامی میں ہیں اور ہر کام کا آخری حکم اسی کی طرف ہے' متصرف اور بااختیار حاکم' دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو' اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا' ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں ○ یہ لوگ تمہیں ستانے کے سوا اور زیادہ کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے' اگر لڑائی کا موقعہ آ جائے تو پیٹھ موڑ لیں گے پھر مدد نہ کئے جائیں گے ○

سب سے بہتر شخص کون؟ اور سب سے بہتر امت کا اعزاز کس کو ملا؟ ☆☆ (آیت:۱۱۰-۱۱۱) اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر بہتر ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو' تم لوگوں کی گردنیں پکڑ پکڑ کر اسلام کی طرف جھکاتے ہو' اور مفسرین بھی یہی فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے ہو' ابولہب کی بیٹی حضرت درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ کسی نے

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' آپؐ اس وقت منبر پر تھے کہ حضورؐ کونسا شخص بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا' سب لوگوں سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو' سب سے زیادہ پرہیزگار ہو' سب سے زیادہ اچھائیوں کا حکم کرنے والا' سب سے زیادہ برائیوں سے روکنے والا' سب سے زیادہ رشتے ناتے ملانے والا ہو (مسند احمد)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت ساری امت پر مشتمل ہے' بیشک یہ حدیث میں بھی ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ۔ پھر اس کے بعد والا' ایک اور روایت میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تم نے اگلی امتوں کی تعداد ستر تک پہنچادی ہے' اللہ کے نزدیک تم ان سب سے بہتر اور زیادہ بزرگ ہو' یہ مشہور حدیث ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے' اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبیؐ کی افضلیت ہے' آپ تمام مخلوق کے سردار' تمام رسولوں سے زیادہ اکرام وعزت والے ہیں' آپ کی شرع اتنی کامل اور اتنی پوری ہے کہ ایسی شریعت کسی نبی کو نہیں ملی تو ظاہر بات ہے کہ ان فضائل کو سمیٹنے والی امت بھی سب سے اعلیٰ و افضل ہے' اس شریعت کا تھوڑا سا عمل بھی اور امتوں کے زیادہ عمل سے بہتر و افضل ہے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾

ہر جگہ ہی ذلیل ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہو گئے اور ان پر فقیری ڈال دی گئی' یہ اس لئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے تھے اور بے وجہ انبیاء کو قتل کرتے تھے' یہ بدلہ ہے ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا O

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں وہ وہ نعمتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں' آپؐ نے فرمایا' میری مدد رعب سے کی گئی ہے' میں زمین کی کنجیاں دیا گیا ہوں' میرا نام احمد رکھا گیا ہے' میرے لئے مٹی پاک کی گئی ہے' میری امت سب امتوں سے بہتر بنائی گئی ہے (مسند احمد) اس حدیث کی اسناد حسن ہے' حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں جو راحت پر حمد و شکر کریں گے اور مصیبت پر طلب ثواب اور صبر کریں گے حالانکہ انہیں حلم و علم نہ ہوگا' آپ نے تعجب سے پوچھا کہ بغیر بردباری اور دور اندیشی اور پختہ علم کے یہ کیسے ممکن ہے؟ رب العالمین نے فرمایا' میں انہیں اپنا حلم و علم عطاء فرماؤں گا۔ میں چاہتا ہوں یہاں پر بعض وہ حدیثیں بھی بیان کردوں جن کا ذکر یہاں مناسب ہے۔ سنئے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے جن کے چہرے

چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے' سب یک رنگ ہوں گے' میں نے اپنے رب سے گذارش کی کہ اے اللہ اس تعداد میں اور اضافہ فرما' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں والے بلکہ بادیہ نشین بھی آ جائیں گے (مسند احمد) حضورؐ فرماتے ہیں مجھے میرے رب نے ستر ہزار آدمیوں کو میری امت میں سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دی' حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا' حضورؐ کچھ اور زیادتی طلب کرتے' آپؐ نے فرمایا' میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے خوشخبری ملی کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے' فاروقؓ نے کہا' حضورؐ برکت کی دعا کرتے' آپؐ نے فرمایا میں نے پھر کی تو ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار کا وعدہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے پھر گذارش کی کہ اللہ کے نبی اور کچھ بھی مانگتے۔ آپؐ نے فرمایا مانگا تو مجھے اتنی زیادتی اور ملی اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر بتایا کہ اس طرح' راوی حدیث کہتے ہیں اس طرح جب اللہ تعالیٰ سمیٹے تو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ کس قدر مخلوق اس میں آئے گی (فسبحان اللہ و بحمدہ) (مسند احمد)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص میں بیمار ہو گئے عبداللہ بن قرط وہاں کے امیر تھے' وہ عیادت کو نہ آ سکے' ایک کلاعی شخص جب آپ کی بیمار پرسی کیلئے گیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ لکھنا جانتے ہو' اس نے کہا ہاں' فرمایا' لکھو یہ خط ثوبان کی طرف سے امیر عبداللہ بن قرط کی طرف جو رسول اللہ ﷺ کے خادم ہیں' بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اگر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ کا کوئی خادم یہاں ہوتا اور بیمار پڑتا تو تم عیادت کیلئے جاتے' پھر کہا یہ خط لے جاؤ اور امیر کو پہنچا دو جب یہ خط امیر حمص کے پاس پہنچا تو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے یہاں تشریف لائے کچھ دیر بیٹھ کر عیادت کر کے جب جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ثوبانؓ نے ان کی چادر پکڑ کر روکا اور فرمایا یک حدیث سنتے جائیں۔ میں نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب وعذاب کے جنت میں جائیں گے' ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے (مسند احمد) یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ایک رات ہم خدمت نبویؐ میں دیر تک باتیں کرتے رہے' پھر صبح جب حاضر خدمت ہوئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا' سنو آج رات انبیاء اپنی اپنی امت سمیت مجھے دکھائے گئے' بعض انبیاء کے ساتھ صرف تین شخص تھے' بعض کے ساتھ مختصر سا گروہ' بعض کے ساتھ ایک جماعت' کسی کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا' جب موسیٰ علیہ السلام آئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے' مجھے یہ جماعت پسند آئی' میں نے پوچھا' یہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں' میں نے کہا پھر میری امت کہاں ہے' جواب ملا اپنی داہنی طرف دیکھو' اب جو دیکھتا ہوں تو بے شمار مجمع ہے' جس سے پہاڑیاں بھی ڈھک گئی ہیں' اب مجھ سے پوچھا گیا' کہو خوش ہو' میں نے کہا' میرے رب میں راضی ہو گیا' فرمایا گیا سنو! ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' اب نبی ﷺ نے فرمایا' تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے ہی ہونا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ان میں سے ہو جو پہاڑیوں کو چھپائے ہوئے تھے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان میں سے ہونا جو آسمان کے کناروں کناروں پر تھے۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے کھڑے ہو کر کہا حضورؐ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں سے کرے' آپ نے دعا کی تو ایک دوسرے صحابیؓ نے بھی اٹھ کر یہی گذارش کی تو آپؐ نے فرمایا تم پر حضرت عکاشہؓ سبقت کر گئے۔

ہم اب آپس میں کہنے لگے کہ شاید یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو اسلام پر ہی پیدا ہوئے ہوں اور پوری عمر میں کبھی اللہ کے ساتھ شرک کیا ہی نہ ہو۔ آپؐ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا' یہ وہ لوگ ہیں جو دم جھاڑ نہیں کراتے' آگ کے داغ نہیں لگواتے' شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں (مسند احمد) ایک اور سند سے اتنی زیادتی اس میں اور بھی ہے کہ جب میں نے اپنی رضامندی ظاہر کی تو

مجھ سے کہا گیا' اب اپنی بائیں جانب دیکھو' میں نے دیکھا تو بے شمار مجمع ہے جس نے آسمان کے کناروں کو بھی ڈھک لیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ موسم حج کا یہ واقعہ ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں' مجھے اپنی امت کی یہ کثرت بہت پسند آئی' تمام پہاڑیاں اور میدان ان سے پر تھے (مسند احمد) ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عکاشہؓ کے بعد کھڑے ہونے والے ایک انصاری تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ (طبرانی) ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا ساٹھ لاکھ آدمی جنت میں جائیں گے جو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے۔ سب ایک ساتھ جنت میں جائیں گے' چمکتے ہوئے چودھویں رات کے چاند جیسے ان کے چہرے ہوں گے (بخاری و مسلم' طبرانی)۔

حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ کے پاس تھا تو آپ نے دریافت کیا' رات کو جو ستارہ ٹوٹا تھا' تم میں سے کسی نے دیکھا تھا' میں نے کہا ہاں حضرت میں نے دیکھا تھا' یہ نہ سمجھئے گا کہ میں نماز میں تھا بلکہ مجھے بچھو نے کاٹ کھایا تھا۔ حضرت سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا' میں نے کہا دم کر دیا تھا' کہا کیوں میں نے کہا' حضرت شعبی نے بریدہ بن حصیب کی روایت سے حدیث بیان کی ہے کہ نظر بد اور زہریلے جانوروں کا دم جھاڑ اکرانا ہے' کہنے لگے خیر جسے جو پہنچے اس پر عمل کرے' ہمیں تو حضرت ابن عباسؓ نے سنایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی' کسی کے ساتھ ایک شخص اور دو شخص اور کسی نبی کے ساتھ کوئی نہ تھا' اب جو دیکھا کہ ایک بڑی جماعت نظر پڑی میں سمجھا یہ تو میری امت ہوگی پھر معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ مجھ سے کہا گیا' آسمان کے کناروں کی طرف دیکھو' میں نے دیکھا تو وہاں بے شمار لوگ تھے' مجھ سے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب اور بے عذاب جنت میں جائیں گے۔ یہ حدیث بیان فرما کر حضورؐ تو مکان پر چلے گئے اور صحابہؓ آپس میں کہنے لگے' شاید یہ حضورؐ کے صحابی ہوں گے' کسی نے کہا نہیں' اسلام میں پیدا ہونے والے اور اسلام پر ہی مرنے والے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ آپؐ تشریف لائے اور پوچھا' کیا باتیں کر رہے ہو' ہم نے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا' نہیں' یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم جھاڑا کریں نہ کرائیں' نہ داغ لگوائیں نہ شگون لیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھیں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی درخواست کی' آپ نے دعا کی کہ یا اللہ تو اسے ان میں سے ہی بنا' پھر دوسرے شخص نے بھی یہی کہا' آپ نے فرمایا' عکاشہ آگے بڑھ گئے۔ یہ حدیث بخاری میں ہے لیکن اس میں دم جھاڑا نہیں کرنے کا لفظ نہیں' صحیح مسلم میں یہ لفظ بھی ہے۔ ایک اور مطول حدیث میں ہے کہ پہلی جماعت تو نجات پائے گی' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے' ان سے حساب بھی نہ لیا جائے گا' پھر ان کے بعد والے سب سے زیادہ روشن ستارے جیسے چمکدار چہرے والے ہوں گے (مسلم) آپؐ فرماتے ہیں' مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب و عذاب کے داخل بہشت ہوں گے۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپیں اور میرے رب عزوجل کی لپوں سے (کتاب السنن لحافظ ابی بکر بن عاصم) اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ سے ستر ہزار کی تعداد سن کر یزید بن اخنسؓ نے کہا' حضورؐ یہ تو آپکی امت کی تعداد کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑے ہیں تو آپؐ نے فرمایا' ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہیں اور پھر اللہ نے تین لپیں (ہتھیلیوں کا کشکول) بھر کر اور بھی عطا فرمائے ہیں' اس کی اسناد بھی حسن ہے۔ کتاب السنن اور ایک اور حدیث میں ہے کہ میرے رب نے جو عزت اور جلال والا ہے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب جنت میں لے جائے گا پھر ایک ایک ہزار کی شفاعت سے ستر ستر ہزار آدمی اور جائیں گے۔ پھر میرا رب اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں (دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر کٹورا بنانا) بھر کر اور ڈالے گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر خوش ہو کر اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ ان کی شفاعت ان کے باپ دادوں اور بیٹوں اور بیٹیوں اور خاندان و قبیلہ میں ہوگی' اللہ کرے میں تو ان میں سے ہو جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی لپوں میں بھر کر آخر میں جنت میں لے جائے گا (طبرانی) اس حدیث کی سند میں بھی کوئی علت نہیں' واللہ اعلم۔

کرید میں حضورؐ نے ایک حدیث فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا یہ ستر ہزار جو بلا حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے' میرا خیال ہے کہ ان کے آتے آتے تو تم اپنے لئے اور اپنے بال بچوں اور بیویوں کیلئے جنت میں جگہ مقرر کر چکے ہو گے (مسند احمد) اس کی سند بھی شرط مسلم پر ہے' ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمی جنت میں جائیں گے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور کچھ اور زیادہ کیجئے' اسے سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا' ابوبکر بس کرو' صدیقؓ نے جواب دیا' کیوں صاحب اگر ہم سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے تو آپ کو کیا نقصان ہے- حضرت عمرؓ نے فرمایا' اگر اللہ چاہے تو ایک ہی ہاتھ میں ساری مخلوق کو جنت میں ڈال دے- حضور علیہ السلام نے فرمایا' عمرؓ سچ کہتے ہیں (مسند عبدالرزاق) اسی حدیث کی اور سند سے بھی بیان ہے- اس میں تعداد ایک لاکھ آئی ہے (اصبہانی)- ایک اور روایت میں ہے کہ جب صحابہؓ نے ستر ہزار اور پھر ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار پھر اللہ کا لپ بھر کر جنتی بنانا سنا تو کہنے لگے پھر تو اس کی بدنصیبی میں کیا شک رہ گیا جو باوجود اس کے بھی جہنم میں جائے (ابویعلیٰ) اوپر والی حدیث ایک اور سند سے بھی بیان ہوئی ہے- اس میں تعداد تین لاکھ کی ہے- پھر حضرت عمرؓ کا قول اور حضورؐ کی تصدیق کا بیان ہے (طبرانی)

ایک اور حدیث میں جنت میں جانے والوں کا ذکر کر کے حضورؐ نے فرمایا' میری امت کے سارے مہاجر تو اس میں آ ہی جائیں گے- پھر باقی تعداد اعرابیوں سے پوری ہوگی (محمد بن سہل) حضرت ابوسعید کہتے ہیں' حضورؐ کے سامنے حساب کیا گیا تو جملہ تعداد چار کروڑ نوے ہزار ہوئی- ایک اور حسن حدیث طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی کہ محمد (ﷺ) کی جان اس کے ہاتھ میں ہے' تم ایک اندھیری رات کی طرح بے شمار ایک ساتھ جنت کی طرف بڑھو گے' زمین تم سے پر ہو جائے گی' تمام فرشتے پکار اٹھیں گے کہ محمد (ﷺ) کے ساتھ جو جماعت آئی' وہ تمام نبیوں کی جماعت سے بہت زیادہ ہے-

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپؐ نے فرمایا' صرف میری تابعدار امت اہل جنت کی چوتھائی ہوگی- صحابہؓ نے خوش ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا- پھر فرمایا کہ مجھے تو امید ہے کہ تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو جاؤ' ہم نے پھر تکبیر کہی' پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم آدھوں آدھ ہو جاؤ (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنتیوں کے چوتھائی ہو- ہم نے خوش ہو کر اللہ کی بڑائی بیان کی پھر فرمایا کہ تم راضی نہیں ہو کہ تم اہل جنت کی تہائی ہو ہم نے پھر تکبیر کہی' آپؐ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ تم جنتیوں کے آدھوں آدھ ہو گے (بخاری و مسلم) طبرانی میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا کہتے ہو تم جنتیوں کا چوتھائی حصہ بننا چاہتے ہو کہ چوتھائی جنت تمہارے پاس ہو اور تین اور چوتھائیوں میں تمام اور امتیں ہوں؟ ہم نے کہا' اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے- آپؐ نے فرمایا' اچھا تہائی حصہ ہو تو' ہم نے کہا یہ بہت ہے- فرمایا- اگر آدھوں آدھ ہو تو' انہوں نے کہا حضورؐ پھر تو بہت ہی زیادہ ہے- آپؐ نے فرمایا سنو! کل اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں جن میں سے اسی صفیں صرف اس میری امت کی ہیں' مسند احمد میں بھی ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہیں- ان میں اسی صفیں صرف اس امت کی ہیں- یہ حدیث طبرانی' ترمذی وغیرہ میں بھی ہے-

طبرانی ایک اور روایت میں ہے کہ جب آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اہل جنت کی چوتھائی ہو' پھر فرمایا بلکہ ثلث ہو' پھر فرمایا بلکہ نصف ہو' پھر فرمایا دو تہائی ہو (اے وسیع رحمتوں والے اور بے روک نعمتوں والے اللہ ہم تیرا بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں ایسے معزز و محترم رسولؐ کی امت میں پیدا کیا' تیرے سچے رسولؐ کی سچی زبان

سے تیرے اس بڑھے چڑھے فضل وکرم کا حال سن کر ہم گنہگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا' اے ماں باپ سے زیادہ مہربان اللہ' ہماری آس نہ توڑ اور ہمیں بھی ان نیک ہستیوں کے ساتھ جنت میں داخل فرما۔ باری تعالیٰ تیری رحمت کی ان گنت اور بے شمار بندوں میں سے اگر ایک قطرہ بھی ہم گنہگاروں پر برس جائے تو ہمارے گناہوں کو دھوڈالنے اور ہمیں تیری رحمت ورضوان کے لائق بنانے کیلئے کافی ہے' اللہ اس پاک ذکر کے موقعہ پر ہم ہاتھ اٹھا کر' دامن پھیلا کر آنسو بہا کر امیدوں بھرے دل سے تیری رحمت کا سہارا لے کر تیرے کرم کا دامن تھام کر تجھ سے بھیک مانگتے ہیں' تو قبول فرما اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی اپنی رضامندی کا گھر جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین الہ الحق آمین) صحیح بخاری ومسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ہم دنیا میں سب سے آخر آئے اور جنت میں سب سے پہلے جائیں گے اور ان کو کتاب اللہ پہلے ملی۔ ہمیں بعد میں ملی' جن باتوں میں انہوں نے اختلاف کیا' ان میں اللہ نے ہمیں صحیح طریق کی توفیق دی' جمعہ کا دن بھی ایسا ہی ہے کہ یہود ہمارے پیچھے ہیں۔ ہفتہ کے دن اور نصرانی ان کے پیچھے اتوار کے دن۔ دارقطنی میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں' انبیاء پر دخول جنت حرام ہے اور جب تک میری امت نہ داخل ہو' دوسری امتوں پر دخول جنت حرام ہے۔ یہ وہ حدیثیں تھیں جنہیں ہم اس آیت کے تحت وارد کرنا چاہتے تھے فالحمدللہ۔ امت کو بھی چاہئے کہ یہاں اس آیت میں جتنی صفیں ہیں' ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم وثابت رہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حج میں اس آیت کی تلاوت فرما کر لوگوں سے کہا کہ اگر تم اس آیت کی تعریف میں داخل ہونا چاہتے ہو تو یہ اوصاف بھی اپنے میں پیدا کرو۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' اہل کتاب ان کاموں کو چھوڑ بیٹھے تھے جن کی مذمت کلام اللہ نے کی' فرمایا كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ وہ لوگ برائی کی باتوں سے لوگوں کو روکتے نہ تھے۔ چونکہ مندرجہ بالا آیت میں ایمان داروں کی تعریف وتوصیف بیان ہوئی تو اس کے بعد اہل کتاب کی مذمت بیان ہو رہی ہے' تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی میرے نبی آخرالزمانؐ پر ایمان لاتے تو انہیں بھی یہ فضیلتیں ملتیں لیکن ان میں سے کفر وفسق اور گناہوں پر جمے ہوئے ہیں ہاں کچھ لوگ باایمان بھی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ تم نہ گھبرانا' اللہ تمہیں تمہارے مخالفین پر غالب رکھے گا چنانچہ خیبر والے دن اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا اور ان سے پہلے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ کو بھی اللہ نے ذلیل ورسوا کیا' اسی طرح شام کے نصرانی صحابہؓ کے وقت میں مغلوب ہوئے اور ملک شام ان کے ہاتھوں سے کلیتہً نکل گیا اور ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور وہاں ایک حق والی جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے تک حق پر قائم رہے گی' حضرت عیسیٰؑ آ کر ملت اسلام اور شریعت محمد کے مطابق حکم کریں گے' صلیب توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہ کریں گے' صرف اسلام ہی قبول فرمائیں گے۔ پھر فرمایا کہ ان کے اوپر ذلت اور پستی ڈال دی گئی' ہاں اللہ کی پناہ کے علاوہ کہیں بھی امن وامان اور عزت نہیں یعنی جزیہ دینا اور مسلم بادشاہ کی اطاعت کرنا قبول کر لیں اور لوگوں کی پناہ یعنی عقد ذمہ مقرر ہو جائے یا کوئی مسلمان امن دے دے اگرچہ کوئی عورت ہو یا کوئی غلام ہو' علماء کا ایک قول یہ بھی ہے' حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حبل سے مراد عہد ہے جو غضب کے مستحق ہوئے اور مسکینی چپکا دی گئی' ان کے کفر اور انبیاء کے تکبر' حسد' سرکشی وغیرہ کا بدلہ ہے' اسی باعث ان پر ذلت وپستی اور مسکینی ہمیشہ کیلئے ڈال دی گئی۔ ان کی نافرمانیوں اور تجاوز حق کا یہ بدلہ ہے۔ العیاذ باللہ۔ ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اپنے اپنے کاموں پر بازاروں میں لگ جاتے تھے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ
اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا
وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا
يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ
اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ وَمَا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

یہ سارے کے سارے یکساں نہیں' بلکہ ان اہل کتاب میں ایک جماعت (حق پر) قائم رہنے والی بھی ہے جو راتوں کے وقت بھی کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان بھی رکھتے ہیں' بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں' برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں' یہ نیک بخت لوگ ہیں ○ جو کچھ بھی بھلائیاں کریں' ان کی ناقدری نہ کی جائے گی' اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے ○ کافروں کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئیں گی۔ یہ تو جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے ○ یہ کفار جو خرچ اخراجات کریں' اس کی مثال یہ ہے کہ ایک تند ہوا چلی جس میں پالا تھا جو ظالموں کی کھیتی پر پڑا اور اسے تہس نہس کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○

ظلم نہیں سزا: ☆☆ (آیت: ۱۱۳-۱۱۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' اہل کتاب اور اصحاب محمدؐ برابر نہیں' مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں ایک مرتبہ دیر لگا دی۔ پھر جب آئے تو جو اصحاب منتظر تھے' ان سے فرمایا کسی دین والا اس وقت تک اللہ کا ذکر نہیں کر رہا مگر صرف تم ہی اللہ کے ذکر میں ہو۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اہل کتاب کے علماء مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت اسد بن عبید' حضرت ثعلبہ بن شعبہؓ وغیرہ کے بارے میں یہ آیت آئی کہ یہ لوگ ان اہل کتاب میں شامل نہیں جن کی مذمت پہلے گزری' بلکہ یہ باایمان جماعت امر اللہ پر قائم ہے۔ شریعت محمدیہ کی تابع ہے' استقامت و یقین اس میں ہے' یہ پاکباز لوگ راتوں کے وقت تہجد کی نماز میں بھی اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے رہتے ہیں' اللہ پر' قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور لوگوں کو بھی انہی باتوں کا حکم کرتے ہیں' ان

کیخلاف سے روکتے ہیں' نیک کاموں میں پیش پیش رہا کرتے ہیں' اب اللہ تعالیٰ انہیں خطاب عطا فرماتا ہے کہ یہ صالح لوگ ہیں' اس سورت کے آخر میں بھی فرمایا وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ الخ' بعض اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر' اس قرآن اور توراۃ و انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان کے یہ نیک اعمال ضائع نہ ہوں گے بلکہ پورا بدلہ ملے گا' تمام پرہیزگار لوگ اللہ کی نظروں میں ہیں۔ وہ کسی کے اچھے عمل کو برباد نہیں کرتا' وہاں ان بے دین لوگوں کو اللہ کے ہاں نہ مال نفع دے نہ اولاد' یہ تو جہنمی ہیں۔

صِرٌّ کے معنی سخت سردی کے ہیں جو کھیتوں کو جلا دیتی ہے' غرض جس طرح کسی کی تیار کھیتی پر برف پڑے اور وہ جل کر خاکستر ہو جائے' نفع چھوڑ اصل بھی غارت ہو جائے اور امیدوں پر پانی پھر جائے' اسی طرح یہ کفار ہیں' جو کچھ یہ خرچ کرتے ہیں' اس کا نیک بدلہ تو کہاں' اور عذاب ہوگا' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم نہیں بلکہ یہ ان کی بداعمالیوں کی سزا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا
يَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ
اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِىۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ
الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَاۤءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا
يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا
اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡكُمُ الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ
قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ (تم نہیں دیکھتے کہ دوسرے لوگ تو) تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ تم دکھ میں پڑو' ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے' ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کر دیں اگر عقلمند ہو O (تو غور کر لو)۔ ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے' تم پوری کتاب کو مانتے ہو (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصہ کے انگلیاں چباتے رہتے ہیں' کہہ دو کہ اپنے غصہ میں ہی مر جاؤ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں کو بخوبی جانتا ہے O

کافر اور منافق مسلمان کے دوست نہیں' انہیں اپنا ہم راز نہ بناؤ: ☆☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو کافروں اور منافقوں کی دوستی اور ہمراز ہونے سے روکتا ہے کہ یہ تو تمہارے دشمن ہیں۔ ان کی چکنی چپڑی باتوں میں خوش نہ ہو جانا اور ان کے مکر کے پھندے میں پھنس نہ جانا ورنہ موقعہ پا کر یہ تمہیں سخت ضرر پہنچائیں گے اور اپنی باطنی عداوت نکالیں گے۔ تم انہیں اپنا راز دار ہرگز نہ سمجھنا' راز کی باتیں ان کے کانوں تک ہرگز نہ پہنچانا۔

بطانہ کہتے ہیں انسان کے راز دار دوست کو اور مِنۡ دُوۡنِكُمۡ سے مراد اہل اسلام کے سوا تمام فرقے ہیں' بخاری وغیرہ میں حدیث

ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، جس نبی کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور جس خلیفہ کو مقرر کیا، اس کیلئے دو بطانہ مقرر کئے، ایک تو بھلائی کی بات سمجھانے والا اور اس پر رغبت دینے والا اور دوسرا برائی کی رہبری کرنے والا اور اس پر آمادہ کرنے والا بس اللہ جسے بچائے وہی بچ سکتا ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں پر حیرہ کا ایک شخص بڑا اچھا لکھنے والا اور بہت اچھے حافظہ والا ہے۔ آپ اسے اپنا محرر اور منشی مقرر کرلیں۔ آپؓ نے فرمایا، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیر مومن کو بطانہ بنالوں گا جو اللہ نے منع کیا ہے، اس واقعہ کو اور اس آیت کو سامنے رکھ کر ذہن اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذمی کفار کو بھی ایسے کاموں میں نہ لگانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مخالفین کو مسلمانوں کے پوشیدہ ارادوں سے واقف کردے اور ان کے دشمنوں کو ان سے ہوشیار کردے کیونکہ ان کی تو چاہت ہی مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی ہوتی ہے۔

ازہر بن راشد کہتے ہیں کہ لوگ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں سنتے تھے۔ اگر کسی حدیث کا مطلب سمجھ میں نہ آتا تو حضرت حسن بصریؒ سے جاکر مطلب حل کرلیتے تھے۔ ایک دن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ مشرکوں کی آگ سے روشنی طلب نہ کرو اور اپنی انگوٹھی میں عربی نقش نہ کرو۔ انہوں نے آکر حسن بصریؒ سے اس کی تشریح دریافت کی تو آپؒ نے فرمایا کہ پچھلے جملہ کا تو یہ مطلب ہے کہ انگوٹھی پر محمد ﷺ نہ کھدواؤ اور پہلے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ مشرکوں سے اپنے کاموں میں مشورہ نہ لو، دیکھو کتاب اللہ میں بھی ہے کہ ایمان دارو اپنے سوا دوسروں کو ہمراز نہ بناؤ (ابو یعلی) لیکن حسن بصریؒ کی یہ تشریح قابل غور ہے۔ حدیث کا ٹھیک مطلب غالباً یہ ہے کہ محمد رسول اللہ عربی خط میں اپنی انگوٹھیوں پر نقش نہ کراؤ، چنانچہ اور حدیث میں صاف ممانعت موجود ہے، یہ اس لئے تھا کہ حضورؐ کی مہر کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور اول جملے کا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کی بستی کے پاس نہ رہو۔ اس کے پڑوس سے دور رہو، ان کے شہروں سے ہجرت کر جاؤ جیسے ابوداؤد میں ہے کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کی لڑائی کی آگ کو کیا تم نہیں دیکھتے" اور حدیث میں ہے، جو مشرکوں سے میل جول کرے یا ان کے ساتھ رہے بسے، وہ بھی انہی جیسا ہے۔ پھر فرمایا، ان کی باتوں سے بھی ان کی عداوت ٹپک رہی ہے، ان کے چہروں سے بھی قیافہ شناس ان کی باطنی خباثتوں کو معلوم کرسکتا ہے، پھر جو ان کے دلوں میں تباہ کن شرارتیں ہیں، وہ تو تم سے مخفی ہیں لیکن ہم نے تو صاف صاف بیان کردیا ہے۔ عاقل لوگ ایسے مکاروں کی مکاری میں نہیں آتے۔

پھر فرمایا، دیکھو کتنی کمزوری کی بات ہے کہ تم ان سے محبت رکھو اور وہ تمہیں نہ چاہیں، تمہارا ایمان کل کتاب پر ہو اور یہ شک شبہ میں ہی پڑے ہوئے ہیں، ان کی کتاب کو تم تو مانو لیکن یہ تمہاری کتاب کا انکار کریں تو چاہئے تو یہ تھا کہ تم خود انہیں کڑی نظروں سے دیکھتے لیکن برخلاف اس کے یہ تمہاری عداوت کی آگ میں جل رہے ہیں، سامنا ہو جائے تو اپنی ایمانداری کی داستان بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں لیکن جب ذرا الگ ہوتے ہیں تو غیظ وغضب کی جلن اور حسد سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو بھی ان کی ظاہر داری سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ یہ چاہے جلتے بھنتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو ترقی دیتا رہے گا، مسلمان دن رات ہر حیثیت میں بڑھتے ہی رہیں گے گو وہ مارے غصے کے مرجائیں، اللہ ان کے دلوں کے بھیدوں سے بخوبی واقف ہے۔ ان کے تمام منصوبوں پر خاک پڑے گی، یہ اپنی شرارتوں میں کامیاب نہ ہوسکیں گے، اپنی چاہت کے خلاف مسلمانوں کی دن دونی ترقی دیکھیں گے اور آخرت میں بھی انہیں نعمتوں والی جنت حاصل کرتے دیکھیں گے برخلاف ان کے یہ خود یہاں بھی رسوا ہوں گے اور وہاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ

ع ۱۱

شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿١٢٠﴾

تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں' ہاں اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں۔ تم اگر صبر اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں نقصان نہ دے گا' اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمالوں کا احاطہ کر رکھا ہے ○

(آیت: ۱۲۰) ان کی شدت عداوت کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ جہاں تمہیں کوئی نفع پہنچتا ہے' یہ کلیجہ مسوسنے لگے اور اگر (اللہ نہ کرے) تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں' بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے لگتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد ہوئی' یہ کفار پر غالب آئے' انہیں غنیمت کا مال ملا' یہ تعداد میں بڑھ گئے تو وہ جل بجھے اور اگر مسلمانوں پر تنگی آ گئی یا دشمنوں میں گھر گئے تو ان کے ہاں عید منائی جانے لگی۔ اب اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان شریروں کی شرارت اور ان بدبختوں کے مکر سے اگر نجات چاہتے ہو تو صبر و تقویٰ اور توکل کرو' اللہ عزوجل خود تمہارے دشمنوں کو گھیر لے گا' کسی بھلائی کے حاصل کرنے' کسی برائی سے بچنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے' ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا' نہیں ہو سکتا' جو اس پر توکل کرے' اسے وہ کافی ہے' اسی مناسبت سے اب جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کے صبر و تحمل کا بیان ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش کا پورا نقشہ ہے اور جس میں مومن و منافق کی ظاہری تمیز ہے۔ سنیئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢١﴾ اِذْ ھَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّھُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

اے نبی تو اس وقت کو بھی یاد کر جب صبح ہی صبح تو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے موقع پر باقاعدہ بٹھا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے جب تمہاری دو جماعتیں سستی کا ارادہ کر چکی تھیں' اللہ ان کا ولی اور مددگار ہے اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسا رکھنا چاہئے' جنگ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے رہا کرو (نہ کسی اور سے) تاکہ تمہیں شکرگزاری کی توفیق ہو اور یہ شکرگزاری باعث نصرت و امداد ہو ○

غزوہ احد کی افتاد: ☆☆ (آیت: ۱۲۱-۱۲۳) یہ احد کے واقعہ کا ذکر ہے۔ بعض مفسرین نے اسے جنگ خندق کا قصہ بھی کہا ہے لیکن ٹھیک یہ ہے کہ واقعہ جنگ احد کا ہے جو سن ۳ ہجری ۱۱ شوال بروز ہفتہ پیش آیا تھا' جنگ بدر میں مشرکین کو کامل شکست ہوئی تھی۔ ان کے سردار موت کے گھاٹ اترے تھے' اب اس کا بدلہ لینے کیلئے مشرکین نے بڑی بھاری تیاری کی تھی۔ وہ تجارتی مال جو بدر والی لڑائی کے موقعہ پر دوسرے راستے سے بچ کر آ گیا تھا' وہ سب اس لڑائی کیلئے روک رکھا تھا اور چاروں طرف سے لوگوں کو جمع کر کے تین ہزار کا ایک لشکر جرار تیار کیا اور پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی' ادھر رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی نماز کے بعد مالک بن عمروؓ کے جنازے کی نماز

پڑھائی جو قبیلہ بنی النجار میں سے تھے۔

پھر لوگوں سے مشورہ کیا کہ ان کی مدافعت کی کیا صورت تمہارے نزدیک بہتر ہے؟ تو عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہمیں مدینہ سے باہر نہ نکلنا چاہئے' اگر وہ آئے اور ٹھہرے تو گویا ہمارے جیل خانہ میں آ گئے' رکے اور کھڑے رہیں' اور اگر مدینہ میں گھسے تو ایک طرف سے ہمارے بہادروں کی تلواریں ہوں گی دوسری جانب سے تیراندازوں کے بے پناہ تیر ہوں گے پھر اوپر سے عورتوں اور بچوں کی سنگ باری ہوگی اور اگر یونہی لوٹ گئے تو بربادی اور خسارے کے ساتھ لوٹیں گے' لیکن اس کے برخلاف بعض صحابہؓ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے' ان کی رائے تھی کہ مدینہ کے باہر میدان میں جا کر خوب دل کھول کر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور ہتھیار لگا کر باہر آئے' ان صحابہؓ کو اب خیال ہوا کہ کہیں ہم نے اللہ کے نبی کی خلاف منشاء تو میدان کی لڑائی پر زور نہیں دیا۔ اس لئے یہ کہنے لگے کہ حضورؐ اگر یہیں ٹھہر کر لڑنے کا ارادہ ہو تو یونہی کیجئے۔ ہماری جانب سے کوئی اصرار نہیں' آپؐ نے فرمایا' اللہ کے نبی کو لائق نہیں کہ وہ ہتھیار پہن کر اتارے۔ اب تو میں نہ لوٹوں گا جب تک کہ وہ نہ ہو جائے جو اللہ عزوجل کو منظور ہو۔

چنانچہ ایک ہزار کا لشکر لے کر آپؐ مدینہ شریف سے نکل کھڑے ہوئے' شوط پر پہنچ کر اس منافق عبداللہ بن ابی نے دغابازی کی اور اپنی تین سو کی جماعت کو لے کر واپس مڑ گیا۔ یہ لوگ کہنے لگے' ہم جانتے ہیں کہ لڑائی تو ہونے کی نہیں' خواہ مخواہ زحمت کیوں اٹھائیں؟ آنحضرتؐ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور صرف سات سو صحابہ کرامؓ کو لے کر میدان میں اترے اور حکم دیا کہ جب تک میں نہ کہوں' لڑائی شروع نہ کرنا' پچاس تیرانداز صحابیوںؓ کو الگ کر کے ان کا امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو بنایا اور ان سے فرمادیا کہ پہاڑی پر چڑھ جاؤ اور اس بات کا خیال رکھو کہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو۔ دیکھو ہم غالب آ جائیں یا (اللہ نہ کرے) مغلوب ہو جائیں تم ہرگز ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' یہ انتظامات کر کے خود آپ بھی تیار ہو گئے۔ دوہری زرہ پہنی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا دیا۔ آج چند لڑکے بھی لشکر محمدیؐ میں نظر آتے تھے' یہ چھوٹے سپاہی بھی جانبازی کیلئے بہ ہمہ تن مستعد تھے بعض اور بچوں کو حضورؐ نے ساتھ لیا تھا۔ انہیں جنگ خندق کے لشکر میں بھرتی کیا گیا۔ جنگ خندق اس کے دو سال بعد ہوئی تھی' قریش کا لشکر بڑے ٹھاٹھ سے مقابلہ پر آ ڈٹا' یہ تین ہزار سپاہیوں کا گروہ تھا۔ ان کے ساتھ دو سو کوتل گھوڑے تھے جنہیں موقعہ پر کام آنے کیلئے ساتھ رکھا تھا۔ ان کے داہنے حصہ پر خالد بن ولید تھا اور بائیں حصہ پر عکرمہ بن ابوجہل تھا (یہ دونوں سردار بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہما) ان کا جھنڈے بردار قبیلہ بنو عبدالدار تھا۔ پھر لڑائی شروع ہوئی جس کے تفصیلی واقعات انہی آیتوں کی موقعہ بہ موقعہ تفسیر کے ساتھ آتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الغرض اس آیت میں اسی کا بیان ہو رہا ہے کہ حضورؐ مدینہ شریف سے نکلے اور لوگوں کو لڑائی کے مواقع کی جگہ مقرر کرنے لگے۔ میمنہ میسرہ لشکر کا مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کو سننے والا اور سب کے دلوں کے بھید جاننے والا ہے' روایتوں میں یہ آ چکا ہے کہ حضور علیہ السلام جمعہ کے دن مدینہ شریف سے لڑائی کیلئے نکلے اور قرآن فرماتا ہے صبح ہی صبح تم لشکریوں کی جگہ مقرر کرتے تھے تو مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن تو جا کر پڑاؤ ڈال دیا' باقی کارروائی ہفتہ کی صبح شروع ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہمارے بارے میں یعنی بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ تمہارے دو گروہوں نے بزدلی کا ارادہ کیا تھا گو اس میں ہماری ایک کمزوری کا بیان ہے لیکن ہم اپنے حق میں اس آیت کو بہت بہتر جانتے ہیں کیونکہ اس میں یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ اللہ ان دونوں کا ولی ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھو میں نے بدر والے دن بھی تمہیں غالب کیا حالانکہ تم سب ہی کم اور بے سروسامان تھے' بدر کی لڑائی سن ۲ ہجری ۱۷ رمضان بروز جمعہ ہوئی تھی' اسی کا نام یوم الفرقان رکھا گیا۔ اس دن

اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملی' شرک برباد ہوا۔ محل شرک ویران ہوا حالانکہ اس دن مسلمان صرف تین سو تیرہ تھے' ان کے پاس صرف دو گھوڑے تھے' فقط ستر اونٹ تھے' باقی سب پیدل تھے' ہتھیار بھی اتنے کم تھے کہ گویا نہ تھے اور دشمن کی تعداد اس دن تین گنی تھی۔ ایک ہزار میں کچھ ہی کم تھے۔ ہر ایک زرہ بکتر لگائے ہوئے' ضرورت سے زیادہ وافر ہتھیار' عمدہ عمدہ' کافی سے زیادہ مالدار گھوڑے نشان زدہ جن کو سونے کے زیور پہنائے گئے تھے' اس موقعہ پر اللہ نے اپنے نبی کو عزت اور غلبہ دیا' حالات کے بارے میں ظاہر و باطن وحی کی' اپنے نبیؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو سرخرو کیا اور شیطان اور اس کے لشکریوں کو ذلیل و خوار کیا' اب اپنے مومن بندوں اور جنتی لشکریوں کو اس آیت میں یہ احسان یاد دلاتا ہے کہ تمہاری تعداد کی کمی اور ظاہری اسباب کی غیر موجودگی کے باوجود تمہیں کو غالب رکھا تاکہ تم معلوم کر لو کہ غلبہ ظاہری اسباب پر موقوف نہیں' اسی لئے دوسری آیت میں صاف فرمادیا کہ جنگ حنین میں تم نے ظاہری اسباب پر نظر ڈالی اور اپنی زیادتی دیکھ کر خوش ہوئے لیکن اس زیادتی تعداد اور اسباب کی موجودگی نے تمہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

حضرت عیاض اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک میں ہمارے پانچ سردار تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت یزید بن ابوسفیان' حضرت ابن حسنہؓ' حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عیاضؓ اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم تھا کہ لڑائی کے وقت حضرت ابوعبیدہؓ سردار ہوں گے۔ اس لڑائی میں ہمیں چاروں طرف سے شکست کے آثار نظر آنے لگے تو ہم نے خلیفہ وقت کو خط لکھا کہ ہمیں موت نے گھیر رکھا ہے۔ امداد کیجئے' فاروقؓ کا مکتوب گرامی ہماری گذارش کے جواب میں آیا جس میں تحریر تھا کہ تمہارا طلب امداد کا خط پہنچا۔ تمہیں ایک ایسی ذات بتاتا ہوں جو سب سے زیادہ مددگار اور سب سے زیادہ مضبوط لشکر والی ہے۔ وہ ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے جس نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کی مدد بدر والے دن کی تھی۔ بدری لشکر تو تم سے بہت ہی کم تھا۔ میرا یہ خط پڑھتے ہی جہاد شروع کر دو اور اب مجھے کچھ نہ لکھنا نہ کچھ پوچھنا' اس خط سے ہماری جراتیں بڑھ گئیں ہمتیں بلند ہوگئیں پھر ہم نے جم کر لڑنا شروع کیا' الحمد للہ دشمن کو شکست ہوئی اور وہ بھاگے' ہم نے بارہ میل تک ان کا تعاقب کیا' بہت سا مال غنیمت ہمیں ملا جو ہم نے آپس میں بانٹ لیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ کہنے لگے۔ میرے ساتھ دوڑ کون لگائے گا؟ ایک نوجوان نے کہا' اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں حاضر ہوں چنانچہ دوڑنے میں وہ آگے نکل گئے۔ میں نے دیکھا ان کی دونوں زلفیں ہوا میں اڑ رہی تھیں اور وہ اس نوجوان کے پیچھے گھوڑا دوڑائے چلے جا رہے تھے' بدر بن نارین ایک شخص تھا' اس کے نام سے ایک کنواں مشہور تھا اور اس میدان کا جس میں یہ کنواں تھا' یہی نام ہو گیا تھا' بدر کی جنگ بھی اسی نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ شکر کی توفیق ملے اور اطاعت گزاری کر سکو۔

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم
بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا
وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم
بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ
إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ
إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾

جب تو مومنوں کو تسلی دے رہا تھا کہ کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا؟ O کو یہ لوگ اپنے اس جوش سے آئیں لیکن اگر تم صبر و پرہیزگاری کرو گے تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو نشاندار ہوں گے O اور یہ تو محض تمہارے دل کی خوشی اور اطمینان قلب کے لئے ہے۔ یاد رکھو مدد اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے O

غزوہ بدر اور تائید الٰہی: ☆☆ (آیت: ۱۲۴-۱۲۷) آنحضرت ﷺ کا یہ تسلیاں دینا بعض تو کہتے ہیں بدر والے دن تھا' حسن بصریؒ عامرؒ شعبیؒ' ربیع بن انسؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ ابن جریرؒ کا بھی اسی سے اتفاق ہے۔ عامر شعبی کا قول ہے کہ مسلمانوں کو یہ خبر ملی تھی کہ کرز بن جابر مشرکوں کی امداد میں آئے گا۔ اس پر اس امداد کا وعدہ ہوا تھا لیکن نہ وہ آیا اور نہ ہی یہ گئے۔ ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کیلئے پہلے تو ایک ہزار فرشتے بھیجے' پھر تین ہزار ہو گئے' پھر پانچ ہزار' یہاں اس آیت میں تین ہزار اور پانچ ہزار سے مدد کرنے کا وعدہ ہے اور بدر کے واقعہ کے بیان کے وقت ایک ہزار فرشتوں کی امداد کا وعدہ ہے فرمایا اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ اور تطبیق دونوں آیتوں میں یہی ہے کیونکہ مُرْدِفِیْنَ کا لفظ موجود ہے' پس پہلے ایک ہزار اترے پھر ان کے بعد تین ہزار پورے ہوئے آخر پانچ ہزار ہو گئے' بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ جنگ بدر کے لئے تھا نہ کہ جنگ احد کیلئے' بعض کہتے ہیں جنگ احد کے موقعہ پر وعدہ ہوا تھا' مجاہد' عکرمہ' ضحاک' زہری' موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چونکہ مسلمان میدان چھوڑ کر ہٹ گئے' اس لئے یہ فرشتے نازل نہ ہوئے' کیونکہ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ساتھ ہی فرمایا تھا یعنی اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو۔ فَوْر کے معنی وجہ اور غضب کے ہیں۔ مُسَوِّمِیْن کے معنی علامت والے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' فرشتوں کی نشانی بدر والے دن سفید رنگ کے لباس کی تھی اور ان کے گھوڑوں کی نشانی ماتھے کی سفیدی تھی' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ان کی نشانی سرخ تھی' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' گردن کے بالوں اور دم کا نشان تھا اور یہی نشان آپ کے لشکریوں کا تھا یعنی صوف کا۔ مکحولؒ کہتے ہیں' فرشتوں کی نشانی ان کی پگڑیاں تھیں جو سیاہ رنگ کے عمامے تھے اور حنین والے دن سرخ رنگ عمامے تھے' ابن عباسؓ فرماتے ہیں' بدر کے علاوہ فرشتے کبھی جنگ میں شامل نہیں ہوئے' اور سفید رنگ عماموں کی علامت تھی۔ یہ صرف مدد کیلئے اور تعداد بڑھانے کیلئے تھے نہ کہ لڑائی کیلئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ جنگ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر سفید رنگ کا صافہ تھا اور فرشتوں پر زرد رنگ۔ پھر فرمایا کہ یہ فرشتوں کا نازل کرنا اور تمہیں اس کی خبر دینا صرف تمہاری خوشی' دلجوئی اور اطمینان کیلئے ہے' ورنہ اللہ کو قدرت ہے کہ ان کو اتارے بغیر بلکہ بغیر تمہارے لڑے بھی تمہیں غالب کر دے' مدد اسی کی طرف سے ہے' جیسے اور جگہ ہے وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَا نْتَصَرَ مِنْهُمْ الخ' اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ ہر ایک کو آزما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قتل کئے جائیں' ان کے اعمال اکارت نہیں ہوتے' اللہ انہیں راہ دکھائے گا' ان کے اعمال سنوار دے گا اور انہیں جنت میں لے جائے گا جس کی تعریف وہ کر چکا ہے' وہ عزت والا ہے اور اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے۔ یہ جہاد کا حکم بھی طرح طرح کی حکمتوں پر مبنی ہے۔ اس سے کفار ہلاک ہوں گے یا ذلیل ہوں گے یا نامراد واپس ہو جائیں گے۔

لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْ یَکْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا
خَآئِبِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ
یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۹﴾

اس امداد الٰہی سے کفار کی ایک جماعت کٹ جائے گی اور ذلیل ہوگی اور سارے کے سارے نامراد ہو کر واپس چلے جائیں گے ○ اے پیغمبر تمہارے اختیار میں کچھ نہیں اللہ چاہے ان کی توبہ قبول کرے چاہے عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں ○ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے ○

(آیت: ۱۲۸-۱۲۹) اس کے بعد بیان ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت کے کل امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں' اے نبی تمہیں کسی امر کا اختیار نہیں جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ تمہارا ذمہ صرف تبلیغ ہے حساب تو ہمارے ذمہ ہے اور جگہ ہے لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰهُمْ الخ' ان کی ہدایت تمہارے ذمہ نہیں' اللہ جسے چاہے ہدایت دے اور اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ الخ' تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے' پس میرے بندوں میں تجھے کوئی اختیار نہیں۔ جو حکم پہنچے اسے اوروں کو پہنچا دے' تیرے ذمہ یہی ہے۔ ممکن ہے اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اور برائی کے بعد وہ بھلائی کرنے لگیں اور اللہ رحیم ان کی توبہ قبول فرما لے یا ممکن ہے کہ انہیں ان کے کفر و گناہ کی بناء پر عذاب کرے تو یہ ظالم اس کے بھی مستحق ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں جب دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھاتے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہہ لیتے تو کفار پر بددعا کرتے کہ اے اللہ فلاں فلاں پر لعنت کر' اس کے بارے میں یہ آیت اتری لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ نازل ہوئی۔ مسند احمد میں ان کافروں کے نام بھی آئے ہیں مثلاً حارث بن ہشام' سہیل بن عمرو' صفوان بن امیہ اور اسی میں ہے کہ بالآخران کو ہدایت نصیب ہوئی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ چار آدمیوں پر یہ بددعا تھی جس سے روک دیئے گئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ جب کسی پر بددعا کرنا یا کسی کے حق میں نیک دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ اور رَبَّنَا پڑھ کر دعا مانگتے۔ کبھی کہتے اے اللہ ولید بن ولید' سلمہ بن ہشام' عیاش بن ابو ربیعہ اور کمزور مومنوں کو کفار سے نجات دے اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ اور اپنا عذاب نازل فرما اور ان پر ایسی قحط سالی بھیج جیسی حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں تھی' یہ دعا با آواز بلند ہوا کرتی تھی' اور بعض مرتبہ صبح کی نماز کے قنوت میں یوں بھی کہتے کہ اے اللہ! فلاں فلاں پر لعنت بھیج اور عرب کے بعض قبیلوں کے نام لیتے تھے۔

اور روایت میں ہے کہ جنگ احد میں جب آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے' چہرہ زخمی ہوا' خون بہنے لگا تو زبان سے نکل گیا کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ کیا حالانکہ نبیؑ اللہ خالق کل کی طرف سے انہیں بلاتا تھا۔ اس وقت یہ آیت لَیْسَ لَكَ الخ' نازل ہوئی' آپؐ اس غزوے میں ایک گڑھ میں گر پڑے تھے اور خون بہت نکل گیا تھا۔ کچھ تو اس ضعف کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے' اٹھ نہ سکے۔ حضرت حذیفہؓ کے مولیٰ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے اور چہرے پر سے خون پونچھا جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے یہ فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ہے' سب اس کے غلام ہیں' جسے چاہے بخشے' جسے چاہے عذاب کرے' متصرف وہی ہے جو چاہے حکم کرے' کوئی اس پر پرسش نہیں کر سکتا وہ غفور اور رحیم ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اے ایمان والو بڑھا چڑھا سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تمہیں نجات ملے ○ اس آگ سے ڈرتے رہا کرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ○ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ○

سود خور جہنمی ہے: ☆☆ (آیت: ۱۳۰-۱۳۲) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو سودی لین دین سے اور سود خوری سے روک رہا ہے' اہل جاہلیت سودی قرضہ دیتے تھے' مدت مقرر ہوتی تھی اگر اس مدت پر روپیہ وصول نہ ہوتا تو مدت بڑھا کر سود پر سود بڑھا دیا کرتے تھے۔ اس طرح سود در سود ملا کر اصل رقم کئی گنا بڑھ جاتی' اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو اس طرح ناحق لوگوں کے مال غصب کرنے سے روک رہا ہے اور تقوے کا حکم دے کر اس پر نجات کا وعدہ کر رہا ہے۔ پھر آگ سے ڈراتا ہے اور اپنے عذابوں سے دھمکاتا ہے' پھر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور اس پر رحم و کرم کا وعدہ دیتا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے ○ جو لوگ آسانی اور سختی کے موقعہ پر بھی راہ اللہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں' غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں' اللہ تعالیٰ بھی ان نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے ○

جنت کی خصوصیات: ☆☆ (آیت: ۱۳۳) پھر سعادت دارین کے حصول کیلئے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کو فرماتا ہے' اور جنت کی تعریف کرتا ہے' چوڑائی کو بیان کر کے لمبائی کا اندازہ سننے والوں پر ہی چھوڑا جاتا ہے' جس طرح جنتی فرش کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ یعنی اس کا استر نرم ریشم کا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ جب استر ایسا ہے تو ابرے کا کیا ٹھکانا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی بیان ہو رہا ہے کہ جب عرض ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے تو طول کتنا بڑا ہو گا اور بعض نے کہا ہے کہ عرض و طول یعنی لمبائی چوڑائی دونوں برابر ہے کیونکہ جنت مثل قبہ کے عرش کے نیچے ہے اور جو چیز قبہ نما ہو یا متدیر' اس کا عرض و طول یکساں ہوتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے جب تم اللہ سے جنت مانگو تو فردوس کا سوال کرو۔ وہ سب سے اونچی اور سب سے اچھی جنت ہے' اسی جنت سے سب نہریں جاری ہوتی ہیں اور اسی کی چھت اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم کا عرش ہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ہرقل نے حضورؐ کی خدمت میں بطور اعتراض کے ایک سوال لکھ بھیجا کہ آپؐ مجھے اس جنت کی دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو یہ فرمایئے کہ پھر جہنم کہاں گئی؟ حضورؐ نے فرمایا' سبحان اللہ جب دن آتا ہے تو رات

کہاں جاتی ہے؟ جو قاصد ہرقل کا یہ خط لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا تھا' اس سے حضرت یعلی بن مرہ کی ملاقات حمص میں ہوئی تھی۔ کہتے ہیں' اس وقت یہ بہت ہی بوڑھا ہو گیا تھا۔ کہنے لگا جب میں نے یہ خط حضورؐ کو دیا تو آپؐ نے اپنے بائیں طرف کے ایک صحابیؓ کو دیا' میں نے لوگوں سے پوچھا' ان کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت معاویہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی سوال ہوا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ دن کے وقت رات اور رات کے وقت دن کہاں جاتا ہے؟ یہودی یہ جواب سن کر کھسیانے ہو کر کہنے لگے کہ یہ توراۃ سے ماخوذ' کیا ہوگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی جواب مروی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے جواب میں فرمایا جب ہر چیز پر رات آ جاتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا جہاں اللہ چاہے' آپ نے فرمایا اسی طرح جہنم' بھی جہاں اللہ چاہے (بزار) اس جملہ کے دو معنی ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ رات کے وقت ہم گو دن کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تاہم دن کا کسی جگہ ہونا ناممکن نہیں' اسی طرح گو جنت کا عرض اتنا ہی ہے لیکن پھر بھی جہنم کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ جہاں اللہ چاہے وہ بھی ہے' دوسرے معنی یہ کہ جب دن ایک طرف چڑھنے لگا' رات دوسری جانب ہوتی ہے' اسی طرح جنت اعلیٰ علیین میں ہے اور دوزخ اسفل السافلین میں تو کوئی نفی کا امکان ہی نہ رہا۔ واللہ اعلم۔

اہل جنت کے اوصاف: ☆☆ (آیت:۱۳۴) پھر اللہ تعالیٰ اہل جنت کا وصف بیان فرماتا ہے کہ وہ سختی میں اور آسانی میں' خوشی میں اور غمی میں' تندرستی میں اور بیماری میں غرض ہر حال میں راہ اللہ اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً یعنی وہ لوگ دن رات چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ کوئی امر انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتا اس کی مخلوق پر اس کے حکم سے احسان کرتے رہتے ہیں۔ یہ غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کی برائیوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ کظم کے معنی چھپانے کے بھی ہیں یعنی اپنے غصہ کا اظہار بھی نہیں کرتے۔

غصہ پر قابو پانا: ☆☆ بعض روایتوں میں ہے' اے ابن آدم اگر غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچا لوں گا (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو شخص اپنا غصہ روک لے اللہ تعالیٰ اس پر سے اپنے عذاب ہٹا لیتا ہے اور جو بھی اپنی زبان (خلاف شرع باتوں سے) روک لے' اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کریگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف معذرت لے جائے' اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرماتا ہے (مسند ابو یعلی) یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں بھی اختلاف ہے اور حدیث شریف میں ہے آپؐ فرماتے ہیں' پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقتاً پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (احمد)۔

صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا' حضورؐ کوئی نہیں' آپؐ نے فرمایا' میں تو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال چاہتے ہو اس لئے کہ تمہارا مال تو درحقیقت وہ ہے جو تم راہ اللہ اپنی زندگی میں خرچ کر دو اور جو چھوڑ کر جاؤ' وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارثوں کا مال ہے تو تمہارا راہ اللہ کم خرچ کرنا اور جمع زیادہ کرنا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تم اپنے مال سے اپنے وارثوں کے مال کو زیادہ عزیز رکھتے ہو' پھر فرمایا تم پہلوان کسے جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا حضورؐ اسے جسے کوئی گرا نہ سکے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ حقیقتاً زوردار پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے جذبات پر پورا قابو رکھے' پھر فرمایا' بے اولاد کسے کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا جس کی اولاد نہ ہو' فرمایا نہیں بلکہ فی الواقع بے اولاد وہ ہے جس کے سامنے اس کی کوئی اولاد مری نہ ہو (مسلم)۔

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کنگال کون ہے؟ لوگوں نے کہا جس کے پاس مال نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا بلکہ وہ جس نے اپنا مال اپنی زندگی میں راہ للہ نہ دیا ہو (مسند احمد) حضرت حارثہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہو کر خدمت نبویؐ میں عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ مجھے کوئی نفع کی بات کہیے جو مختصر ہوتا کہ میں یاد بھی رکھ سکوں۔ آپؐ نے فرمایا' غصہ نہ کر' اس نے پھر پوچھا' آپؐ نے پھر یہی جواب دیا' کئی کئی مرتبہ یہی کہا (مسند احمد) کسی شخص نے حضورؐ سے کہا' مجھے کچھ وصیت کیجئے' آپؐ نے فرمایا' غصہ نہ کر۔ وہ کہتے ہیں' میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے (مسند احمد)۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا تو آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے۔ ان سے پوچھا گیا یہ کیا؟ تو فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپؐ فرماتے تھے' جسے غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے' اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے (مسند احمد)۔ مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ عروہ بن محمد کو غصہ چڑھا۔ آپ وضو کرنے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے میں نے اپنے استادوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ بجھانے والی چیز پانی ہے' پس تم غصہ کے وقت وضو کرنے بیٹھ جاؤ۔ حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اپنا قرض اسے معاف کر دے' اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے لوگو! سنو جنت کے اعمال سخت اور مشکل ہیں اور جہنم کے کام آسان اور سہل ہیں' نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے بچ جائے' کسی گھونٹ کا پینا اللہ کو ایسا پسند نہیں جتنا غصہ کے گھونٹ کا پی جانا۔ ایسے شخص کے دل میں ایمان رچ جاتا ہے (مسند احمد)۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص اپنا غصہ اتارنے کی طاقت رکھتے ہوئے پھر بھی ضبط کر لے' اللہ تعالیٰ اس کا دل امن وامان سے پر کر دیتا ہے' جو شخص باوجود موجود ہونے کے شہرت کے کپڑے کو تواضع کی وجہ سے چھوڑ دے' اسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزت کا حلہ قیامت کے دن پہنائے گا اور جو کسی کا سر چھپائے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا (ابوداؤد) حضورؐ فرماتے ہیں' جو شخص باوجود قدرت کے اپنا غصہ ضبط کر لے' اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے (مسند احمد) اس مضمون کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے غصہ میں آپے سے باہر نہیں ہوتے۔ لوگوں کو ان کی طرف سے برائی نہیں پہنچتی بلکہ اپنے جذبات کو دبائے رکھتے ہیں اور اللہ سے ڈر کر ثواب کی امید پر معاملہ سپرد اللہ کرتے ہیں' لوگوں سے درگزر کرتے ہیں' ظالموں کے ظلم کا بدلہ بھی نہیں لیتے اسی کو احسان کہتے ہیں اور ان محسن بندوں سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے' رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں' تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں' ایک تو یہ کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا۔ دوسرے یہ کہ عفوو درگزر کرنے سے انسان کی عزت بڑھتی ہے' تیسرے یہ کہ تواضع' فروتنی اور عاجزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

مستدرک کی حدیث میں ہے' جو شخص یہ چاہے کہ اس کی بنیاد بلند ہو اور اس کے درجے بڑھیں تو اسے ظالموں سے درگزر کرنا چاہئے اور نہ دینے والوں کو دینا چاہئے اور توڑنے والوں سے جوڑنا چاہئے' اور حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو' درگزر کرنے والو' اپنے رب کے پاس آؤ اور اپنا اجر لو۔ مسلمانوں کی خطاؤں کے معاف کرنے والے جنتی لوگ ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ
فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا
عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ

اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کا استغفار کرنے لگتے ہیں' فی الواقع اللہ کے سوا اور کوئی گناہوں کو بخش بھی نہیں سکتا' یہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے ○ انہی کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب بہت ہی اچھا ہے ○

استغفار کرنا: ☆☆ (آیت: ۱۳۵-۱۳۶) پھر فرمایا یہ لوگ گناہ کے بعد فوراً ذکر اللہ اور استغفار کرتے ہیں۔ مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے' پھر اللہ رحمٰن و رحیم کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرے بندے سے گو گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی فرما دیتا ہے' میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا' اس سے پھر گناہ ہو تو فرما دیتا ہے' میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا' اس سے پھر گناہ ہو جاتا ہے' یہ پھر توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ پھر بخشتا ہے' چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کہتا ہے اب میرا بندہ جو چاہے کرے (مسند احمد) یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہم نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہؐ جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی' عورتوں بچوں میں پھنس جاتے ہیں' گھر بار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' اگر تمہاری حالت یہی ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہاری ملاقات کو تمہارے گھر پر آتے' سنو اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے۔ پھر بخشش مانگے اور اللہ انہیں بخشے۔ ہم نے کہا حضورؐ جنت کی بنیادیں کس طرح استوار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' ایک اینٹ سونے کی تو ایک چاندی کی ہے۔ اس کا گارہ مشک خالص ہے اس کے کنکر لولو اور یاقوت ہیں' اس کی مٹی زعفران ہے' جنتیوں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ ان کی زندگی ہمیشہ کی ہو گی' ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے۔ جوانی کبھی نہیں ڈھلے گی اور تین اشخاص کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی' عادل بادشاہ کی دعا' افطاری کے وقت روزے دار کی دعا اور مظلوم کی دعا بادلوں سے اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جناب باری ارشاد فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم' میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو (مسند احمد)۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی گناہ کرے' پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے (مسند احمد) صحیح مسلم میں بروایت امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مروی ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تم میں سے جو شخص کامل وضو کر کے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ پڑھے' اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے اندر چلا جائے' امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں' میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے' آپؐ نے فرمایا ہے' جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے (بخاری و مسلم) پس یہ حدیث تو حضرت عثمانؓ سے' اس سے اگلی روایت حضرت عمرؓ سے اور اس سے اگلی روایت

حضرت ابوبکرؓ سے اور اس سے تیسری روایت کو حضرت ابوبکرؓ سے حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں تو الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور اس کی بے انتہا مہربانی کی خبر سید الاولین والاخرین کی زبانی آپ کے چاروں برحق خلفاء کی معرفت ہمیں پہنچی (آؤ اس موقعہ پر ہم گنہگار بھی ہاتھ اٹھائیں اور اپنے مہربان رحیم و کریم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی طلب کریں' اللہ تعالیٰ' اے ماں باپ سے زیادہ مہربان' اے عفوودرگزر کرنے والے! اور کسی بھکاری کو اپنے در سے خالی نہ پھیرنے والے! تو ہم خطا کاروں کی سیاہ کاریوں سے بھی درگزر فرما اور ہمارے کل گناہ معاف فرما دے۔ آمین' مترجم) یہی وہ مبارک آیت ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو ابلیس رونے لگا (مسند عبدالرزاق)۔

استغفار اور لا الہ الا اللہ: ☆☆ مسند ابو یعلی میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو اور استغفار پر مداومت کرو ابلیس گناہوں سے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اس کی ہلاکت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار سے ہے' یہ حدیث دیکھ کر ابلیس نے لوگوں کو خواہش پرستی پر ڈال دیا۔ پس وہ اپنے آپ کو راہ راست پر جانتے ہیں حالانکہ ہلاکت میں ہوتے ہیں' لیکن اس حدیث کے دو راوی ضعیف ہیں۔ مسند احمد میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا' اے رب مجھے تیری عزت کی قسم' میں بنی آدم کو ان کے آخری دم تک بہکاتا رہوں گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا' مجھے میرے جلال اور میری عزت کی قسم' جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے' میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا' مجھ سے گناہ ہو گیا' آپؐ نے فرمایا' توبہ کر لے' اس نے کہا' میں نے توبہ کی' پھر گناہ ہو گیا' فرمایا' پھر توبہ کر لے' اس نے کہا' مجھ سے پھر گناہ ہو گیا' آپؐ نے فرمایا' پھر استغفار کر' اس نے کہا' مجھ سے اور گناہ ہوا' فرمایا استغفار کئے جا' یہاں تک کہ شیطان تھک جائے پھر فرمایا' گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا اور کہنے لگا' یا اللہ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ محمد (ﷺ) کی طرف توبہ نہیں کرتا (یعنی اللہ میں تیری ہی بخشش چاہتا ہوں) آپؐ نے فرمایا اس نے حق حقدار کو پہنچایا' اصرار کرنے سے مراد یہ ہے کہ معصیت پر بغیر توبہ کئے اڑ نہیں جاتے۔ اگر کئی مرتبہ گناہ ہو جائے تو کئی مرتبہ استغفار بھی کرتے ہیں' مسند ابو یعلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وہ اصرار کرنے والا اور اڑنے والا نہیں جو استغفار کرتا رہتا ہے۔ اگرچہ (بالفرض) اس سے ایک دن میں ستر مرتبہ بھی گناہ ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ وہ جانتے ہوں یعنی اس بات کو کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور جگہ ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ الخ' جو شخص کوئی برا کام کرے یا گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرے' پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ دیکھ لے گا کہ اللہ عزوجل بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیان فرمایا' لوگو تم اوروں پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ لوگو! تم دوسروں کی خطائیں معاف کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخشے گا' باتیں بنانے والوں کی ہلاکت ہے' گناہ پر جم جانے والوں کی ہلاکت ہے۔ پھر فرمایا' ان کاموں کے بدلے ان کی جزا مغفرت ہے اور طرح طرح کی بہتی نہروں والی جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑے اچھے اعمال ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ
وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

تم سے پہلے بھی ایسے واقعات گذر چکے ہیں' زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ○ عام لوگوں کے لئے تو یہ قرآن اظہار (حق) ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے ○ تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہوؤ۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان دار ہو ○

شہادت اور بشارت: ☆☆ (آیت: ۱۳۷-۱۳۹) چونکہ احد والے دن ستر مسلمان صحابی شہید ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ڈھارس دیتا ہے کہ اس سے پہلے بھی دیندار لوگ مال و جان کا نقصان اٹھاتے رہے لیکن بالآخر غلبہ انہی کا ہوا' تم اگلے واقعات پر ایک نگاہ ڈال لو تو یہ راز تم پر کھل جائے گا۔ اس قرآن میں لوگوں کیلئے اگلی امتوں کا بیان بھی ہے اور یہ ہدایت و وعظ بھی ہے یعنی تمہارے دلوں کی ہدایت اور تمہیں برائی بھلائی سے آگاہ کرنے والا یہی قرآن ہے' مسلمانوں کو یہ واقعات یاد دلا کر پھر مزید تسلی کے طور پر فرمایا کہ تم اس جنگ کے نتائج دیکھ کر بد دل نہ ہو جانا' نہ مغموم بن کر بیٹھ رہنا۔ فتح و نصرت' غلبہ اور بلند و بالا مقام بالآخر مومنو تمہارے لئے ہی ہے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ
وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ
الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع ۱۴

اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی تو ایسے ہی زخمی ہو چکے ہیں' ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں (شکست احد) اس لئے تھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ ناحق والوں کو دوست نہیں رکھتا ○ (یہ وجہ بھی تھی) کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بالکل الگ کر دے اور کافروں کو مٹا دے ○ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ معلوم نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ ○ جنگ سے پہلے تو تم شہادت کی آرزو میں تھے' اب اسے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیا ○

(آیت: ۱۴۰-۱۴۲) اگر تمہیں زخم لگے ہیں' تمہارے آدمی شہید ہوئے تو اس سے پہلے تمہارے دشمن بھی تو قتل ہو چکے ہیں۔ وہ بھی تو زخم خوردہ ہیں' یہ تو چڑھتی ڈھلتی چھاؤں ہے ہاں بھلا وہ ہے جو انجام کار غالب رہے' اور یہ ہم نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ یہ بعض مرتبہ شکست بالخصوص اس جنگ احد کی اس لئے تھی کہ ہم صابروں کا اور غیر صابروں کا امتحان کر لیں اور جو مدت سے شہادت کی آرزو رکھتے تھے' انہیں کامیاب بنائیں کہ وہ اپنا جان و مال ہماری راہ میں خرچ کریں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ جملہ معترضہ بیان کر کے فرمایا یہ اس لئے

بھی کہ ایمان والوں کے گناہ اگر ہوں تو دور ہو جائیں اور ان کے درجات بڑھیں اور اس میں کافروں کا مٹانا بھی ہے کیونکہ وہ غالب ہو کر اترائیں گے' سرکشی اور تکبر میں اور بڑھیں گے اور یہی ان کی ہلاکت اور بربادی کا سبب بنے گا اور پھر مر کھپ جائیں گے۔ ان سختیوں اور زلزلوں اور ان آزمائشوں کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا جیسے سورۂ بقرہ میں ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم سے پہلے لوگوں کی جیسی آزمائش ہوئی' ایسی تمہاری نہ ہو اور تم جنت میں چلے جاؤ' یہ نہیں ہوگا۔ اور جگہ ہے الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم صرف ان کے اس قول پر کہ ہم ایمان لائے انہیں چھوڑ دیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی؟ یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ جب تک صبر کرنے والے معلوم نہ ہو جائیں یعنی دنیا میں ہی ظہور میں نہ آ جائیں تب تک جنت نہیں مل سکتی۔

پھر فرمایا کہ تم اس سے پہلے تو ایسے موقع کی آرزو میں تھے' کہ تم اپنا صبر' اپنی بہادری اور مضبوطی اور استقامت اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ۔ اللہ کی راہ میں شہادت پاؤ' لو اب ہم نے تمہیں یہ موقعہ دیا۔ تم بھی اپنی ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ' حدیث شریف میں ہے دشمن کی ملاقات کی آرزو نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور جب میدان پڑ جائے پھر لوہے کی لاٹ کی طرح جم جاؤ اور صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ پھر فرمایا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ لیا کہ نیزے تنے ہوئے ہیں' تلواریں کھچ رہی ہیں' بھالے اچھل رہے ہیں' تیر برس رہے ہیں' گھمسان کا رن پڑا ہوا ہے اور ادھر ادھر لاشیں گر رہی ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ
اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ
يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ
الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ
مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝

حضرت (ﷺ) صرف رسول ہی ہیں' ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں' کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا یہ شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے تو ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑے گا عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار لوگوں کو نیک بدلہ دے گا ۝ بغیر اللہ کے حکم کے کوئی جاندار نہیں مر سکتا' مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے' دنیا کی چاہت والوں کو ہم کچھ دنیا دے دیتے ہیں' اور آخرت کا ثواب چاہنے والے کو ہم وہ بھی دے دیتے ہیں' احسان ماننے والوں کو ہم بہت جلد نیک بدلہ دیں گے ۝

رسول اللہ ﷺ کی وفات کا مغالطہ اور غزوۂ احد: ☆☆ (آیت: ۱۴۴-۱۴۵) میدان احد میں مسلمانوں کو شکست بھی ہوئی اور ان کے بعض قتل بھی کئے گئے۔ اس دن شیطان نے یہ بھی مشہور کر دیا کہ محمد (ﷺ) بھی شہید ہو گئے' اور ابن قمیہ کافر نے مشرکوں میں جا کر یہ خبر اڑا دی کہ میں حضورؐ کو قتل کر کے آیا ہوں اور دراصل وہ افواہ بے اصل تھی اور اس شخص کا یہ قول بھی غلط تھا' اس نے حضورؐ پر حملہ تو کیا تھا لیکن اس سے صرف آپؐ کا چہرہ قدرے زخمی ہو گیا تھا اور کوئی بات نہ تھی' اس غلط بات کی شہرت نے مسلمانوں کے دل چھوٹے کر دیئے' ان کے

قدم اکھڑ گئے اور لڑائی سے بددل ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے' اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلے انبیاء کی طرح یہ بھی ایک نبی ہیں' ہو سکتا ہے کہ میدان میں قتل کر دیئے جائیں لیکن کچھ اللہ کا دین نہیں جاتا رہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مہاجر نے دیکھا کہ ایک انصاری جنگ احد میں زخموں سے چور زمین پر گرا پڑا ہے اور خاک و خون میں لوٹ رہا ہے' اس سے کہا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضورؐ قتل کر دیئے گئے۔ اس نے کہا' اگر یہ صحیح ہے تو آپؐ تو اپنا کام کر گئے' اب آپؐ کے دین پر تم سب بھی قربان ہو جاؤ' اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔

پھر فرمایا کہ حضورؐ کا قتل یا انتقال ایسی چیز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین سے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ اور ایسا کرنے والے اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے' اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو جزائے خیر دے گا جو اس کی اطاعت پر جم جائیں اور اس کے دین کی مدد میں لگ جائیں اور اس کے رسول کی تابعداری میں مضبوط ہو جائیں خواہ رسولؐ زندہ ہو یا نہ ہوں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے' مسجد میں تشریف لے گئے' لوگوں کی حالت دیکھی بھالی اور بغیر کچھ کہے سنے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر آئے' یہاں حضور علیہ السلام پر حبرہ کی چادر اوڑھادی گئی تھی' آپ نے چادر کا کونہ چہرہ مبارک پر سے ہٹا کر بے ساختہ بوسہ لے لیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے' میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو مرتبہ موت نہ لائے گا۔ جو موت آپؐ پر لکھ دی گئی تھی' وہ آپ کو آ چکی' اس کے بعد آپؓ پھر مسجد میں آئے اور دیکھا کہ حضرت عمرؓ خطبہ سنا رہے ہیں' ان سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ' انہیں چپ کرا کر آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا' وہ جان لے کہ محمدؐ مر گئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا' وہ خوش رہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے' اس پر موت نہیں آتی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لوگوں کو ایسا معلوم ہونے لگا گویا یہ آیت اب اتری ہے' پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہ آیت چڑھ گئی اور لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپؐ فوت ہو گئے (ﷺ) حضرت صدیق اکبرؓ کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر حضرت عمرؓ کے تو گویا قدموں تلے سے زمین نکل گئی' انہیں بھی یقین ہو گیا کہ حضورؐ اس جہان فانی کو چھوڑ کر چل بسے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں فرماتے تھے کہ نہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر مرتد ہوں نہ آپ کی شہادت پر' اللہ کی قسم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کیے جائیں تو ہم بھی اس دین پر مر مٹیں جس پر آپ شہید ہوئے' اللہ کی قسم میں آپ کا بھائی ہوں' آپ کا ولی ہوں' آپ کا چچازاد بھائی ہوں اور آپ کا وارث ہوں' مجھ سے زیادہ حقدار آپ کا اور کون ہوگا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی حکم سے اور اپنی مدت پوری کر کے ہی مرتا ہے جیسے اور جگہ ہے وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ نہ کوئی عمر دیا جاتا ہے نہ عمر گھٹائی جاتی ہے مگر سب کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور جگہ ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ الخ' ''جس اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر وقت پورا کیا اور اجل مقرر کی'' اس آیت میں بزدل لوگوں کو شجاعت کی رغبت دلائی گئی ہے اور اللہ کی راہ کے جہاد کا شوق دلایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ جوانمردی کی وجہ سے کچھ عمر گھٹ نہیں جاتی اور پیچھے ہٹنے کی وجہ سے عمر بڑھ نہیں جاتی۔ موت تو اپنے وقت پر آ کر ہی رہے گی خواہ شجاعت اور بہادری برتو' خواہ نامردی اور بزدلی دکھاؤ۔

حجر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دشمنان دین کے مقابلے میں جاتے ہیں اور دریائے دجلہ بیچ میں آ جاتا ہے اور لشکر اسلام ٹھٹھک کر کھڑا ہو جاتا ہے تو آپ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بے اجل نہیں مرتا' آؤ اسی دجلہ میں گھوڑے ڈال دو' یہ فرما کر آپ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیتے ہیں' آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں' دشمن کا خون خشک ہو جاتا ہے

اور اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے' وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو دیوانے آدمی ہیں' یہ تو پانی کی موجوں سے بھی نہیں ڈرتے' بھاگو بھاگو چنانچہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس کا عمل صرف دنیا کیلئے ہو تو اس میں سے جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے' مل جاتا ہے لیکن آخرت میں وہ خالی ہاتھ رہ جاتا ہے اور جس کا مقصد آخرت طلبی ہو تو اسے آخرت تو ملتی ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اپنے مقدر کا پا لیتا ہے جیسے اور جگہ فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ الخ' آخرت کی کھیتی کے چاہنے والے کو ہم زیادتی کے ساتھ دیتے ہیں اور دنیا کی کھیتی کے چاہنے والے کو ہم گو دنیا دے دیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور جگہ ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ جو شخص صرف دنیا طلب ہی ہو' ہم ان میں سے جسے چاہیں' جس قدر چاہیں' دنیا دے دیتے ہیں' پھر وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اس میں جاتا ہے اور جو آخرت کا خواہاں ہو اور کوشاں بھی ہو اور با ایمان بھی ہو' ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہے' اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہم شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دے دیتے ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۵

بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں۔ انہیں بھی راہ اللہ میں تکلیفیں پہنچیں لیکن نہ تو انہوں نے ہمت ہاری نہ سست ہوئے نہ دبے' اللہ صبر کرنے والوں کو ہی چاہتا ہے ○ وہ یہی کہتے رہے کہ اے پروردگار ہمارے گناہوں کو بخش اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے' اسے بھی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کافروں کی قوم پر مدد دے ○ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کے ثواب کی خوبی بھی عطا فرمائی' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے ○

مجاہدین احد سے خطاب: ☆☆ (آیت: ۱۴۶-۱۴۸) پھر اللہ تعالیٰ احد کے مجاہدین کو خطاب کرتا ہوا فرماتا ہے کہ اس سے پہلے بھی بہت سے نبی اپنی جماعتوں کو ساتھ لے کر دشمنان دین سے لڑے بھڑے اور وہ تمہاری طرح اللہ کی راہ میں تکلیفیں بھی پہنچائے گئے لیکن پھر بھی مضبوط دل اور صابر و شاکر رہے۔ نہ سست ہوئے نہ ہمت ہاری اور اس صبر کے بدلے انہوں نے اللہ کریم کی محبت مول لے لی۔ ایک یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اے مجاہدین احد تم یہ سن کر کہ حضورؐ شہید ہوئے کیوں ہمت ہار بیٹھے؟ اور کفر کے مقابلے میں کیوں دب گئے؟ حالانکہ تم سے اگلے لوگ اپنے انبیاء کی شہادت کو دیکھ کر بھی نہ دبے نہ پیچھے ہٹے بلکہ اور تیزی کے ساتھ لڑے' یہ اتنی بڑی مصیبت بھی ان کے قدم نہ ڈگمگا سکی اور ان کے دل چھوٹے نہ کر سکی' پھر تم حضورؐ کی شہادت کی خبر سن کر اتنے کمزور کیوں ہو گئے' ربیون کے

بہت سے معنی آتے ہیں مثلاً علماء' ابرار' متقی عابد' زاہد' تابع فرمان وغیرہ وغیرہ' پس قرآن کریم ان کی اس مصیبت کے وقت دعا کو نقل کرتا ہے' پھر فرماتا ہے کہ انہیں دنیا کا ثواب نصرت و مدد' ظفر و اقبال ملا اور آخرت کی بھلائی اور اچھائی بھی اسی کے ساتھ جمع ہوئی' یہ محسن لوگ اللہ کے چہیتے بندے ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خٰسِرِينَ ۝۱۴۹ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِينَ ۝۱۵۰ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِينَ ۝۱۵۱

اے ایمان والو اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے (یعنی تمہیں مرتد بنادیں گے) پھر تم نامراد ہو جاؤ گے ○ بلکہ اللہ ہی تمہارا مولا ہے اور وہ ہی بہترین مددگار ہے ○ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری' ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور ان ظالموں کی بری جگہ ہے ○

کافر اور منافقوں کے ارادے اور غزوۂ احد کا پھر اندوہناک تذکرہ: ☆☆ (آیت: ۱۴۹-۱۵۱) اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو کافروں اور منافقوں کی باتوں کے ماننے سے روک رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اگر ان کی مانی تو دنیا اور آخرت کی ذلت تم پر آئے گی۔ ان کی چاہت تو یہی ہے کہ تمہیں دین اسلام سے ہٹا دیں' پھر فرماتا ہے مجھ ہی کو اپنا والی اور مددگار جانو' مجھ ہی سے دوستی کرو' مجھ ہی پر بھروسہ کرو' مجھ ہی سے مدد چاہو۔ پھر فرمایا کہ ان شریروں کے دلوں میں ان کے کفر کے سبب ڈر خوف ڈال دوں گا۔

بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے پانچ باتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں' میری مدد مہینہ بھر کی راہ تک رعب سے کی گئی ہے' میرے لئے زمین مسجد اور اس کی مٹی وضو کی پاک چیز بنائی گئی' میرے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے اور مجھے شفاعت دی گئی اور ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف سے مخصوص بھیجا جاتا تھا اور میری بعثت' میری نبوت تمام دنیا کیلئے عام ہوئی۔

مسند احمد میں ہے' آپ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں پر اور بعض روایتوں میں ہے تمام امتوں پر مجھے چار فضیلتیں عطا فرمائی ہیں' مجھے تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا' میرے اور میری امت کیلئے تمام زمین مسجد اور پاک بنائی گئی' میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے' وہیں اس کی مسجد اور اس کا وضو ہے' میرا دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہے' وہیں سے اللہ تعالیٰ اس کا دل رعب سے پر کر دیتا ہے اور وہ کانپنے لگتا ہے اور میرے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے۔ اور روایت میں ہے کہ میں مدد کیا گیا ہوں' میرے رعب سے ہر دشمن پر' مسند کی ایک اور حدیث میں ہے' مجھے پانچ چیزیں دی گئیں' میں ہر سرخ و سفید کی طرف بھیجا گیا' میرے لئے تمام زمین وضو اور مسجد بنائی گئی' میرے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے جو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے اور میری مدد مہینہ بھر کی راہ تک رعب سے کی گئی اور مجھے شفاعت دی گئی' تمام انبیاء نے شفاعت مانگ لی لیکن میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لوگوں کیلئے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

نہ کیا ہو بچا رکھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑائی سے لوٹ گیا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ تم اس کے حکم سے انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹنے لگے یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے (پست ہمت ہو گئے) اور حکم میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کرنے لگے اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھا دی' تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا' پھر تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمالے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمالیا' ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ○

(آیت:۱۵۲) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور تمہاری مدد کی' اس سے بھی یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ وعدہ احد کے دن کا تھا' تین ہزار دشمن کا لشکر تھا تاہم مقابلہ پر آتے ہی ان کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی' لیکن پھر تیر اندازوں کی نافرمانی کی وجہ سے اور بعض حضرات کی پست ہمتی کی بنا پر وہ وعدہ جو مشروط تھا' رک گیا' پس فرماتا ہے کہ تم انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹتے تھے شروع دن میں ہی اللہ نے تمہیں ان پر غالب کر دیا لیکن تم نے پھر بزدلی دکھائی اور نبی کی نافرمانی کی' ان کی بتائی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے اور آپس میں اختلاف کرنے لگے حالانکہ اللہ عزوجل نے تمہاری پسند کی چیز فتح دکھا دی تھی' یعنی مسلمان صاف طور پر غالب آ گئے تھے' مال غنیمت آنکھوں کے سامنے موجود تھا' کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے' تم میں سے بعض نے دنیا طلبی کی اور کفار کی ہزیمت کو دیکھ کر نبیؐ کے فرمان کا خیال نہ کر کے مال غنیمت کی طرف لپکے' گو بعض نیک نیت اور آخرت طلب بھی تھے لیکن اس نافرمانی وغیرہ کی بناء پر کفار کی پھر بن آئی اور ایک مرتبہ تمہاری پوری آزمائش ہو گئی' غالب ہو کر مغلوب ہو گئے۔ فتح کے بعد شکست ہو گئی لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس جرم کو معاف فرما دیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بظاہر تم ان سے تعداد میں اور اسباب میں کم تھے۔ خطاء کا معاف ہونا بھی عَفَا عَنْكُمْ میں داخل ہے اور یہ بھی مطلب ہے کہ کچھ یونہی سی گوشمالی کر کے کچھ بزرگوں کی شہادت کے بعد اس نے اپنی آزمائش کو اٹھا لیا اور باقی والوں کو معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ باایمان لوگوں پر فضل و کرم لطف و رحم ہی کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی مدد جیسی احد میں ہوئی ہے' کہیں نہیں ہوئی۔ اسی کے بارے میں ارشاد باری ہے کہ اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا لیکن پھر تمہارے (بعض لوگوں کے) کرتوتوں سے معاملہ برعکس ہو گیا' بعض لوگوں نے دنیا طلبی کر کے رسولؐ کی نافرمانی کی یعنی تیر اندازوں نے جنہیں حضورؐ نے پہاڑ کے درے پر کھڑا کیا تھا اور فرما دیا تھا کہ تم یہاں سے دشمنوں کی نگہبانی کرو۔ وہ تمہاری پیٹھ کی طرف سے نہ آ جائیں' اگر تم ہار دیکھو بھی' اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر تم ہر طرح غالب آ گئے تو بھی تم غنیمت جمع کرنے کیلئے بھی اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا' جب حضورؐ غالب آ گئے تو تیر اندازوں نے حکم عدولی کی اور وہ اپنی جگہ کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آ ملے اور مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا' صفوں کا کوئی خیال نہ رہا' درے کو خالی پا کر مشرکوں نے بھاگنا بند کیا اور غور و فکر کر کے اس جگہ حملہ کر دیا' چند مسلمانوں کی پیٹھ کے پیچھے سے ان کی بےخبری میں اس زور کا حملہ کیا گیا کہ مسلمانوں

کے قدم نہ جم سکے اور شروع دن کی فتح اب شکست سے بدل گئی اور یہ مشہور ہو گیا کہ حضورؐ بھی شہید ہو گئے اور لڑائی کے رنگ نے مسلمانوں کو اس بات کا یقین بھی دلا دیا' تھوڑی دیر بعد جبکہ مسلمانوں کی نظریں چہرہ مبارک پر پڑیں تو وہ اپنی سب کوفت اور ساری مصیبت بھول گئے اور خوشی کے مارے حضورؐ کی طرف لپکے' آپ ادھر آ رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا سخت غضب نازل ہوا ان لوگوں پر جنہوں نے اللہ کے رسولؐ کے چہرے کو خون آلودہ کر دیا' انہیں کوئی حق نہ تھا کہ اس طرح ہم پر غالب رہ جائیں' تھوڑی دیر میں ہم نے سنا کہ ابوسفیان پہاڑ کے نیچے کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا اُعْلُ ھُبَلُ اُعْلُ ھُبَلُ ہبل بت کا بول بالا ہو' ہبل بت کا بول بالا ہو' ابوبکر کہاں ہے؟ عمر کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا' حضورؐ اسے جواب دوں؟ آپؐ نے اجازت دی تو حضرت فاروقؓ نے اس کے جواب میں فرمایا اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ اللّٰہُ وَاَعْلٰی وَاَجَلُّ' اللہ بہت بلند ہے اور جلال وعزت والا ہے۔ اللہ بہت بلند اور جلال وعزت والا ہے' وہ پوچھنے لگا' بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں؟ ابوبکر کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا' یہ ہیں رسول اللہ ﷺ اور یہ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ ہوں میں عمر فاروقؓ۔ ابوسفیان کہنے لگا' یہ بدر کا بدلہ ہے' یونہی دھوپ چھاؤں الٹتی پلٹتی رہتی ہے' لڑائی کی مثال کنوئیں کے ڈول کی سی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' برابری کا معاملہ ہرگز نہیں تمہارے مقتول تو جہنم میں گئے اور ہمارے شہید جنت میں پہنچے' ابوسفیان کہنے لگا اگر یونہی ہو تو یقیناً ہم نقصان اور گھاٹے میں رہے' سنو تمہارے مقتولین میں بعض ناک کان کٹے لوگ بھی تم پاؤ گے گو یہ ہمارے سرداروں کی رائے سے نہیں ہوا لیکن ہمیں کچھ برا بھی نہیں معلوم ہوا' یہ حدیث غریب ہے اور یہ قصہ بھی عجیب ہے' یہ ابن عباسؓ کی مرسلات سے ہے اور وہ یا ان کے والد جنگ احد میں موجود نہ تھے' مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی فی دلائل النبوۃ میں بھی یہ مروی ہے اور صحیح احادیث میں اس کے بعض حصوں کے شواہد بھی ہیں کہ احد والے دن عورتیں مسلمانوں کے پیچھے تھیں جو زخمیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ مجھے تو پوری طرح یقین تھا کہ آج کے دن ہم میں کوئی ایک بھی طالب دنیا نہیں بلکہ اس وقت اگر مجھے اس بات پر قسم کھلوائی جاتی تو کھا لیتا لیکن قرآن میں یہ آیت اتری مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا ۵ یعنی تم میں سے بعض طالب دنیا بھی ہیں' جب صحابہؓ سے حضورؐ کے حکم کے خلاف آپ کی نافرمانی سرزد ہوئی تو ان کے قدم اکھڑ گئے' حضورؐ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو مہاجر باقی رہ گئے۔ جب مشرکین نے حضورؐ کو گھیر لیا تو آپؐ فرمانے لگے' اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو انہیں ہٹائے تو ایک انصاری اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جم غفیر کے مقابل تن تنہا داد شجاعت دینے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ پھر کفار نے حملہ کیا۔ آپؐ نے یہی فرمایا' ایک انصاری تیار ہو گئے اور اس بے جگری سے لڑے کہ انہیں آگے نہ بڑھنے دیا لیکن بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے یہاں تک کہ ساتوں صحابہؓ اللہ کے ہاں پہنچ گئے' اللہ ان سے خوش ہو' حضورؐ نے مہاجرین سے فرمایا افسوس ہم نے اپنے ساتھیوں سے منصفانہ معاملہ نہ کیا' اب ابوسفیان نے ہانک لگائی کہ اعل ہبل۔ آپؐ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ ابوسفیان نے کہا لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ ہمارا عزیٰ بت ہے۔ تمہارا کوئی عزیٰ نہیں' آپ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَالْکَافِرُوْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں' ابوسفیان کہنے لگا' آج کے دن بدر کے دن کا بدلہ ہے' کوئی دن ہمارا اور کوئی دن تمہارا' یہ تو ہاتھوں ہاتھ کا سودا ہے' ایک کے بدلے ایک ہے۔ حضورؐ نے فرمایا' ہرگز برابری نہیں' ہمارے شہداء زندہ ہیں' وہاں رزق دیئے جاتے ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں عذاب کئے جا رہے ہیں' پھر ابوسفیان بولا' تمہارے مقتولوں میں تم دیکھو گے کہ بعض کے کان ناک وغیرہ کاٹ لئے گئے ہیں لیکن میں نے نہ یہ کہا نہ اسے روکا نہ اسے میں نے پسند کیا نہ ناپسند' نہ مجھے یہ بھلا معلوم ہوا نہ برا۔

اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ چاک کر دیا گیا تھا اور ہندہ نے انکا کلیجہ لے کر چبایا تھا لیکن نگل نہ سکی تو اگل دیا' حضور علیہ السلام نے فرمایا' ناممکن تھا کہ اس کے پیٹ میں حمزہ کا ذرا سا گوشت بھی چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ حمزہؓ کے کسی عضو بدن کو

جہنم میں لے جانا نہیں چاہتا چنانچہ حمزہؓ کے جنازے کو اپنے سامنے رکھ کر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر ایک انصاریؓ کا جنازہ لایا گیا' وہ حضرت حمزہؓ کے پہلو میں رکھا گیا اور آپ نے پھر نماز جنازہ پڑھی' انصاریؓ کا جنازہ اٹھالیا گیا لیکن حضرت حمزہؓ کا جنازہ وہیں رہا اسی طرح ستر شخص لائے گئے اور حضرت حمزہ کی ستر دفعہ جنازے کی نماز پڑھی گئی (مسند)۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء سے مروی ہے کہ احد والے دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی۔ حضورؐ نے تیر اندازوں کی ایک جماعت کو الگ جمادیا اور انکا سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور فرمادیا کہ اگر تم ہمیں ان پر غالب آیا ہوا دیکھو تو بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور وہ ہم پر غالب آجائیں تو بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا' لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ کے فضل سے مشرکوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ عورتیں بھی تہبند اونچا کر کر کے پہاڑوں میں ادھر ادھر دوڑنے لگیں' اب تیر انداز گروہ غنیمت غنیمت کہتا ہوا نیچے اتر آیا' ان کے امیر نے انہیں ہر چند سمجھایا لیکن کسی نے ان کی نہ سنی' بس اب مشرکین مسلمانوں کی پیٹھ کی طرف سے آن پڑے اور ستر بزرگ شہید ہو گئے' ابوسفیان ایک ٹیلے پر چڑھ کر کہنے لگا' کیا محمدؐ حیات ہیں؟ کیا ابوبکرؓ موجود ہیں؟ کیا عمرؓ زندہ ہیں لیکن حضورؐ کے فرمان سے صحابہؓ خاموش رہے تو وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا یہ سب ہماری تلواروں کے گھاٹ اتر گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت عمرؓ کو تاب ضبط نہ رہی فرمانے لگے' اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے بحمد اللہ ہم سب موجود ہیں اور تیری تباہی اور بربادی کرنے والے زندہ ہیں' پھر وہ باتیں ہوئیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں' صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں مشرکوں کو ہزیمت ہوئی اور ابلیس نے آواز لگائی' اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے کی خبر لو' اگلی جماعتیں پچھلی جماعتوں پر ٹوٹ پڑیں' حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ان کے والد حضرت یمانؓ پر برس رہی ہیں' ہر چند کہتے رہے کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرے باپ یمان ہیں مگر کون سنتا تھا وہ یونہی شہید ہو گئے لیکن حضرت حذیفہؓ نے کچھ نہ کہا بلکہ فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے' حضرت حذیفہؓ کی یہ بھلائی ان کے آخر دم تک ان میں رہی۔

سیرت ابن اسحٰق میں ہے' حضرت زبیر بن عوام فرماتے ہیں' میں نے خود دیکھا کہ مشرک مسلمانوں کے اول حملہ میں ہی بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان کی عورتیں ہندہ وغیرہ تہمد اٹھائے تیز تیز دوڑ رہی تھیں لیکن اس کے بعد جب تیر اندازوں نے مرکز چھوڑا اور کفار نے سمٹ کر پیچھے کی طرف سے ہم پر حملہ کر دیا' ادھر کسی نے آواز لگائی کہ حضورؐ شہید ہو گئے پھر معاملہ برعکس ہو گیا ورنہ ہم مشرکین کے علم برداروں تک پہنچ چکے تھے اور جھنڈا اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا لیکن عمرہ بنت علقمہ حارثیہ عورت نے اسے تھام لیا اور قریش کا مجمع پھر یہاں جمع ہو گیا' حضرت انس بن مالکؓ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رنگ دیکھ کر حضرت عمرؓ حضرت طلحہؓ وغیرہ کے پاس آتے ہیں اور فرماتے ہیں تم نے کیوں ہمتیں چھوڑ دیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ حضورؐ تو شہید ہو گئے حضرت انسؓ نے فرمایا پھر تم جی کر کیا کرو گے یہ کہا اور مشرکین میں گھسے پھر لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ رب العزت سے جا ملے رضی اللہ تعالیٰ عنہ' یہ بدر والے دن جہاد میں نہیں پہنچ سکے تھے تو عہد کیا تھا کہ آئندہ اگر کوئی موقعہ آیا تو میں دکھادوں گا' چنانچہ اس جنگ میں وہ موجود تھے جب مسلمانوں میں کھلبلی مچی تو انہوں نے کہا' الٰہ میں مسلمانوں کے اس کام سے معذور ہوں اور مشرکوں کے اس کام سے بری ہوں' پھر اپنی تلوار لے کر آگے بڑھ گئے' راہ میں حضرت سعد بن معاذؓ سے ملے اور کہنے لگے' کہاں جا رہے ہو؟ مجھے تو جنت کی خوشبو کی لپٹیں احد پہاڑ سے چلی آ رہی ہیں چنانچہ مشرکوں میں گھس گئے اور بڑی بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شہادت حاصل کی اسی سے زیادہ تیر و تلوار کے زخم بدن پر آئے تھے' پہچانے نہ جاتے تھے' انگلی کو دیکھ کر پہچانے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک حاجی نے بیت اللہ شریف میں ایک مجلس دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا قریشی ہیں؟ پوچھا' ان کے شیخ کون ہیں؟ جواب ملا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں' اب وہ آیا اور کہنے لگا' میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' پوچھو' اس نے کہا' آپ کو اس بیت اللہ کی حرمت کی قسم' کیا آپ کو علم ہے کہ (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) احد والے دن بھاگ گئے تھے؟ آپ نے جواب دیا' ہاں۔ کہا' کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر والے دن بھی حاضر نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا' ہاں' کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت الرضوان میں بھی شریک نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا' یہ بھی ٹھیک ہے' اب اس نے (خوش ہوکر) تکبیر کہی' حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' ادھر آ' اب میں تجھے پورے واقعات سناؤں' احد کے دن کا بھاگنا تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا' بدر کے دن کی غیر حاضری کا باعث یہ ہوا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور وہ اس وقت سخت بیمار تھیں تو خود حضورؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم نہ آؤ' مدینہ میں ہی رہو' تمہیں اللہ تعالیٰ اس جنگ میں حاضر ہونے کا اجر دے گا اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ ہے۔

بیعت الرضوان کا واقعہ یہ ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کے پاس اپنا پیغام دے کر حضرت عثمانؓ کو بھیجا تھا۔ اس لئے کہ مکہ میں جو عزت انہیں حاصل تھی' کسی اور کو اتنی نہ تھی' ان کے تشریف لے جانے کے بعد یہ بیعت لی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ کھڑا کر کے کہا' یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے' پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا (گویا بیعت کی) پھر اس شخص سے کہا' اب جاؤ اور اسے ساتھ لے جاؤ۔

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰٓ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيٓ أُخْرَىٰكُمْ فَأَثَٰبَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ أَصَٰبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾

جبکہ تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہیں کرتے تھے اور اللہ کے رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے آوازیں دے رہے تھے' پس تمہیں غم پر غم پہنچا تاکہ تم نہ تو فوت شدہ چیز پر غمگین ہو اور نہ ملی ہوئی چیز پر اداس ہو' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے ○

(آیت:۱۵۳) پھر فرمایا اِذْ تُصْعِدُوْنَ الخ یعنی تم اپنے دشمن سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور مارے خوف و دہشت کے دوسری جانب توجہ بھی نہیں کرتے تھے' رسولؐ کو بھی تم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ وہ تمہیں آوازیں دے رہے تھے اور سمجھا رہے تھے کہ بھاگو نہیں۔ لوٹ آؤ' حضرت سدیؒ فرماتے ہیں۔ مشرکین کے اس خفیہ اور پرزور اور اچانک حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے' کچھ تو مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ کچھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اللہ کے نبیؐ آوازیں دیتے رہے کہ اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اس واقعہ کا بیان اس آیت میں ہے عبداللہ بن زحری شاعر نے اس واقعہ کو نظم میں بھی ادا کیا ہے' آنحضرت ﷺ اس وقت صرف بارہ آدمیوں کے ساتھ رہ گئے تھے' مسند احمد کی ایک طویل حدیث میں بھی ان تمام واقعات کا ذکر ہے' دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب ہزیمت ہوئی' تب حضورؐ کے ساتھ صرف گیارہ شخص رہ گئے اور ایک حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' آپ پہاڑ پر چڑھنے لگے لیکن مشرکین نے آگھیرا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا' کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے۔

حضرت طلحہؓ نے اس آواز پر فوراً لبیک کہا اور تیار ہو گئے لیکن آپؐ نے فرمایا' تم ابھی ٹھہر جاؤ' اب ایک انصاری تیار ہوئے اور وہ

ان سے لڑنے لگے یہاں تک کہ شہید ہوئے اسی طرح سب کے سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور اب صرف حضرت طلحہؓ رہ گئے۔ گو یہ بزرگ ہر مرتبہ تیار ہو جاتے تھے لیکن حضورؐ انہیں روک لیا کرتے تھے۔ آخر یہ مقابلہ پر آئے اور اس طرح جم کر لڑے کہ ان سب کی لڑائی ایک طرف اور یہ ایک طرف' اس لڑائی میں ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو زبان سے حس نکل گیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہہ دیتے یا اللہ کا نام لیتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور آسمان کی بلندی کی طرف لے چڑھتے اور لوگ دیکھتے رہتے' اب نبی ﷺ اپنے صحابہؓ کے مجمع میں پہنچ چکے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے' حضرت قیس بن حازمؒ فرماتے ہیں' میں نے دیکھا حضرت طلحہؓ کا وہ ہاتھ جسے انہوں نے ڈھال بنایا تھا' شل ہو گیا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں' میرے پاس حضورؐ نے اپنی ترکش سے احد والے دن تمام تیر پھیلا دیئے اور فرمایا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں' لے مشرکین کو مار' آپ اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے تھے اور میں تاک تاک کر مشرکین کو مارتا جاتا تھا' اس دن میں نے دو شخصوں کو دیکھا کہ حضورؐ کے دائیں بائیں تھے اور سخت تر جنگ کر رہے تھے۔ میں نے نہ تو اس سے پہلے کبھی انہیں دیکھا تھا نہ اس کے بعد' یہ دونوں حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو بزرگ حضورؐ کے ساتھ بھگدڑ کے بعد تھے اور ایک ایک ہو کر شہید ہوئے تھے' انہیں آپؐ فرماتے جاتے تھے کہ کوئی ہے جو انہیں روکے اور جنت میں جائے اور میرا رفیق بنے۔

ابی بن خلف نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کروں گا' جب حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا وہ تو نہیں بلکہ میں ان شاء اللہ اسے قتل کروں گا۔ احد والے دن یہ خبیث سر تا پا لوہے میں غرق زرہ بکتر لگائے ہوئے حضورؐ کی طرف بڑھا اور یہ کہتا آتا تھا کہ اگر محمد (ﷺ) بچ گئے تو میں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالوں گا' ادھر سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ناہنجار کی طرف بڑھے لیکن آپؓ شہید ہو گئے۔ اب حضورؐ اس کی طرف بڑھے' اس کا سارا جسم لوہے میں چھپا ہوا تھا۔ صرف ذرا سی پیشانی نظر آ رہی تھی۔ آپ نے اپنا نیزہ تاک کر وہیں لگایا جو ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور یہ تیورا کر گھوڑے پر سے گرا گو اس زخم سے خون بھی نہ نکلا تھا لیکن اس کی یہ حالت تھی کہ بلبلا رہا تھا۔ لوگوں نے اسے اٹھا لیا' لشکر میں لے گئے اور تشفی دینے لگے کہ ایسا کوئی کاری زخم نہیں لگا' کیوں اس قدر نامردی کرتا ہے۔ آخر ان کے طعنوں سے مجبور ہو کر اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے' میں ابی کو قتل کروں گا' سچ مانو۔ اب میں کبھی نہیں بچ سکتا۔ تم اس پر نہ جاؤ کہ مجھے ذرا سی خراش ہی آئی ہے' اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر کل اہل ذی المجاز کو اتنا زخم اس ہاتھ سے لگ جاتا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ پس یونہی تڑپتے تڑپتے اور بلکتے بلکتے اس جہنمی کی ہلاکت ہوئی اور مر کر جہنم رسید ہوا۔

معازی محمد بن اسحاق میں ہے کہ جب یہ شخص حضورؐ کے سامنے ہوا تو صحابہؓ نے اس کے مقابلہ کی خواہش کی لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا اور فرمایا' اسے آنے دو' جب وہ قریب آ گیا تو آپؐ نے حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر وار کیا اور وہ لڑکھڑا کر گھوڑے پر سے گرا۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ بطن رابغ میں اس کافر کو موت آئی' ایک مرتبہ میں پچھلی رات یہاں سے گزرا تو میں نے ایک جگہ سے آگ کے دہشت ناک شعلے اٹھتے ہوئے دیکھے اور دیکھا کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے اس آگ میں گھسیٹا جا رہا ہے اور وہ پیاس پیاس کر رہا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے اسے پانی نہ دینا۔ یہ پیغمبر کے ہاتھ کا مارا ہوا ہے' یہ ابی بن خلف ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے آپؐ اپنے سامنے کے چار دانتوں کی طرف جنہیں مشرکین نے احد والے دن شہید کیا تھا۔

اشارہ کر کے فرما رہے تھے اللہ کا سخت تر غضب ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنے نبیؐ کے ساتھ یہ کیا اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب ہے جسے اللہ کا رسولؐ اللہ کی راہ میں قتل کرے۔ اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کا چہرہ زخمی کیا' عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ حضورؐ کو یہ زخم لگا تھا' سامنے کے چار دانت ٹوٹ گئے تھے' رخسار پر زخم آیا تھا اور ہونٹ پر بھی' حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرمایا کرتے تھے' مجھے جس قدر اس شخص کے قتل کی حرص تھی' کسی اور کے قتل کی نہ تھی۔ یہ شخص بڑا بدخلق تھا اور ساری قوم سے اس کی دشمنی تھی' اس کی برائی میں حضورؐ کا یہ فرمان کافی ہے کہ نبیؐ کو زخمی کرنے والے پر اللہ سخت غضبناک ہے۔ عبدالرزاق میں ہے حضورؐ نے اس کیلئے بددعا کی کہ اے اللہ سال بھر میں یہ ہلاک ہو جائے اور کفر پر اس کی موت ہو چنانچہ یہی ہوا اور یہ بدبخت کافر مرا اور جہنم واصل ہوا۔ ایک مہاجر کا بیان ہے کہ چاروں طرف سے احد والے دن حضورؐ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی لیکن اللہ کی قدرت سے وہ سب پھیر دیئے جاتے تھے۔

عبداللہ بن شہاب زہری نے اس دن قسم کھا کر کہا کہ مجھے محمدؐ کو دکھا دو وہ آج میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا' اگر وہ نجات پا گیا تو میری نجات نہیں' اب وہ حضورؐ کی طرف لپکا اور بالکل آپ کے پاس آ گیا۔ اس وقت حضورؐ کے ساتھ کوئی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اسے حضورؐ نظر ہی نہ آئے جب وہ نامراد پلٹا تو صفوان نے اسے طعنہ زنی کی اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہیں ہمارے ہاتھ نہیں لگنے کے سنو! ہم چار شخصوں نے ان کے قتل کا پختہ مشورہ کیا تھا اور آپس میں عہد و پیمان کئے تھے ہم نے ہر چند چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ واقدی کہتے ہیں لیکن ثابت شدہ بات یہ ہے کہ حضورؐ کی پیشانی کو زخمی کرنے والا ابن قمیہ اور ہونٹ اور دانتوں پر صدمہ پہنچانے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب احد کا ذکر فرماتے تو صاف کہتے کہ اس دن کی تمام تر فضیلت کا سہرا حضرت طلحہؓ کے سر ہے۔ میں جب لوٹ کر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضورؐ کی حمایت میں جان ٹکائے لڑ رہا ہے میں نے کہا اللہ کرے یہ طلحہ ہو۔ اب جو قریب آ کر دیکھا تو طلحہؓ ہی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے کہا الحمدللہ میری ہی قوم کا ایک شخص ہے' میرے اور مشرکوں کے درمیان ایک شخص تھا جو مشرکین میں کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے بے پناہ حملے مشرکوں کی ہمت توڑ رہے تھے' غور سے دیکھا تو وہ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے' اب جو میں نے بغور حضورؐ کی طرف دیکھا تو آپ کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے ہیں۔ چہرہ زخمی ہو رہا ہے اور پیشانی میں زرہ کی دو کڑیاں کھب گئی ہیں۔ میں آپ کی طرف لپکا لیکن آپؐ نے فرمایا' ابوطلحہؓ کی خبر لو' میں نے چاہا کہ حضورؐ کے چہرے میں سے وہ دونوں کڑیاں نکالوں لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے مجھے قسم دے کر روک دیا اور خود قریب آئے اور ہاتھ سے نکالنے میں زیادہ تکلیف محسوس کر کے دانتوں سے پکڑ کر ایک کو نکال لیا لیکن اس میں ان کا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ میں نے اب پھر چاہا کہ دوسری میں نکال لوں لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے پھر قسم دی تو میں رک رہا۔ انہوں نے پھر دوسری کڑی نکالی اب کی مرتبہ بھی ان کے دانت ٹوٹے اس سے فارغ ہو کر ہم حضرت طلحہؓ کی طرف متوجہ ہوئے ہم نے دیکھا کہ ستر سے زیادہ زخم انہیں لگ چکے ہیں انگلیاں کٹ گئی ہیں ہم نے پھر ان کی بھی خبر لی حضورؐ کے زخم کا خون حضرت ابوسعید خدریؓ نے چوسا تاکہ خون تھم جائے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ کلی کر ڈالو لیکن انہوں نے کہا' اللہ کی قسم میں کلی نہ کروں گا' پھر میدان جنگ میں چلے گئے۔

حضورؐ نے فرمایا' اگر کوئی شخص جنتی شخص کو دیکھنا چاہتا ہو تو انہیں دیکھ لے' چنانچہ یہ اسی میدان میں شہید ہوئے۔ صحیح بخاری شریف میں

ہے کہ حضورؐ کا چہرہ زخمی ہوا' سامنے کے دانت ٹوٹے' سر کا خود ٹوٹا' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خون دھوتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی لالا کر ڈالتے جاتے تھے۔ جب دیکھا کہ خون کسی طرح تھمتا ہی نہیں تو حضرت فاطمہؓ نے بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم پر رکھ دی جس سے خون بند ہوا۔

پھر فرماتا ہے' تمہیں غم پر غم پہنچا' بغم کا با معنی میں علیٰ کے ہے جیسے فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ میں فی معنی میں علیٰ کے ہے۔ ایک غم تو شکست کا تھا جبکہ یہ مشہور ہو گیا کہ (اللہ نہ کرے) حضورؐ کی جان پر بن آئی' دوسرا غم مشرکوں کا پہاڑ کے اوپر غالب آ کر چڑھ جانے کا جبکہ حضورؐ فرماتے تھے یہ بلندی کے لائق نہ تھے' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں ایک غم شکست کا' دوسرا غم حضور ﷺ کے قتل کی خبر کا اور یہ غم پہلے غم سے زیادہ تھا' اسی طرح یہ بھی ہے کہ ایک غم تو غنیمت کا ہاتھ میں آ کر نکل جانے کا تھا۔ دوسرا شکست ہونے کا' اسی طرح ایک اپنے بھائیوں کے قتل کا غم' دوسرا حضورؐ کی نسبت ایسی منحوس خبر کا غم۔ پھر فرماتا ہے جو غنیمت اور فتح مندی تمہارے ہاتھوں سے گئی اور جو زخم و شہادت ملی' اس پر غم نہ کھاؤ' اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو بلندی اور جلال والا ہے' وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى
طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ
يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ
هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ
يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ
لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ
بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ
قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا
مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ
بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع ۱۶ ۷

پھر اس نے اس غم کے بعد تم پر امن نازل فرمایا اور تم میں سے ایک جماعت کو امن کی نیند آنے لگی۔ ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ وہ

اللہ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بدگمانیاں کر رہے تھے' اور کہتے تھے' کیا ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟ تو کہہ دے کہ کام تو کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ لوگ اپنے دلوں کے بھید تجھے نہیں بتاتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے۔ کہہ دے' اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے' پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا' وہ تو مقتل کی طرف نکل کھڑے ہوئے ○ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کی باتوں کا آزمانا اور تمہارے دل کے ارادوں کا نکھارنا تھا۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے آگاہ ہے ○ تم میں سے جن لوگوں نے اس دن پیٹھ دکھائی جس دن دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ ہوگئی تھی' یہ لوگ اپنے بعض کرتوتوں کے باعث شیطانی اغوا میں آ گئے لیکن یقین جانو کہ اللہ نے انہیں معاف فرما دیا' اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور تحمل والا ہے ○

تلواروں کے سایہ میں ایمان کی جانچ : ☆☆ (آیت:۱۵۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس غم و رنج کے وقت جو احسان فرمایا تھا' اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اس نے ان پر اونگھ ڈال دی۔ ہتھیار ہاتھ میں ہیں' دشمن سامنے ہے لیکن دل میں اتنی تسکین ہے کہ آنکھیں اونگھ سے جھکی جا رہی ہیں جو امن و امان کا نشان ہے جیسے سورہ انفال میں بدر کے واقعہ میں ہے اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ[1] یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن بصورت اونگھ نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' لڑائی کے وقت ان کی اونگھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں اونگھ کا آنا شیطانی حکمت ہے' حضرت ابوطلحہؓ کا بیان ہے کہ احد والے دن مجھے اس زور کی اونگھ آنے لگی کہ بار بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ گئی' آپ فرماتے ہیں' جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو تقریباً ہر شخص کو اسی حالت میں پایا' ہاں البتہ ایک جماعت وہ بھی تھی جن کے دلوں میں نفاق تھا۔ یہ مارے خوف و دہشت کے ہلکان ہو رہے تھے اور ان کی بدگمانیاں اور برے خیال حد کو پہنچ گئے تھے۔

پس اہل ایمان' اہل یقین' اہل ثبات' اہل توکل اور اہل صدق تو یقین کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی ضرور مدد کرے گا اور ان کی منہ مانگی مراد پوری ہو کر رہے گی لیکن اہل نفاق' اہل شک' بے یقین' ڈھلمل ایمان والوں کی عجب حالت تھی۔ ان کی جان عذاب میں تھی۔ وہ ہائے وائے کر رہے تھے اور ان کے دل میں طرح طرح کے وسواس پیدا ہو رہے تھے۔ انہیں یقین کامل ہو گیا تھا کہ اب مرے' وہ جان چکے تھے کہ رسول اور مومن (نعوذ باللہ) اب بچ کر نہیں جائیں گے۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ فی الواقع منافقوں کا یہی حال ہے کہ جہاں ذرا نیچا پانسہ دیکھا تو ناامیدی کی گھنگھور گھٹاؤں نے انہیں گھیر لیا۔ ان کے برخلاف ایماندار بد سے بدتر حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھتا ہے۔

ان کے دلوں کے خیالات یہ تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی بس چلتا تو آج کی موت سے بچ جاتے اور چپکے چپکے یوں کہتے بھی تھے' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس سخت خوف کے وقت ہمیں تو اس قدر نیند آنے لگی کہ ہماری ٹھوڑیاں سینوں سے لگ گئیں۔ میں نے اپنی اسی حالت میں معتب بن قشیر کے یہ الفاظ سنے کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں' مرنے کا وقت نہیں ٹلتا' گو تم گھروں میں ہوتے لیکن پھر بھی جن پر یہاں کٹنا لکھا جا چکا تھا' وہ گھروں کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے اور یہاں میدان میں آ کر ڈٹ گئے اور اللہ کا لکھا پورا اترا۔ یہ وقت اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے ارادوں اور تمہارے مخفی بھیدوں کو بے نقاب کرے' اس آزمائش سے بھلے اور برے' نیک اور بد میں تمیز ہو گئی' اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں اور ارادوں سے پوری طرح واقف ہے' اس نے اس ذرا سے واقعہ سے منافقوں کو بے نقاب کر دیا اور مسلمانوں کا بھی ظاہری امتحان ہو گیا۔ اب سچے مسلمانوں کی لغزش کا بیان ہو رہا ہے جو انسانی کمزوری کی وجہ سے ان سے سرزد ہوئی۔ فرماتا ہے شیطان نے یہ لغزش ان سے کرا دی دراصل یہ سب ان کے عمل کا نتیجہ تھا نہ یہ رسولؐ کی نافرمانی کرتے نہ ان کے قدم اکھڑتے' انہیں اللہ تعالیٰ معذور جانتا ہے اور

ان سے اس نے درگزر فرمالیا اور ان کی اس خطا کو معاف کر دیا' اللہ کا کام ہی درگزر کرنا' بخشنا' معاف فرمانا حلم اور بردباری برتنا تحمل اور عفو کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ وغیرہ کی اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا' آخر تم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ سے اس قدر کیوں بگڑے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا' اس سے کہہ دو کہ میں نے احد والے دن فرار نہیں کیا' بدر کے غزوے میں غیر حاضر نہیں رہا اور نہ سنت عمرؓ ترک کی' ولید نے جا کر حضرت عثمانؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ قرآن کہہ رہا ہے وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی احد والے دن کی اس لغزش سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا۔ پھر جس خطا کو اللہ نے معاف کر دیا' اس پر عذر لانا کیا؟ بدر والے دن میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی میری بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری میں مصروف تھا یہاں تک کہ وہ اسی بیماری میں فوت ہو گئیں چنانچہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا اور ظاہر ہے کہ حصہ انہیں ملتا ہے جو موجود ہوں۔ پس حکماً میری موجودگی ثابت ہوئی ہے' رہی سنت عمرؓ اس کی طاقت نہ مجھ میں ہے نہ عبدالرحمٰن میں' جاؤ انہیں یہ جواب بھی پہنچا دو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا
لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ
كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ
حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ
لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾
وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾

ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے حق میں جبکہ وہ سفر میں ہوں یا جہاد میں ہوں' کہا کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مار ڈالے جاتے' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس خیال کو اللہ تعالیٰ ان کی دلی حسرت کا سبب بنا دے' اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے ○ قسم ہے اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کئے جاؤ یا اپنی موت مرو بیشک اللہ کی بخشش و رحمت اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کر رہے ہیں ○ بالیقین خواہ تم مر جاؤ' خواہ مار ڈالے جاؤ' جمع تو اللہ کی طرف ہی کئے جاؤ گے ○

باطل خیالات کی نشاندہی: ☆☆ (آیت: ۱۵۶-۱۵۸) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کافروں جیسے فاسد اعتقاد رکھنے کی ممانعت فرما رہا ہے۔ یہ کفار سمجھتے تھے کہ ان کے لوگ جو سفر میں یا لڑائی میں مرے' اگر وہ سفر اور لڑائی نہ کرتے تو نہ مرتے' پھر فرماتا ہے کہ یہ باطل خیال بھی ان کی حسرت و افسوس کا بڑھانے والا ہے' دراصل موت و حیات اللہ کے ہاتھ ہے' مرتا ہے اس کی چاہت سے اور زندگی ملتی ہے تو اس کے ارادے سے' تمام امور کا جاری کرنا اس کے قبضہ میں ہے۔ اس کی قضا و قدر ٹلتی نہیں۔ اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے کوئی چیز باہر نہیں تمام مخلوق کے ہر ہر امر کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ دوسری آیت بتلا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونا یا مرنا اللہ کی مغفرت و رحمت کا ذریعہ ہے اور یہ قطعاً

دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ یہ فانی ہے اور وہ باقی اور ابدی ہے- پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خواہ کسی طرح دنیا چھوڑ و مر کر یا قتل ہو کر لوٹنا تو اللہ ہی کی طرف ہے پھر اپنے اعمال کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے برا ہو تو' بھلا ہو تو-!

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

اللہ کی رحمت کے باعث تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو بد زبان اور سخت ہوتا تو یہ سب تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے- تو ان سے درگذر کر اور ان کے لئے استغفار کر اور کام کا مشورہ ان سے کر لیا کر پھر جب تیرا پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کر' بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ○

اسوۂ حسنہ کے مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: ☆☆ (آیت:۱۵۹-۱۶۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر اور مسلمانوں پر اپنا احسان جتاتا ہے کہ نبیؐ کے ماننے والوں اور ان کی نافرمانی سے بچنے والوں کیلئے اللہ نے نبیؐ کے دل کو نرم کر دیا ہے- اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو اتنی نرمی اور آسانی نہ ہوتی- حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' ما صلہ ہے جو معرفہ کے ساتھ عرب ملا دیا کرتے ہیں جیسے فَبِمَا نَقْضِهِمْ الخ' میں اور نکرہ کے ساتھ بھی ملا دیتے ہیں جیسے عَمَّا قَلِيْلٍ میں اسی طرح یہاں ہے یعنی اللہ کی رحمت سے تو ان کیلئے نرم دل ہوا ہے- حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں' یہ حضورؐ کے اخلاق ہیں جن پر آپ کی بعثت ہوئی ہے- یہ آیت ٹھیک اس جیسی ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ الخ' یعنی تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے جس پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے- جو تمہاری بھلائی کے حریص ہیں- جو مومنوں پر شفقت اور رحم کرنے والے ہیں- مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا' اے ابوامامہ بعض مومن وہ ہیں جن کیلئے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے- فَظًّا سے مراد یہاں سخت کلام ہے کیونکہ اس کے بعد غَلِيْظَ الْقَلْبِ کا لفظ ہے یعنی سخت دل' فرمان ہے کہ اے نبی اکرم تم سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے اور تمہیں چھوڑ دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آپؐ کے جاں نثار و شیدا بنا دیا ہے اور آپؐ کو بھی ان کیلئے محبت اور نرمی عطا فرمائی اور تاکہ ان کے دل آپؐ سے لگے رہیں- حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی صفتوں کو اگلی کتابوں میں بھی پاتا ہوں کہ آپؐ سخت کلام' سخت دل' بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے نہیں بلکہ درگزر کرنے والے اور معافی دینے والے ہیں- ترمذی کی ایک غریب حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' لوگوں کی آؤ بھگت' خیر خواہی اور چشم پوشی کا مجھے اللہ کی جانب سے اسی طرح کا حکم کیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا۔

چنانچہ اس آیت میں بھی فرمان ہے' تو ان سے درگزر کر' ان کیلئے استغفار کر اور کاموں کا مشورہ ان سے لیا کر' اسی لئے حضورؐ کی عادت مبارک تھی کہ لوگوں کو خوش کرنے کیلئے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے جیسے کہ بدر والے دن قافلے کی طرف بڑھنے کیلئے مشورہ لیا اور صحابہؓ نے کہا کہ اگر آپؐ سمندر کے کنارے پر کھڑا کر کے ہمیں فرمائیں گے کہ اس میں کود پڑو اور اس پار نکلو تو ہم سرتابی نہ کریں گے اور اگر ہمیں برک الغماد تک لے جانا چاہیں تو بھی ہم آپؐ کے ساتھ ہیں ہم وہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابیوںؑ کی طرح کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب لڑ لے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو آپؐ کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے' اسی طرح آپؐ نے اس

بات کا مشورہ بھی لیا کہ منزل کہاں ہو؟ اور منذر بن عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر ان کے سامنے ہو اسی طرح احد کے موقعہ پر بھی آپؐ نے شوریٰ کیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں اور جمہور کی رائے یہی ہوئی کہ باہر میدان میں جا کر لڑنا چاہئے چنانچہ آپؐ نے یہی کیا اور آپؐ نے جنگ احزاب کے موقعہ پر بھی اپنے اصحابؓ سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے؟ تو حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا انکار کیا اور آپ نے اس مشورے کو قبول کر لیا اور مصالحت چھوڑ دی' اسی طرح آپؐ نے حدیبیہ والے دن اس امر کا مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں کا دھاوا بول دیں؟ تو حضرت صدیقؓ نے فرمایا' ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے' ہمارا ارادہ صرف عمرے کا ہے چنانچہ اسے بھی آپؐ نے منظور فرما لیا۔ اسی طرح جب منافقین نے آپ کی بیوی صاحبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو آپؐ نے فرمایا' اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کا میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں' اللہ کی قسم میرے گھر والوں میں کوئی برائی نہیں اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں' واللہ میرے نزدیک تو وہ بھی بھلا آدمی ہے اور آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی جدائی کیلئے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے مشورہ لیا' غرض لڑائی کے کاموں میں اور دیگر امور میں بھی حضور صحابہؓ سے شوریٰ کیا کرتے تھے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ مشورے کا حکم آپؐ کو بطور وجوب کے دیا تھا یا اختیاری امر تھا تا کہ لوگوں کے دل خوش رہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے (حاکم) یہ دونوں حضورؐ کے حواری اور آپ کے وزیر تھے اور مسلمانوں کے باپ ہیں (کلبی) مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بزرگوں سے فرمایا' اگر تمہاری دونوں کی کسی امر میں ایک رائے ہو جائے تو میں تمہارے خلاف کبھی نہ کروں گا۔ حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ عزم کے کیا معنی ہیں تو آپؐ نے فرمایا جب عقلمند لوگوں سے مشورہ کیا جائے' پھر ان کی مان لینا چاہئے (ابن مردویہ) ابن ماجہ میں آپؐ کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ جس سے مشورہ کیا جائے' وہ امین ہے۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ اسے حسن کہتے ہیں' اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے تو اسے چاہئے' بھلی بات کا مشورہ دے (ابن ماجہ) پھر فرمایا جب تم کسی کام کا مشورہ کر چکو' پھر اس کے کرنے کا پختہ ارادہ ہو جائے تو اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو' اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر دوسری آیت کا ارشاد بالکل اسی طرح کا ہے جو پہلے گزرا ہے کہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ یعنی مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمتوں والا ہے۔ پھر حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو توکل اور بھروسہ ذات باری پر ہی ہونا چاہئے۔ پھر فرماتا ہے نبی کو لائق نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ عباسؓ فرماتے ہیں' بدر کے دن ایک سرخ رنگ چادر نہیں ملتی تھی تو لوگوں نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے لے لی ہو۔ اس پر یہ آیت اتری (ترمذی) اور روایت میں ہے کہ منافقوں نے حضورؐ پر کسی چیز کی تہمت لگائی تھی جس پر آیت وَمَا کَانَ اتری' پس ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' رسولوں کے سردارؐ ہر قسم کی خیانت سے' بیجا طرفداری سے مبرا اور منزہ ہیں خواہ وہ مال کی تقسیم ہو یا امانت کی ادائیگی ہو' حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبیؐ جانبداری نہیں کر سکتا کہ بعض لشکریوں کو دے اور بعض کو ان کا حصہ نہ پہنچائے۔ اس آیت کی یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نبیؐ اللہ کی نازل کردہ کسی چیز کو چھپا لے اور امت تک نہ پہنچائے۔

یغل کے معنی اور خائن: ☆☆ یَغُلُّ کو "یے" کے پیش سے بھی پڑھا گیا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ نبی کی ذات ایسی نہیں کہ ان کے پاس والے ان کی خیانت کریں' چنانچہ حضرت قتادہؓ اور حضرت ربیعؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن آپؐ کے اصحابؓ نے مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لیا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری (ابن جریرؒ)

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ
يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے O ناممکن ہے کہ نبی سے خیانت ہو جائے ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہو گا۔ پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے O

(آیت: ۱۶۰-۱۶۱) پھر خائن لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے اور سخت عذاب کی خبر دی جاتی ہے۔ احادیث میں بھی اس کی بابت بہت کچھ سخت وعید ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے بڑا خیانت کرنے والا وہ شخص ہے جو پڑوسی کے کھیت کی زمین یا اس کے گھر کی زمین دبا لے۔ اگر ایک ہاتھ زمین بھی ناحق اپنی طرف کر لے گا تو ساتوں زمینوں کا طوق اسے پہنایا جائے گا۔ مسند کی اور حدیث میں ہے' جسے ہم حاکم بنائیں گے' اگر اس کا گھر نہ ہو تو وہ گھر بنا سکتا ہے' بیوی نہ ہو تو کر سکتا ہے' اس کے سوا اگر کچھ اور لے گا تو خائن ہو گا۔ یہ حدیث ابو داؤد میں بھی دیگر الفاظ سے منقول ہے' ابن جریرؒ کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' میں تم میں سے اس شخص کو پہچانتا ہوں جو چلاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے قیامت کے دن آئیگا اور میرا نام لے لے کر مجھے پکارے گا' میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تجھے کام نہیں آ سکتا' میں تو پہنچا چکا تھا' اسے بھی میں پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے گا' جو بول رہا ہو گا' یہ بھی کہے گا کہ اے محمدؐ اے محمدؐ! میں کہوں گا' میں تیرے لئے اللہ کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو تبلیغ کر چکا تھا اور میں اسے بھی پہچانوں گا جو اسی طرح گھوڑے کو لادے ہوئے آئے گا جو ہنہنا رہا ہو گا وہ بھی مجھے پکارے گا اور میں کہہ دوں گا کہ میں تو پہنچا چکا تھا۔ آج کچھ کام نہیں آ سکتا اور اس شخص کو بھی میں پہچانتا ہوں جو کھالیں لئے ہوئے حاضر ہو گا اور کہہ رہا ہو گا یا محمدؐ یا محمدؐ! میں کہوں گا' میں اللہ کے پاس کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا' میں تجھے حق و باطل بتا چکا تھا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو حاکم بنا کر بھیجا جسے ابن اللتبیہ کہتے تھے۔ یہ جب زکوٰۃ وصول کر کے آئے تو کہنے لگے' یہ تو تمہارا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے' نبی ﷺ منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے' ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم انہیں کسی کام پر بھیجتے ہیں تو آ کر کہتے ہیں یہ تمہارا اور یہ ہمارے تحفے کا' یہ اپنے گھروں میں ہی بیٹھے رہتے پھر دیکھتے کہ انہیں تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے' تم میں سے جو کوئی اس میں سے کوئی چیز بھی لے لے گا' وہ قیامت کے دن اسے گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا۔ اونٹ ہے تو چلا رہا ہو گا' گائے ہے تو بول رہی ہو گی' بکری ہے تو چیخ رہی ہو گی۔ پھر آپؐ نے ہاتھ اس قدر بلند کئے کہ بغلوں کی سفیدی ہمیں نظر آنے لگی اور تین مرتبہ فرمایا۔ اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا؟ مسند احمد کی ایک ضعیف حدیث میں ہے' ایسے تحصیلداروں اور حاکموں کو جو تحفے ملیں' وہ خیانت ہیں۔ یہ روایت صرف مسند احمد میں ضعیف ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اگلی مطول

روایت کا ماحصل ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن میں بھیجا' جب میں چل دیا تو آپؐ نے مجھے بلوایا' جب میں واپس آیا تو فرمایا میں نے تمہیں صرف ایک بات کہنے کیلئے بلوایا ہے کہ میری اجازت کے بغیر تم جو کچھ لو گے' وہ خیانت ہے اور ہر خائن اپنی خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن آئے گا۔ بس یہی کہنا تھا جاؤ اپنے کام میں لگو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے ایک روز کھڑے ہو کر خیانت کا ذکر کیا اور اس کے بڑے بڑے گناہ اور وبال بیان فرما کر ہمیں ڈرایا۔ پھر جانوروں کو لئے ہوئے قیامت کے دن آنے' حضورؐ سے فریاد رسی کی عرض کرنے اور آپؐ کے انکار کر دینے کا ذکر کیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اس میں سونے چاندی کا ذکر بھی ہے' یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا' اے لوگو! جسے ہم عامل بنائیں اور پھر وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے بھی ہلکی چیز چھپائے تو وہ خیانت ہے جسے لے کر وہ قیامت کے دن حاضر ہوگا' یہ سن کر ایک سانولے رنگ کے انصاری حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے حضورؐ میں تو عامل بننے سے دستبردار ہوتا ہوں' فرمایا کیوں؟ کہا آپؐ نے جو اس طرح فرمایا' آپؐ نے فرمایا ہاں' اب بھی سنو' ہم کوئی کام سونپیں' اسے چاہئے کہ تھوڑا بہت سب کچھ لائے' جو اسے دیا جائے' وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے' رک جائے۔ یہ حدیث مسلم اور ابوداؤد میں بھی ہے۔

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ عموماً نماز عصر کے بعد بنو عبدالاشہل کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور تقریباً مغرب تک وہیں مجلس رہتی تھی۔ ایک دن مغرب کے وقت وہاں سے واپس چلے وقت تنگ تھا تیز تیز چل رہے تھے۔ بقیع میں آ کر فرمانے لگے تف ہے تجھے' تف ہے تجھے' میں سمجھا آپؐ مجھے فرما رہے ہیں چنانچہ میں اپنے کپڑے ٹھیک ٹھاک کرنے لگا اور پیچھے رہ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضورؐ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے میں رک گیا' آپؐ نے فرمایا میں نے تجھے نہیں کہا بلکہ یہ قبر فلاں شخص کی ہے' اسے میں نے قبیلے کی طرف عامل بنا کر بھیجا تھا' اس نے ایک چادر لے لی' وہ چادر اب آگ بن کر اس کے اوپر بھڑک رہی ہے (مسند احمد) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے اونٹ کی پیٹھ کے چند بال لیتے' پھر فرماتے میرا بھی اس میں وہی حق ہے جو تم میں سے کسی ایک کا' خیانت سے بچو' خیانت کرنے والے کی رسوائی قیامت کے دن ہوگی' سوئی دھاگے تک پہنچا دو اور اس سے حقیر چیز بھی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نزدیک والوں اور دور والوں سے جہاد کرو' وطن میں بھی سفر میں بھی' جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مشکلات سے اور رنج و غم سے نجات دیتا ہے' حدود الٰہی نزدیک و دور والوں میں جاری کرو۔ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے (مسند احمد) اس حدیث کا بعض حصہ ابن ماجہ میں بھی مروی ہے' حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب رسول اللہ ﷺ نے عامل بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا اے ابو مسعود جاؤ ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ تمہاری پیٹھ پر اونٹ ہو جو آواز نکال رہا ہو جسے تم نے خیانت سے لے لیا ہو' میں نے کہا حضورؐ پھر تو میں نہیں جاتا۔ آپؐ نے فرمایا اچھا میں تمہیں زبردستی بھیجتا بھی نہیں (ابوداؤد)۔

ابن مردویہ میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' اگر کوئی پتھر جہنم میں ڈالا جائے تو ستر سال تک چلتا رہے لیکن تہہ کو نہیں پہنچتا۔ خیانت کی چیز کو اسی طرح جہنم میں پھینک دیا جائے گا' پھر خیانت والے سے کہا جائے گا' جا اسے لے آ' یعنی معنی ہیں اللہ کے اس فرمان کے وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مسند احمد میں ہے کہ خیبر کی جنگ والے دن صحابہ کرام آنے لگے اور کہنے لگے' فلاں شہید ہے' فلاں شہید ہے۔ جب ایک شخص کی نسبت یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں' میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ اس نے

غنیمت کے مال کی ایک چادر خیانت کر لی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جاؤ اور لوگوں میں منادی کر دو کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے چنانچہ میں چلا اور سب میں یہ ندا کر دی۔ یہ حدیث مسلم اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

ابن جریرؒ میں ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے صدقات کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا' کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ آپؐ نے صدقات میں خیانت کرنے والے کی نسبت فرمایا' اس میں جو شخص اونٹ یا بکری لے لے وہ قیامت والے دن اسے اٹھائے ہوئے آئے گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ہاں' یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ابن جریرؒ میں حضرت سعد بن عبادہؓ سے مروی ہے کہ انہیں صدقات وصول کرنے کیلئے حضورؐ نے بھیجنا چاہا اور فرمایا' اے سعدؓ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تو بلبلاتے اونٹ کو اٹھا کر لائے تو حضرت سعدؓ کہنے لگے کہ نہ میں اس عہدہ کو لوں اور نہ ایسا ہونے کا احتمال رہے چنانچہ حضورؐ نے بھی اس کام سے انہیں معاف رکھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسلم بن عبدالملک کے ساتھ روم کی جنگ میں حضرت سالم بن عبداللہ بھی تھے۔ ایک شخص کے اسباب میں کچھ خیانت کا مال بھی نکلا' سردار لشکر نے حضرت سالمؒ سے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو آپ نے فرمایا' مجھ سے میرے باپ عبداللہؓ نے اور ان سے ان کے باپ عمر بن خطابؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے اسباب میں تم چوری کا مال پاؤ' اسے جلا دو' راوی کہتا ہے میرا خیال ہے یہ بھی فرمایا اور اسے سزا دو چنانچہ جب اس کا مال بازار میں نکالا تو اس میں ایک قرآن شریف بھی تھا۔ حضرت سالم سے پھر اس کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا' اسے بیچ دو اور اس کی قیمت صدقہ کر دو۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام علی بن مدینیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ فرماتے ہیں' یہ حدیث منکر ہے' امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت سالمؒ کا اپنا فتویٰ ہے۔ حضرت امام احمد اور ان کے ساتھیوں کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت حسنؒ بھی یہی کہتے ہیں' حضرت علیؓ فرماتے ہیں' اس کا اسباب جلا دیا جائے اور اسے مملوک کی حد سے کم مارا جائے بلکہ اس کے مثل اسے تعزیر یعنی سزا دی جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے خائن کے جنازے کی نماز سے انکار کر دیا اور اس کا اسباب نہیں جلایا۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ قرآن شریفوں کے جب تغیر کا حکم کیا گیا تو حضرت ابن مسعودؓ فرمانے لگے' تم میں سے جس سے ہو سکے' وہ اسے چھپا کر رکھ لے کیونکہ جو شخص جس چیز کو چھپا کر رکھ لے گا' اسی کو لے کر قیامت کے روز آئے گا' پھر فرمانے لگے' میں نے ستر دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی پڑھا ہے۔ پس کیا میں رسول اللہ ﷺ کی پڑھائی ہوئی قرآت کو چھوڑ دوں؟ امام وکیعؒ بھی اپنی تفسیر میں اسے لائے ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ آنحضور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب مال غنیمت آتا تو آپ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیتے اور وہ لوگوں میں منادی کرتے کہ جس جس کے پاس جو جو ہو لے آئے' پھر آپؐ اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیتے اور باقی کو تقسیم کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص اس کے بعد بالوں کا ایک گچھا لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس یہ رہ گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو نے حضرت بلالؓ کی منادی سنی تھی؟ جو تین مرتبہ ہوئی تھی' اس نے کہا ہاں' فرمایا پھر تو اس وقت کیوں نہ لایا؟ اس نے عذر بیان کیا آپ نے فرمایا' اب میں ہرگز نہ لوں گا تو ہی اسے لے کر قیامت کے دن آنا۔

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَ
مَأْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللَّهِ

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا
مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

کیا پس وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے درپے ہے اس شخص جیسا ہے جو اللہ کی ناراضگی لے کر لوٹتا ہے؟ اور جس کی جگہ جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے ○ اللہ کے پاس یہ بڑے مرتبوں پر ہیں ان کے تمام اعمال اللہ بخوبی دیکھ رہا ہے ○ بیشک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً۔ یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ○

(آیت:۱۶۲-۱۶۴) اللہ دو عالم پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی شرع پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مستحق ہونے والے اس کے ثوابوں کو حاصل کرنے والے اس کے عذابوں سے بچنے والے اور وہ لوگ جو اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور جو مر کر جہنم میں ٹھکانا پائیں گے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے کہ اللہ کی باتوں کو حق ماننے والا اور اس سے اندھا رہنے والا برابر نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بھلائی اور برائی والے مختلف درجوں پر ہیں وہ جنت کے درجوں میں ہیں اور یہ جہنم کے طبقوں میں جیسا کہ دوسری جگہ ہے وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں۔ پھر فرمایا۔ اللہ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے اور عنقریب ان سب کو پورا بدلہ دے گا۔ نہ نیکی ماری جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی بلکہ عمل کے مطابق ہی جزا سزا ہو گی۔

پھر فرماتا ہے کہ مومنوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ انہی کی جنس سے ان میں اپنا پیغمبر بھیجا تاکہ یہ اس سے بات چیت کر سکیں پوچھ گچھ کر سکیں ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں اور پوری طرح نفع حاصل کر سکیں جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا الخ یہاں بھی یہی مطلب ہے کہ تمہارے جنس سے تمہارے جوڑے اس نے پیدا کئے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ الخ کہہ دے کہ میں تو تم جیسا ہی انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تم سے پہلے جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے مردوں کو وحی کی تھی جو بستیوں کے رہنے والے تھے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یعنی اے جنو اور انسانو! کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ الغرض یہ پورا احسان ہے کہ مخلوق کی طرف انہی میں سے رسول بھیجے گئے تاکہ وہ پاس بیٹھ اٹھ کر بار بار سوال جواب کر کے پوری طرح دین سیکھ لیں۔

پس اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ وہ اللہ کی آیتیں یعنی قرآن کریم انہیں پڑھاتا ہے اور اچھی باتوں کا حکم دے کر اور برائیوں سے روک کر ان کی جانوں کی پاکیزگی کرتا ہے اور شرک و جاہلیت کی ناپاکی کے اثرات سے زائل کرتا ہے اور انہیں کتاب اور سنت سکھاتا ہے۔ اس رسول کے آنے سے پہلے تو یہ صاف بھٹکے ہوئے تھے ظاہر برائی اور پوری جہالت میں تھے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾

کیا جب کبھی تمہیں کوئی تکلیف پہنچے کہ تم اس جیسی دو چند پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ کہہ دے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے' بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے ○ اور تمہیں جو کچھ اس دن پہنچا جس دن دو جماعتوں میں مڈ بھیڑ ہوگئی تھی' وہ سب اللہ کے حکم سے تھا اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لے ○

غزوات سچے مسلمان اور منافق کو بے نقاب کرنے کا ذریعہ بھی تھے: ☆☆ (آیت: ۱۶۵-۱۶۶) یہاں جس مصیبت کا بیان ہو رہا ہے' یہ احد کی مصیبت ہے جس میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے تھے اور اس سے دوگنی مصیبت مسلمانوں نے کافروں کو پہنچائی تھی' بدر والے دن ستر کافر قتل کئے گئے تھے اور ستر قید کئے گئے تھے تو مسلمان کہنے لگے کہ یہ مصیبت کیسے آ گئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ تمہاری اپنی طرف سے ہے' حضرت عمر بن خطابؓ کا بیان ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں نے فدیہ لے کر جن کفار کو چھوڑ دیا تھا' اس کی سزا میں اگلے سال ان میں سے ستر مسلمان شہید کئے گئے اور صحابہؓ میں افراتفری پڑ گئی' حضور رسالت مابؐ کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے' آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ وہ بھی ٹوٹا اور چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا' اس کا بیان اس آیہ مبارکہ میں ہو رہا ہے (ابن ابی حاتم' مسند احمد بن حنبل)۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور فرمایا اے محمدؐ! آپ کی قوم کا کفار کو قیدی بنا کر پکڑ لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ اب انہیں دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجئے' یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو مار ڈالیں یا یہ کہ ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیں مگر پھر ان مسلمانوں سے اتنی ہی تعداد شہید ہو گی۔ حضور علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کر کے دونوں باتیں پیش کیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ لوگ ہمارے قبائل کے ہیں' ہمارے رشتے دار بھائی ہیں' ہم کیوں نہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں اور اس مال سے ہم طاقت قوت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور پھر جو ہم میں سے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا برائی ہے چنانچہ جرمانہ وصول کر کے ستر قیدیوں کو چھوڑ دیا اور ٹھیک ستر ہی کی تعداد مسلمانوں کی اس کے بعد غزوہ احد میں شہید ہوئی (ترمذی و نسائی)

پس ایک مطلب تو یہ ہوا کہ خود تمہاری طرف سے یہ سب ہوا یعنی تم نے بدر کے قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے جرمانہ جنگ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی اتنے ہی آدمی شہید ہوں۔ وہ شہید ہوئے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم نے رسول اللہؐ کی نافرمانی کی تھی۔ اس باعث تمہیں یہ نقصان پہنچا' تیر اندازوں کو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں لیکن وہ ہٹ گئے' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرے' جو ارادہ ہو حکم دے' کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے۔ دونوں جماعتوں کی مڈ بھیڑ کے دن جو نقصان تمہیں پہنچا کہ تم دشمنوں کے مقابلے سے بھاگ کھڑے ہوئے تم میں سے بعض لوگ شہید بھی ہوئے اور زخمی بھی ہوئے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے تھا۔ اس کی حکمت اس کی مقتضی تھی۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ثابت قدم' غیر متزلزل' ایمان والے صابر بندے بھی معلوم ہو جائیں اور منافقین کا حال بھی کھل جائے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھی' جو راستے میں ہی لوٹ گئے۔

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖۚ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا
يَكْتُمُوْنَ ۚ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا
مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے جن سے کہا گیا کہ آؤ راہ اللہ میں جہاد کرو یا کافروں کو ہٹاؤ تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑائی جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی بابت کہا کہ اگر وہ بھی ہماری مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے' کہہ کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی جانوں سے موت ہٹا دو ○

(آیت: ۱۶۷-۱۶۸) ایک مسلمان نے انہیں سمجھایا بھی کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا کم از کم ان حملہ آوروں کو تو ہٹاؤ لیکن انہوں نے ٹال دیا کہ ہم تو فنون جنگ سے بے خبر ہیں۔ اگر جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے' یہ بھی مدافعت میں تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تو رہتے جس سے مسلمانوں کی گنتی زیادہ معلوم ہوتی' یا دعائیں کرتے رہتے یا تیاریاں ہی کرتے' ان کے جواب کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم سچ مچ دشمنوں سے لڑو گے تو ہم بھی تمہارا ساتھ دیتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ لڑائی ہونے کی ہی نہیں۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ایک ہزار آدمی لے کر رسول اللہ ﷺ میدان احد کی جانب بڑھے' آدھے راستے میں عبداللہ ابی بن سلول بگڑ بیٹھا اور کہنے لگا اوروں کی مان لی اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور میری نہ مانی' اللہ کی قسم ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس فائدے کو نظر انداز رکھ کر اپنی جانیں دیں؟ لوگو! کیوں جانیں کھو رہے ہو۔ جس قدر نفاق اور شک وشبہ والے لوگ تھے' اس کی آواز پر لگ گئے اور تہائی لشکر لے کر یہ پلید واپس لوٹ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بنو سلمہ کے بھائی ہر چند انہیں سمجھاتے رہے کہ اے میری قوم' اپنے نبی کو' اپنی قوم کو رسوا نہ کرو' انہیں دشمنوں کے سامنے چھوڑ کر پیٹھ نہ پھیرو لیکن انہوں نے بہانہ بنا دیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ لڑائی ہونے ہی کی نہیں۔ جب یہ بیچارے عاجز آ گئے تو فرمانے لگے' جاؤ' تمہیں اللہ غارت کرے' اللہ کے دشمنو! تمہاری کوئی حاجت نہیں۔ اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے' چنانچہ حضور بھی انہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ وہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے بہت ہی نزدیک تھے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے احوال مختلف ہیں۔ کبھی وہ کفر سے قریب جاتا ہے اور کبھی ایمان کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا' یہ اپنے منہ سے وہ باتیں بناتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں' جیسے ان کا یہی کہنا کہ اگر ہم جنگ جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے' حالانکہ انہیں یقیناً معلوم تھا کہ مشرکین دور دراز سے چڑھائی کر کے

مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کی ٹھان کر آئے ہیں۔ وہ بڑے جلے کٹے ہوئے ہیں کیونکہ ان کے سردار بدر والے دن میدان میں رہ گئے تھے اور ان کے اشراف قتل کر دیئے گئے تھے تو اب وہ ان ضعیف مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں اور یقیناً جنگ عظیم برپا ہونے والی ہے۔

پس جناب باری فرماتا ہے ان کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا مجھے بخوبی علم ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کے بارے میں کہتے ہیں اگر یہ ہمارا مشورہ مانتے یہیں بیٹھے رہتے اور جنگ میں شرکت نہ کرتے تو ہرگز نہ مارے جاتے اس کے جواب میں جناب باری جل وعلا کا ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے اور تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ بیٹھ رہنے اور میدان جنگ میں نہ نکلنے سے انسان قتل و موت سے بچ جاتا ہے تو چاہئے کہ تم مرو ہی نہیں اس لئے کہ تم تو گھروں میں بیٹھے ہو لیکن ظاہر ہے کہ ایک روز تم بھی چل بسو گے چاہے تم مضبوط برجوں میں پناہ گزین ہو جاؤ پس ہم تو تمہیں تب سچا مانیں کہ تم موت کو اپنی جانوں سے ٹال دو۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ
خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ
بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ ع ۱۷/۸

جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں ○ اللہ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی جواب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ خوش وقت ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر برباد نہیں کرتا۔ ○

بیئر معونہ کے شہداء اور جنت میں ان کی تمنا؟ ☆☆ (آیت:۱۶۹-۱۷۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گو شہید فی سبیل اللہ دنیا میں مار ڈالے جاتے ہیں لیکن آخرت میں ان کی روحیں زندہ رہتی ہیں اور رزق پاتی ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چالیس یا ستر صحابیوں کو بیئر معونہ کی طرف بھیجا تھا۔ یہ جماعت جب اس غار تک پہنچی جو اس کنوئیں کے اوپر تھی تو انہوں نے وہاں پڑاؤ کیا اور آپس میں کہنے لگے کون ہے جو اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اللہ کے رسولؐ کا کلمہ ان تک پہنچائے۔ ایک صحابیؓ اس کیلئے تیار ہوئے اور ان لوگوں کے گھروں کے پاس آ کر با آواز بلند فرمایا اے بیئر معونہ والو سنو! میں اللہ کے رسولؐ کا قاصد ہوں۔ میری گواہی ہے کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی ایک کافر اپنا تیر سنبھالے ہوئے اپنے گھر سے نکلا اور اس طرح تاک کر لگایا کہ ادھر کی پسلی سے ادھر کی پسلی میں آر پار نکل گیا اس صحابیؓ کی زبان سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ کعبے کے اللہ کی قسم میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اب کفار نشانات ٹٹولتے ہوئے اس غار پر جا پہنچے اور عامر بن طفیل نے جوان کا سردار تھا ان سب مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن میں اترا کہ ہماری جانب سے ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے۔ وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے' ہم ان آیتوں کو برابر پڑھتے رہے پھر ایک مدت کے بعد یہ منسوخ ہو کر اٹھالی گئیں اور آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الخ' اتری (محمد بن جریر)۔

صحیح مسلم شریف میں ہے' حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں' ہم نے حضرت عبداللہؓ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا' ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا' ان کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں' عرش کی قندیلیں ان کیلئے ہیں' ساری جنت میں جہاں کہیں چاہیں چریں' چگیں اور ان قندیلوں میں آرام کریں' ان کی طرف ان کے رب نے ایک مرتبہ نظر کی اور دریافت فرمایا' کچھ اور چاہتے ہو؟ کہنے لگے اے اللہ اور کیا مانگیں۔ ساری جنت میں سے جہاں کہیں سے چاہیں' کھائیں پئیں' اختیار ہے۔ پھر کیا طلب کریں' اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر یہی پوچھا۔ تیسری مرتبہ یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر کچھ مانگے چارہ ہی نہیں تو کہنے لگے اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دے۔ ہم پھر دنیا میں جا کر تیری راہ میں جہاد کریں اور مارے جائیں۔ اب معلوم ہو گیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیا کہ کیا چاہتے ہو؟۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو لوگ مر جائیں اور اللہ کے ہاں بہتری پائیں' وہ ہرگز دنیا میں آنا پسند نہیں کرتے مگر شہید کہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے اور دوبارہ راہ اللہ میں شہید ہو کیونکہ شہادت کے درجات کو وہ دیکھ رہا ہے (مسند احمد) صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' اے جابر تمہیں معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا' اے میرے بندے مانگ' کیا مانگتا ہے؟ تو کہا' اے اللہ دنیا میں پھر بھیج تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی یہاں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا' ان کا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری تھا' اللہ تعالیٰ ان سے رضامند ہو۔

صحیح بخاری شریف میں ہے' حضرت جابرؓ فرماتے ہیں' میرے باپ کی شہادت کے بعد میں رونے لگا اور ابا کے منہ سے کپڑا ہٹا ہٹا کر بار بار ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا' صحابہؓ مجھے منع کرتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ خاموش تھے پھر حضورؐ نے فرمایا' جابر رومت جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد والے دن شہید کئے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ڈال دیں جو جنتی درختوں کے پھل کھائیں اور جنتی نہروں کا پانی پئیں اور عرش کے سائے تلے وہاں لٹکتی ہوئی قندیلوں میں آرام و راحت حاصل کریں' جب کھانے پینے رہنے سہنے کی یہ بہترین نعمتیں انہیں ملیں تو کہنے لگے کاش کہ ہمارے بھائیوں کو جو دنیا میں ہیں ہماری ان نعمتوں کی خبر مل جاتی تا کہ وہ جہاد سے منہ نہ پھیریں اور اللہ کی راہ کی لڑائیوں سے تھک کر نہ بیٹھ رہیں' اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا' تم بے فکر رہو' میں یہ خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیتیں اتریں (مستدرک حاکم) یہ بھی مفسرین نے فرمایا ہے کہ احد کے شہیدوں کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ابوبکر بن مردویہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے' جابر کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا' یا رسول اللہؐ میرے والد شہید ہو گئے جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا' سن میں تجھے

بتاؤں، جس کسی سے اللہ نے کلام کیا، پردے کے پیچھے سے کلام کیا لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی، فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا دوں گا، تیرے باپ نے کہا، اللہ عزوجل میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں، رب عزوجل نے فرمایا۔ یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا' کہنے لگے پھر اے اللہ میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الخ' نازل فرمائی۔ بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' میں تو اے اللہ تیری عبادت کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔ مسند احمد میں ہے شہید لوگ جنت کے دروازے پر نہر کے کنارے سے گنبد سبز میں ہیں' صبح شام انہیں جنت کی نعمتیں پہنچ جاتی ہیں' دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ بعض شہداء وہ ہیں جن کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا ٹھکانا یہ گنبد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جنت میں سے پھرتے پھراتے یہاں جمع ہوتے ہوں اور پھر یہ کھانے یہیں کھلائے جاتے ہوں۔ واللہ اعلم' یہاں پر وہ حدیث بھی وارد کرنا بالکل برمحل ہوگا جس میں ہر مومن کیلئے یہی بشارت ہے' چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مومن کی روح ایک پرند ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتی پھرتی ہے یہاں تک کہ قیامت والے دن جبکہ اللہ تعالیٰ سب کو کھڑا کرے تو اسے بھی اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔ اس حدیث کے راویوں میں تین جلیل القدر امام ہیں جو ان چار اماموں میں سے ہیں جن کے مذاہب مانے جا رہے ہیں۔ ایک تو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ سے ان کے استاد ہیں۔ حضرت امام مالکؒ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس امام احمد' امام شافعی' امام مالکؒ تینوں زبردست پیشوا اس حدیث کے راوی ہیں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمانداروں کی روح جنتی پرندکی شکل میں جنت میں رہتی ہے اور شہیدوں کی روحیں جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے' سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں۔ یہ روحیں مثل ستاروں کے ہیں جو عام مومنین کی روحوں کو یہ مرتبہ حاصل نہیں' یہ اپنے طور پر آپ ہی اڑتی ہیں' اللہ تعالیٰ سے جو بہت بڑا مہربان اور زبردست احسانوں والا ہے' ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے ایمان و اسلام پر موت دے۔ آمین۔

پھر فرمایا کہ یہ شہید جن جن نعمتوں اور آسائشوں میں ہیں' ان سے بے حد مسرور اور بہت ہی خوش ہیں اور انہیں یہ بھی خوشی اور راحت ہے کہ ان کے بھائی بند جو ان کے بعد راہ اللہ میں شہید ہوں گے اور ان کے پاس آئیں گے' انہیں آئندہ کا کچھ خوف نہ ہوگا اور اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی چیزوں پر انہیں حسرت بھی نہ ہوگی' اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ حضرت محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ وہ خوش ہیں کہ ان کے کئی اور بھائی بند بھی جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں' وہ بھی شہید ہو کر ان کی نعمتوں میں ان کے شریک حال ہوں گے اور اللہ کے ثواب سے فائدہ اٹھائیں گے۔ حضرت سدیؒ فرماتے ہیں' شہید کو ایک کتاب دی جاتی ہے کہ فلاں دن تیرے پاس فلاں آئے گا اور فلاں دن فلاں آئے گا۔ پس جس طرح دنیا والے اپنے کسی غیر حاضر کے آنے کی خبر سن کر خوش ہوتے ہیں' اسی طرح یہ شہداء ان شہیدوں کے آنے کی خبر سے مسرور ہوتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب شہید جنت میں گئے اور وہاں اپنی منزلیں اور رحمتیں اور راحتیں دیکھیں تو کہنے لگے کاش کہ اس کا علم ہمارے ان بھائیوں کو بھی ہوتا جو اب تک دنیا میں ہی ہیں تاکہ وہ جواں مردی سے جان توڑ کر جہاد کرتے اور ان جگہوں میں جا گھستے جہاں سے زندہ واپس آنے کی امید نہ ہوتی تو وہ بھی ہماری ان نعمتوں میں حصہ دار بنتے' پس نبی ﷺ نے لوگوں کو ان کے اس حال کی خبر پہنچا دی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے کہہ دیا کہ میں نے تمہاری خبر تمہارے نبی کو دے دی ہے۔ اس سے وہ بہت ہی مسرور و محظوظ ہوئے۔

بخاری و مسلم میں بیئر معونہ والوں کا قصہ بیان ہو چکا ہے جو ستر شخص انصاری صحابی تھے۔ رضوان اللہ علیہم اور ایک ہی دن صبح

کے وقت سب کو بے دردی سے کفار نے تہہ تیغ کیا تھا۔ جن کے قاتلوں کے حق میں ایک ماہ نماز کی قنوت میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی تھی اور جن پر لعنت بھیجی تھی۔ جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری تھی کہ ہماری قوم کو ہماری خبر پہنچاؤ کہ ہم اپنے رب سے ملے وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہو گئے' وہ اللہ کی نعمت و فضل کو دیکھ دیکھ کر مسرور ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں' یہ آیت یَسْتَبْشِرُوْنَ تمام ایمانداروں کے حق میں ہے خواہ شہید ہوں خواہ غیر۔ بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی فضیلت اور ان کے ثوابوں کا ذکر نہ کرے۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ڰ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا' اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور پرہیزگاری برتی' ان کے لئے بڑا بھاری اجر ہے ○ وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلہ پر لشکر جمع کر لئے ہیں' پس تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے ○

(آیت: ۱۷۲-۱۷۳) پھر ان سچے مومنین کا بیان تعریف کے ساتھ ہو رہا ہے جنہوں نے حمراء اسد والے دن حکم رسول پر باوجود زخموں سے چور ہونے کے جہاد پر کمر کس لی تھی۔ مشرکین نے مسلمانوں کو مصیبتیں پہنچائیں اور اپنے گھروں کی طرف واپس چل دیئے لیکن پھر انہیں اس کا خیال آیا کہ موقعہ اچھا تھا۔ مسلمان ہار چکے تھے' زخمی ہو گئے تھے۔ ان کے بہادر شہید ہو چکے تھے اگر ہم اور جم کر لڑتے تو فیصلہ ہی ہو جاتا۔ نبی ﷺ ان کا یہ ارادہ معلوم کر کے مسلمانوں کو تیار کرنے لگے کہ میرے ساتھ چلو۔ ہم ان مشرکین کے پیچھے جائیں تا کہ ان پر رعب طاری ہو اور یہ جان لیں کہ مسلمان ابھی کمزور نہیں ہوئے' احد میں جو لوگ موجود تھے' صرف انہی کو ساتھ چلنے کا حکم ملا۔ ہاں صرف حضرت جابر بن عبداللہؓ کو ان کے علاوہ بھی ساتھ لیا' اس آواز پر بھی مسلمانوں نے لبیک کہی باوجود یہ کہ زخموں میں چور اور خون میں شرابور تھے لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ حضرت عکرمہؒ کا بیان ہے کہ جب مشرکین احد سے لوٹے تو راستے میں سوچنے لگے کہ نہ تو تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا نہ مسلمانوں کی عورتوں کو پکڑا' افسوس تم نے کچھ نہ کیا۔ واپس لوٹو! جب یہ خبر حضور کو پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا' یہ تیار ہو گئے اور مشرکین کے تعاقب میں چل پڑے یہاں تک کہ حمراء الاسد تک یا ''بیئر ابی عینیہ'' تک پہنچ گئے' مشرکین کے دل رعب وخوف سے بھر گئے اور یہ کہہ کر مکہ کی طرف چل دیئے کہ اگلے سال دیکھا جائے گا' حضورؐ بھی واپس مدینہ تشریف لائے' یہ بھی بالاستقلال ایک الگ لڑائی گنی جاتی ہے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔

احد کی لڑائی پندرہ شوال بروز ہفتہ ہوئی تھی۔ سولہویں تاریخ بروز اتوار منادی رسولؐ نے ندا دی کہ لوگو دشمن کے تعاقب میں چلو اور وہی لوگ چلیں جو کل میدان میں تھے' اس آواز پر حضرت جابرؓ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے' یا رسول اللہ ﷺ کل کی لڑائی میں میں نہ تھا' اس لئے کہ میرے والد حضرت عبداللہؓ نے مجھ سے کہا' بیٹے تمہارے ساتھ یہ چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں' اسے تو نہ میں پسند کروں اور نہ تو کہ انہیں

یہاں تنہا چھوڑ کر دونوں ہی چل دیں' ایک جائے گا اور ایک یہاں رہے گا۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تم جاؤ اور میں بیٹھا رہوں۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ تم اپنی بہنوں کے پاس رہو اور میں جاتا ہوں۔ اس وجہ سے میں تو وہاں رہا اور میرے والد آپؐ کے ساتھ آئے' اب میری عین تمنا ہے کہ آج مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ساتھ چلوں چنانچہ آپؐ نے اجازت دی۔

حضورؐ کا سفر اس غرض سے تھا کہ دشمن دہل جائے اور پیچھے آتا ہوا دیکھ کر سمجھ لے کہ ان میں بہت کچھ قوت ہے اور ہمارے مقابلہ سے یہ عاجز نہیں' قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ غزوہ احد میں ہم دونوں بھائی شامل تھے اور سخت زخمی ہو کر ہم لوٹے تھے' جب اللہ کے رسولؐ کے منادی نے دشمن کے پیچھے جانے کی ندا دی تو ہم دونوں بھائیوں نے آپس میں کہا کہ افسوس نہ ہمارے پاس سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر اللہ کے نبیؐ کے ساتھ جائیں نہ زخموں کے مارے جسم میں اتنی طاقت ہے کہ پیدل ساتھ ہو لیں' افسوس کہ یہ غزوہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ہمارے بے شمار گہرے زخم ہمیں آج جانے سے روک دیں گے' لیکن پھر ہم نے ہمت باندھی۔ مجھے اپنے بھائی کی نسبت ذرا ہلکے زخم تھے۔ جب میرے بھائی بالکل عاجز آ جاتے قدم نہ اٹھتا تو میں انہیں جوں توں کر کے اٹھا لیتا۔ جب تھک جاتا' اتار دیتا' یونہی جوں توں کر کے ہم لشکر گاہ تک پہنچ ہی گئے (رضی اللہ عنہما) (سیرت ابن اسحاق) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عروہؒ سے کہا' اے بھانجے تیرے دونوں باپ انہی لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا الخ' آیت اتری ہے یعنی حضرت زبیر اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جبکہ نبی ﷺ کو احد کی جنگ میں نقصان پہنچا اور مشرکین آگے چلے تو آپ کو خیال ہوا کہ کہیں یہ پھر واپس نہ لوٹیں لہٰذا آپؐ نے فرمایا کوئی ہے جو ان کے پیچھے جائے۔ اس پر ستر شخص اس کام کیلئے مستعد ہو گئے جن میں ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' دوسرے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ روایت اور بہت سی اسناد سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تیرے دونوں باپ ان لوگوں میں سے ہیں لیکن یہ مرفوع بیان کرنا محض خطا ہے۔ اس لئے بھی کہ اس کی اسناد میں ثقہ راویوں کا اختلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے اس روایت کو موقوفاً لائے ہیں اور معنی کی رو سے بھی اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہؓ کے باپ دادا میں سے نہیں' صحیح یہ ہے کہ یہ بات حضرت عائشہؓ نے اپنے بھانجے حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر کے لڑکے عروہؒ سے کہی ہے۔

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ یہ لوٹے۔ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی۔ انہوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی' اللہ بہت بڑے فضل والا ہے ○ یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے' تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو اگر تم ایماندار ہو ○

(آیت: ۱۷۴-۱۷۵) حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور باوجودیکہ وہ احد کی لڑائی میں قدرے کامیاب ہو گیا تھا لیکن تاہم مکہ کی طرف چل دیا' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابوسفیان تمہیں نقصان پہنچا کر لوٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو مرعوب کر دیا ہے' احد کی لڑائی شوال میں ہوئی تھی اور تاجر لوگ ذی قعدہ میں مدینہ آتے تھے اور بدر صغریٰ میں اپنے

ڈیرے ہر سال اس ماہ میں ڈالا کرتے تھے۔ اس دفعہ بھی اس واقعہ کے بعد لوگ آئے۔ مسلمان اپنے زخموں میں چور تھے، حضورؐ سے اپنے تکالیف بیان کرتے تھے اور سخت صدمہ میں تھے۔ نبی ﷺ نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں اور فرمایا کہ یہ لوگ اب کوچ کر جائیں گے اور پھر حج کو آئیں گے اور پھر اگلے سال تک یہ طاقت انہیں حاصل نہیں ہوگی لیکن شیطان نے اپنے دوستوں کو دھمکانا اور بہکانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں نے تمہارے استیصال کیلئے لشکر تیار کر لئے ہیں جس بناء پر لوگ ڈھیلے پڑ گئے، آپؐ نے فرمایا سنو خواہ تم میں سے ایک بھی نہ چلے میں تن تنہا جاؤں گا۔ پھر آپؐ کے رغبت دلانے پر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ ستر صحابہ آپ کے زیر رکاب چلنے پر آمادہ ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ مبارک لشکر ابوسفیان کی جستجو میں بدر صغریٰ تک پہنچ گیا، انہی کی اس فضیلت اور جاں بازی کا ذکر اس مبارک آیت میں ہے، حضورؐ اس سفر میں مدینہ سے آٹھ میل حمراء اسد تک پہنچ گئے۔ مدینہ میں اپنا نائب آپؐ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا تھا۔ وہاں آپؐ نے پیر منگل بدھ تک قیام کیا پھر مدینہ لوٹ آئے، اثناء قیام میں قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی یہاں سے نکلا تھا۔ یہ خود مشرک تھا لیکن اس پورے قبیلے سے حضورؐ کی صلح وصفائی تھی۔ اس قبیلہ کے مشرک مومن سب آپ کے خیر خواہ تھے۔ اس نے کہا کہ حضورؐ کے ساتھیوں کو جو تکلیف پہنچی اس پر ہمیں سخت رنج ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی کی خوشی نصیب فرمائے، حمراء اسد پر آپؐ پہنچے مگر اس سے پہلے ابوسفیان چل دیا تھا گو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا تھا کہ جب ہم ان پر غالب آ گئے انہیں قتل کیا، مارا پیٹا زخمی کیا، پھر ادھورا کام کیوں چھوڑیں، واپس جا کر سب کو تہ تیغ کر دیں۔ یہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ معبد خزاعی وہاں پہنچا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہو کیا خبریں ہیں۔ اس نے کہا آنحضور مع صحابہ کے تم لوگوں کے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ وہ لوگ سخت غصے میں ہیں جو پہلے لڑائی میں شریک نہ تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے ہیں۔ سب کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور بھرپور طاقت کے ساتھ حملہ آور ہو رہے ہیں، میں نے تو ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا۔ یہ سن کر ابوسفیان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور کہنے لگا اچھا ہی ہوا جو تم سے ملاقات ہو گئی ورنہ ہم تو خود ان کی طرف جانے کیلئے تیار تھے، معبد نے کہا ہرگز یہ ارادہ نہ کرو اور میری بات کا کیا ہے غالباً تم یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے ہی لشکر اسلام کے گھوڑوں کو دیکھ لوگے، میں ان کے لشکر، ان کے غصے، ان کی تیاری اور اولوالعزمی کا حال بیان نہیں کر سکتا۔ میں تو تم سے صاف کہتا ہوں کہ بھاگو اور اپنی جانیں بچاؤ، میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں مسلمانوں کے غیظ وغضب اور تہور و شجاعت اور سختی اور پختگی کا بیان کر سکوں، پس مختصر یہ ہے کہ جان کی خیر مناتے ہو تو فوراً یہاں سے کوچ کرو، ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے یہاں سے مکہ کی راہ لی، قبیلہ عبدالقیس کے آدمی جو کاروبار کی غرض سے مدینہ جا رہے تھے ان سے ابوسفیان نے کہا کہ تم حضور کو یہ خبر پہنچا دینا کہ ہم نے انہیں تہ تیغ کر دینے کیلئے لشکر جمع کر لئے ہیں اور ہم واپس لوٹنے کے ارادہ میں ہیں، اگر تم نے یہ پیغام پہنچا دیا تو ہم تمہیں سوق عکاظ میں بہت ساری کشمش دیں گے چنانچہ ان لوگوں نے حمراء اسد میں آ کر بطور ڈراوے کے نمک مرچ لگا کر یہ وحشت اثر خبر سنائی لیکن صحابہؓ نے نہایت استقلال اور پامردی سے جواب دیا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے ان کیلئے ایک پتھر کا نشان مقرر کر رکھا ہے۔ اگر یہ لوٹیں گے تو وہاں پہنچ کر اس طرح مٹ جائیں گے جیسے گزشتہ کل کا دن۔

بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن صحیح تر یہی ہے کہ حمراء اسد کے بارے میں نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے انہیں پژمردہ دل کرنے کیلئے دشمنوں کے سازوسامان اور ان کی کثرت وبہتات سے ڈرایا

لیکن وہ صبر کے پہاڑ ثابت ہوئے' ان کے غیر متزلزل یقین میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ وہ توکل اور بڑھ گیا اور اللہ کی طرف نظریں کر کے اس سے امداد طلب کی۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ الخ' حضرت ابراہیمؑ نے آگ میں پڑتے وقت پڑھا تھا اور حضرت محمد ﷺ نے اس وقت جبکہ کافروں کے ٹڈی دل لشکر سے لوگوں نے آپ کو خوفزدہ کرنا چاہا' اس وقت پڑھا' تعجب کی بات ہے کہ امام حاکمؒ نے اس روایت کو وارد کر کے فرمایا ہے کہ یہ بخاری و مسلم میں نہیں۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ آخری کلمہ تھا جو خلیل علیہ السلام کی زبان سے آگ میں پڑتے وقت نکلا تھا۔ حضرت انسؓ والی روایت میں ہے کہ احد کے موقعہ پر جب حضورؐ کو کفار کے لشکروں کی خبر دی گئی تو آپ نے یہی کلمہ فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ کی سرداری کے ماتحت جب حضورؐ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا اور راہ میں خزاعہ کے ایک اعرابی نے یہ خبر سنائی تو آپؐ نے یہ فرمایا تھا۔

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے' آپؐ فرماتے ہیں جب تم پر کوئی بہت بڑا کام آپڑے تو تم حَسْبُنَا اللّٰهُ آخر تک پڑھو۔ مسند احمد میں ہے کہ دو شخصوں کے درمیان حضورؐ نے فیصلہ کیا تو جس کے خلاف فیصلہ صادر ہوا تھا' اس نے یہی کلمہ پڑھا۔ آپؐ نے اسے واپس بلا کر فرمایا' بزدلی اور سستی پر اللہ کی ملامت ہوتی ہے' دانائی' دور اندیشی اور عقل مندی کیا کرو۔ پھر کسی امر میں پھنس جاؤ تو یہی پڑھ لیا کرو۔ مسند کی اور حدیث میں ہے' کس طرح بے فکر اور فارغ ہو کر آرام پاؤں حالانکہ صاحب صور نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے حکم اللہ کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے' صحابہؓ نے کہا' حضور ہم کیا پڑھیں' آپؐ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا پڑھو۔

ام المومنین حضرت زینب اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زینبؓ نے فخر سے فرمایا' میرا نکاح خود اللہ نے کر دیا ہے اور تمہارے نکاح ولی وارثوں نے کئے ہیں۔ صدیقہؓ نے فرمایا' میری برات اور پاکیزگی کی آیات اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنے پاک کلام میں نازل فرمائی ہیں۔ حضرت زینبؓ اسے مان گئیں اور پوچھا' یہ بتاؤ تم نے حضرت صفوان بن معطل کی سواری پر سوار ہوتے وقت کیا پڑھا تھا' صدیقہؓ نے فرمایا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ یہ سن کر ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا' تم نے ایمان والوں کا کلمہ کہا تھا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی رب رحیم کا ارشاد ہے کہ ان توکل کرنے والوں کی کفایت اللہ تعالیٰ نے کی اور ان کے ساتھ جو لوگ برائی کا ارادہ رکھتے تھے' انہیں ذلت اور بربادی کے ساتھ پسپا کیا' یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے شہروں کی طرف بغیر کسی نقصان اور برائی کے لوٹے' دشمن اپنی مکاریوں میں ناکام رہا' ان سے اللہ خوش ہو گیا کیونکہ انہوں نے اس کی خوشی کا کام انجام دیا تھا' اللہ تعالیٰ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ نعمت تو یہ تھی کہ وہ سلامت رہے اور فضل یہ تھا کہ حضورؐ نے تاجروں کے ایک قافلہ سے مال خرید لیا جس میں بہت ہی نفع ہوا اور اس کل نفع کو آپؐ نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے حضورؐ سے کہا' اب وعدے کی جگہ بدر ہے آپؐ نے فرمایا ممکن ہے چنانچہ وہاں پہنچے تو یہ ڈرپوک آیا ہی نہیں' وہاں بازار کا دن تھا' مال خرید لیا جو نفع سے بکا' اسی کا نام غزوہ بدر صغریٰ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ شیطان تھا جو اپنے دوستوں کے ذریعہ تمہیں دھمکا رہا تھا اور گیدڑ بھبکیاں دے رہا تھا' تمہیں چاہئے کہ ان سے نہ ڈرو۔ صرف میرا ہی خوف دل میں رکھو کیونکہ ایمانداری کی یہی شرط ہے کہ جب کوئی ڈرائے دھمکائے اور دینی امور سے تمہیں باز رکھنا چاہے تو مسلمان اللہ پر بھروسہ کرے۔ اس کی طرف سمٹ جائے اور یقین مانے کہ کافی اور ناصر وہی ہے۔ جیسے اور جگہ ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ الخ' اللہ جل شانہ اپنے بندوں کو کافی نہیں۔ یہ لوگ تجھے اس کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں (یہاں تک کہ فرمایا) تو کہہ کہ مجھے اللہ کافی ہے' توکل کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

اور جگہ فرمایا' اولیاء شیطان سے لڑو' شیطان کا مکر بڑا بودا ہے' اور جگہ ارشاد ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہے' یاد رکھو' شیطانی لشکر ہی گھاٹے اور خسارے میں ہے' جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ الخ' اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ غلبہ یقیناً مجھے اور میرے رسولوں کو ہی ہوگا۔ اللہ قوی اور عزیز ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ الخ' جو اللہ کی مدد کرے گا' اللہ اس کی امداد فرمائے گا۔ اور فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ الخ' اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری بھی مدد کرے گا۔ اور آیت میں ہے انا لننصر رسلنا الخ' بالیقین ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان داروں کی مدد دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے' جس دن ظالموں کو عذر معذرت نفع نہ دے گی۔ ان کیلئے لعنت ہے اور ان کیلئے برا گھر ہے۔

وَلَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا
اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَلَّا یَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِی
الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا
الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾
وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ
اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾

کفر میں آگے بڑھنے والے لوگ تجھے غمناک نہ کریں۔ یقین مان کہ یہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ کا ارادہ ہے کہ ان کے لئے آخرت کا کوئی حصہ نہ کرے' اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ○ کفر کو ایمان کے بدلے خریدنے والے ہرگز ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان ہی کے لئے المناک عذاب ہے' کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں ○ یہ مہلت تو صرف اس لئے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور ان ہی کے لئے ذلیل کرنے والے عذاب ہیں ○

مشفق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عوام : ☆☆ (آیت:۱۷۶-۱۷۸) چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ لوگوں پر بے حد مشفق و مہربان تھے' اس لئے کفار کی بے راہ روی آپ پر گراں گزرتی تھی۔ وہ جوں جوں کفر کی جانب بڑھتے رہتے تھے' حضور کا دل غمزدہ ہوتا تھا' اس لئے جناب باری آپ کو اس سے روکتا ہے اور فرماتا ہے حکمت الٰہیہ اسی کی مقتضی ہے' ان کا کفر آپ کو یا اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہ لوگ اپنا اخروی حصہ برباد کر رہے ہیں اور اپنے لئے بہت بڑے عذابوں کو تیار کر رہے ہیں۔ ان کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا۔ آپ ان پر غم نہ کریں۔ پھر فرمایا' میرے ہاں کا یہ بھی مقررہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ ایمان کو کفر سے بدل ڈالیں' وہ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور اپنے لئے المناک عذاب مہیا کر رہے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کافروں کا اللہ کے مہلت دینے پر اترانا بیان فرماتے ہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ الخ' یعنی کیا کفار کا یہ گمان ہے کہ ان کے مال و اولاد کی زیادتی ہماری طرف سے ان کی خیریت کی دلیل ہے؟ نہیں بلکہ وہ بے شعور ہیں۔ اور فرمایا فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ الخ' یعنی مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو چھوڑ دے۔ ہم انہیں

اس طرح آہستہ آہستہ پکڑیں گے کہ انہیں علم بھی نہ ہو اور ارشاد ہے فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ الخ' یعنی ان کے مال اور اولاد سے کہیں تم دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ اللہ انہیں ان کے باعث دنیا میں بھی عذاب کرنا چاہتا ہے اور کفر پر ہی ان کی جان جائے گی۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ بعض احکام اور بعض امتحانات سے اللہ جانچ لے گا اور ظاہر کر دے گا کہ اس کا دوست کون ہے؟ اور اس کا دشمن کون ہے؟ مومن' صابر اور منافق' فاجر بالکل الگ الگ ہو جائیں گے اور صاف نظر آنے لگیں گے۔ اس سے مراد احد کی جنگ کا دن ہے جس میں ایمانداروں کا صبر و استقامت' پختگی اور توکل' فرمانبرداری اور اطاعت شعاری اور منافقین کی بے صبری اور مخالفت' تکذیب اور ناموافقت' انکار اور خیانت صاف ظاہر ہو گئی' غرض جہاد کا حکم' ہجرت کا حکم دونوں گویا ایک آزمائش تھی جس نے بھلے برے میں تمیز کر دی۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا تھا' اگر محمدؐ سچے ہیں تو ذرا بتائیں تو کہ ہم میں سے سچا مومن کون ہے اور کون نہیں؟ اس پر آیت مَا كَانَ اللّٰهُ الخ' نازل ہوئی (ابن جریرؒ)۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸

جس حال پر تم ہو اسی پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو چھوڑ نہ دے گا جب تک پاک اور ناپاک کو الگ الگ نہ کر دے اور نہ اللہ ایسا ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے انتخاب کر لیتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔ اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو تو تمہارے لئے بڑا بھاری اجر ہے ○ جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے' وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں' بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے' عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے' آسمانوں کی اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ آگاہ ہے ○

(آیت:۱۷۹-۱۸۰) پھر فرمان ہے' اللہ کے علم غیب کو تم نہیں جان سکتے۔ ہاں وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ مومن اور منافق میں صاف تمیز ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے پسندیدہ کر لیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اللہ عالم الغیب ہے۔ پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو پسند کر لے اس کے بھی آگے پیچھے نگہبان فرشتوں کو چلاتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ پر' اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ یعنی اطاعت کرو' شریعت کے پابند رہو' یاد رکھو ایمان اور تقوے میں تمہارے لئے اجر عظیم ہے۔

خزانہ اور کوڑھی سانپ: ☆☆ پھر ارشاد ہے کہ بخیل شخص اپنے مال کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھے۔ وہ تو اس کیلئے سخت خطرناک چیز ہے' دین میں تو معیوب ہے ہی لیکن بسا اوقات دنیوی طور پر بھی اس کا انجام اور نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ حکم ہے کہ بخیل کے مال کا قیامت کے دن اسے طوق ڈالا جائے گا۔ صحیح بخاری میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جسے اللہ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' اس کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بن کر جس کی آنکھوں پر دو نشان ہوں گے' طوق کی طرح اس کے گلے میں لپٹ جائے گا اور اس کی باچھوں کو چیرتا رہے گا اور کہتا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر آپ نے اسی آیت وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الخ' کی تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ بھاگتا پھرے گا۔ اور وہ سانپ اس کے پیچھے دوڑے گا پھر اسے پکڑ کر طوق کی طرح لپٹ جائے گا اور کاٹتا رہے گا۔ مسند ابو یعلی میں ہے' جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ کر مرے' وہ خزانہ ایک کوڑھی سانپ کی صورت میں جس کی دو آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے' ان کے پیچھے دوڑے گا۔ یہ بھاگے گا اور کہے گا تو کون ہے؟ یہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ کر مرا تھا یہاں تک کہ وہ اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا۔ پھر باقی جسم بھی' طبرانی کی حدیث میں ہے' جو شخص اپنے آقا کے پاس جا کر اس سے اپنی حاجت طلب کرے اور وہ باوجود گنجائش ہونے کے نہ دے' اس کے لیے قیامت کے دن زہریلا اژدھا پھن سے پھنکارتا ہوا بلایا جائے گا۔ سو دوسری روایت میں ہے کہ جو رشتہ دار محتاج اپنے مالدار رشتہ دار سے سوال کرے اور یہ اسے نہ دے' اس کی سزا یہ ہوگی اور وہ سانپ اس کے گلے کا ہار بن جائے گا (ابن جریر) ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اہل کتاب جو اپنی کتاب کے احکامات کو دوسروں تک پہنچانے میں بخل کرتے تھے' ان کی سزا کا بیان اس آیت میں ہو رہا ہے' لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے گو یہ قول بھی آیت کے عموم میں داخل ہے بلکہ یہ بطور اولیٰ داخل ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی میراث کا مالک اللہ ہی ہے۔ اس نے جو تمہیں دے رکھا ہے۔ اس میں سے اس کے نام خرچ کرو۔ تمام کاموں کا مرجع اسی کی طرف ہے۔ سخاوت کرو تاکہ اس دن کام آئے اور خیال رکھو کہ تمہاری نیتوں اور دلی ارادوں اور کل اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

یقیناً اللہ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں' ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے اور ان کا انبیاء کو بے وجہ قتل کرنا بھی اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو ○ یہ ہے بدلہ اس کا جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے بھیجا۔ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

کافروں کا قرض حسنہ پر احمقانہ تبصرہ اور ان کی ہٹ دھرمی پہ مجوزہ سزا: ☆☆ (آیت: ۱۸۱-۱۸۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے اور وہ اسے زیادہ اور زیادہ کر کے دے تو یہود کہنے لگے کہ اے نبی تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے اور اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے' اس پر یہ آیت لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ الخ' نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کے مدرسے میں گئے' یہاں کا بڑا معلم فخاص تھا اور اس کے ماتحت ایک بہت بڑا عالم اشیع تھا' لوگوں کا مجمع

تھا اور وہ ان سے مذہبی باتیں سن رہے تھے۔ آپؓ نے فرمایا فنحاص اللہ سے ڈر اور مسلمان ہو جا' اللہ کی قسم تجھے خوب معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اس کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں' ان کی صفتیں توراۃ وانجیل میں تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو فنحاص نے جواب میں کہا' ابوبکرؓ سن اللہ کی قسم' اللہ ہمارا محتاج ہے' ہم اس کے محتاج نہیں' اس کی طرف اس طرح نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہماری جانب عاجزی کرتا ہے بلکہ ہم تو اس سے بے پرواہ ہیں' ہم غنی اور تونگر ہیں' اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسے کہ تمہارا پیغمبرؐ کہہ رہا ہے۔ ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود سود دیتا ہے اگر غنی ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ کو سخت غصہ آیا اور فنحاص کے منہ پر زور سے مارا اور فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم یہود سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تجھ اللہ کے دشمن کا سر کاٹ دیتا' جاؤ بدنصیبو جھٹلاتے ہی رہو اگر سچے ہو' فنحاص نے جا کر اس کی شکایت سرکار محمدیؐ میں کی۔ آپ نے صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ اسے کیوں مارا؟ حضرت صدیقؓ نے واقعہ بیان کیا لیکن فنحاص اپنے قول سے مکر گیا کہ میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں اس بارے میں یہ آیت اتری۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب کی خبر دیتا ہے کہ ان کا یہ قول اور ساتھ ہی اسی جیسا ان کا بڑا گناہ یعنی قتل انبیاء ہم نے ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا ہے۔ ایک طرف ان کا جناب باری تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کرنا' دوسری جانب نبیوں کو مار ڈالنا' ان کاموں کی وجہ انہیں سخت تر سزا ملے گی' ان کو ہم کہیں گے کہ جلنے والے عذاب کا ذائقہ چکھو اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے پہلے کے کرتوت کا بدلہ ہے' یہ کہہ کر انہیں ذلیل ورسوا کن عذاب پر عذاب ہوں گے۔ یہ سراسر عدل وانصاف ہے اور ظاہر ہے کہ مالک اپنے غلاموں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ
حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ
الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے' تو کہہ کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول اور معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو پھر تم نے انہیں کیوں مار ڈالا؟ ○ پھر بھی اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے ہیں جو روشن دلیلیں' صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے ○

(آیت: ۱۸۳-۱۸۴) پھر ان کے اس خیال کو جھوٹا ثابت کیا جا رہا ہے جو یہ کہتے تھے کہ آسمانی کتابیں جو پہلے نازل ہوئیں' ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ جب تک کوئی رسول ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ اس کی امت میں سے جو شخص قربانی کرے' اس کی قربانی کو کھا جانے کیلئے آسمان سے قدرتی آگ آئے اور کھا جائے' ان کے اس قول کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ پھر اس معجزے والے پیغمبروں کو جو اپنے ساتھ دلائل اور براہین لے کر آئے تھے' تم نے کیوں مار ڈالا؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دے رکھا تھا کہ ہر ایک قبول شدہ قربانی

آسمانی آگ کھا جاتی تھی لیکن تم نے انہیں بھی سچا نہ جانا۔ ان کی بھی مخالفت اور دشمنی کی بلکہ انہیں قتل کر ڈالا اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں تمہاری اپنی بات کا بھی پاس ولحاظ نہیں لہٰذا تم حق کے ساتھی ہو نہ کسی نبی کے ماننے والے ہو تم یقیناً جھوٹے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دیتا ہے کہ ان کے جھٹلانے سے آپ تنگ دل اور غمناک نہ ہوں' اگلے اولوالعزم پیغمبروں کے واقعات کو اپنے لئے باعث تسلی بنائیں کہ وہ بھی باوجود دلیلیں ظاہر کر دینے کے اور باوجود اپنی حقانیت کو بخوبی واضح کر دینے کے پھر بھی جھٹلائے گئے' زُبُرہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جو ان صحیفوں کی طرح آسمان سے آئیں جو رسولوں پر اتاری گئی تھیں اور ''منیر'' سے مراد واضح جلی اور روشن اور چمکیلی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے' قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے' پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بیشک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کی جنس ہے ○ یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور یہ بھی یقینی ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننی پڑیں گی' اگر تم صبر کر لو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے ○

موت و حیات اور یوم حساب: ☆☆ (آیت: ۱۸۵-۱۸۶) تمام مخلوق کو عام اطلاع ہے کہ ہر جاندار مرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ یعنی اس زمین پر جتنے ہیں' سب فانی ہیں۔ صرف رب کا چہرہ باقی ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے' پس صرف وہی اللہ وحدہ لاشریک ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی فنا نہ ہو گا' جس طرح انسان کل کے کل مرنے والے ہیں' اسی طرح فرشتے اور حاملان عرش بھی مر جائیں گے' مدت ختم ہو جائے گی' صلب آدم سے جتنی اولاد ہونے والی تھی' ہو چکی اور پھر سب موت کے گھاٹ اتر گئے' مخلوقات کا خاتمہ ہو گیا' اس وقت اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے گا اور مخلوق کو ان کے کل اعمال کے چھوٹے بڑے چھپے کھلے صغیرہ کبیرہ سب کی جزا سزا ملے گی۔ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہو گا' یہی اس کے بعد کے جملہ میں فرمایا جا رہا ہے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' حضور کے انتقال کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا کوئی آ رہا ہے۔ ہمیں پاؤں کی چاپ سنائی دیتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا' اس نے آ کر کہا اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت' ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے' تم سب کو تمہارے اعمال کا بدلہ پورا پورا قیامت کے دن دیا جائے گا' ہر مصیبت کی تلافی اللہ کے پاس ہے' ہر مرنے والے کا بدلہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا اپنی گم شدہ چیز کو پا لینا ہے' اللہ ہی پر بھروسہ رکھو' اسی سے بھلی امیدیں رکھو' سمجھ لو کہ سچ مچ مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے' تم پر اللہ کی

طرف سے سلامتی نازل ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں (ابن ابی حاتم) حضرت علیؓ کا خیال ہے کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ پورا کامیاب وہ انسان ہے جو جہنم سے نجات پالے اور جنت میں چلا جائے' حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ مل جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے' اگر تم چاہو تو پڑھو فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ آخری ٹکڑے کے بغیر یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے اور کچھ زیادہ الفاظ کے ساتھ ابن حبان اور حاکم میں ہے اور ابن مردویہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے' جس کی خواہش آگ سے بچ جانے اور جنت میں داخل ہو جانے کی ہو' اسے چاہیئے کہ مرتے دم تک اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ سلوک کرے جسے خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ یہ حدیث پہلے آیت وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ مسند احمد میں بھی اور وکیع بن جراح کی تفسیر میں بھی یہی حدیث ہے۔ اس کے بعد دنیا کی حقارت اور ذلت بیان ہو رہی ہے کہ یہ نہایت ذلیل' فانی اور زوال پذیر چیز ہے' ارشاد ہے بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى یعنی تم تو دنیا کی زندگی پر ریجھے جاتے ہو حالانکہ دراصل بہتری اور بقا والی چیز آخری ہے۔ دوسری آیت میں ہے تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے یہ تو حیات دنیا کا فائدہ ہے اور اس کی بہترین زینت اور باقی رہنے والی تو وہ زندگی ہے جو اللہ کے پاس ہے۔

حدیث شریف میں ہے' اللہ کی قسم' دنیا آخرت کے مقابلہ میں صرف ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو لے۔ اس انگلی کے پانی کو سمندر کے پانی کے مقابلہ میں کیا نسبت ہے' آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی ہی ہے۔ حضرت قتادہؒ کا ارشاد ہے دنیا کیا ہے۔ ایک یونہی دھوکے کی جگہ ہے جسے چھوڑ چھاڑ کر تمہیں چل دینا ہے۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ یہ تو عنقریب تم سے جدا ہونے والی اور برباد ہونے والی چیز ہے' پس تمہیں چاہیئے کہ ہوش مندی برتو اور یہاں اللہ کی اطاعت کر لو اور طاقت بھر نیکیاں کما لو اللہ کی دی ہوئی طاقت کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا۔

آزمائش لازمی ہے صبر و ضبط بھی ضروری: ☆☆ پھر انسانی آزمائش کا ذکر ہو رہا ہے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ الخ' مطلب یہ ہے کہ مومن کا امتحان ضرور ہوتا ہے۔ کبھی جانی' کبھی مالی' کبھی اہل و عیال میں' کبھی اور کسی طرح' یہ آزمائش دینداری کے انداز کے مطابق ہوتی ہے' سخت دیندار کی ابتلاء بھی سخت اور کمزور دین والے کا امتحان بھی کمزور۔ پھر پروردگار جل شانہ صحابہ کرامؓ کو خبر دیتا ہے کہ بدر سے پہلے مدینہ میں تمہیں اہل کتاب سے اور مشرکوں سے دکھ دینے والی باتیں اور سرزنش سننی پڑے گی' پھر تسلی دیتا ہوا طریقہ سکھاتا ہے کہ تم صبر و ضبط کر لیا کرو اور پرہیزگاری برتو۔ یہ بڑا بھاری کام ہے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب مشرکین سے اور اہل کتاب سے بہت کچھ درگزر فرمایا کرتے تھے اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کر لیا کرتے تھے اور رب کریم کے اس فرمان پر عامل تھے یہاں تک کہ جہاد کی آیتیں اتریں۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے گدھے پر سوار ہو کر حضرت اسامہؓ کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کیلئے بنو حارث بن خزرج کے قبیلے میں تشریف لے چلے' یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ راستہ میں ایک مخلوط مجلس بیٹھی ہوئی ملی جس میں مسلمان بھی تھے' یہودی بھی تھے' مشرکین بھی تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا یہ بھی اب تک کفر کے کھلے رنگ میں تھا' مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے' حضورؐ کی سواری سے گرد و غبار جو اڑا تو عبداللہ بن ابی سلول نے ناک پر کپڑا رکھ لیا اور کہنے لگا غبار نہ اڑاؤ' حضورؐ پاس پہنچ ہی چکے تھے۔ سواری سے اتر آئے۔ سلام کیا اور

انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی چند آیتیں سنائیں تو عبداللہ بول پڑا۔ سنئے صاحب آپ کا یہ طریقہ ہمیں پسند نہیں' آپ کی باتیں حق ہی سہی لیکن اس کی کیا وجہ کہ آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذا دیں اپنے گھر جائیے جو آپ کے پاس آئے اسے سنائیے' یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا' حضورؐ بیشک آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں' ہمیں تو اس کی عین چاہت ہے' اب ان کی آپس میں خوب جھڑپ ہوئی' ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگا اور قریب تھا کہ کھڑے ہو کر لڑنے لگیں لیکن حضورؐ کے سمجھانے بجھانے سے آخر امن وامان ہو گیا اور سب خاموش ہو گئے۔ آپؐ اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت سعدؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ابوحباب' عبداللہ بن ابی بن سلول نے آج تو اس طرح کیا حضرت سعدؓ نے کہا' یا رسول اللہؐ آپ جانے دیجئے' معاف کیجئے اور درگزر کیجئے' قسم اللہ کی جس نے آپ پر قرآن اتارا' اسے آپؐ سے اس لئے بے حد دشمنی ہے اور ہونی چاہئے کہ یہاں کے لوگوں نے اسے سردار بنانا چاہا تھا اسے چودھراہٹ کی پگڑی بندھوانے کا فیصلہ ہو چکا تھا ادھر اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنا نبی برحق بنا کر بھیجا لوگوں نے آپ کو نبی مانا اس کی سرداری جاتی رہی جس کا اسے رنج ہے' اسی باعث یہ اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہے جو کہہ دیا کہہ دیا' آپ اسے اہمیت نہ دیں چنانچہ حضورؐ نے درگزر کر لیا اور یہی آپؐ کی عادت تھی اور آپؐ کے اصحابؓ کی بھی' یہودیوں سے' مشرکوں سے درگزر فرماتے' سنی ان سنی کر دیا کرتے اور اس فرمان پر عمل کرتے' یہی حکم آیت وَدَّ کَثِیْرٌ میں ہے' جو حکم عفو ودرگزر کا اس آیت وَلَتَسْمَعُنَّ میں ہے۔

ازاں بعد آپ کو جہاد کی اجازت دی گئی اور پہلا غزوہ بدر کا ہوا جس میں لشکر کفار کے سرداران قتل وغارت ہوئے' یہ حالت اور شوکت اسلام دیکھ کر اب عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھی گھبرائے۔ بجز اس کے کوئی چارہ کار انہیں نظر نہ آیا کہ بیعت کر لیں اور بظاہر مسلمان ہو جائیں۔ پس یہ کلیہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر حق والے پر جو نیکی اور بھلائی کا حکم کرتا ہے اور جو برائی اور خلاف شرع کام سے روکتا ہے' اس پر ضرور مصیبتیں اور آفتیں آتی ہیں۔ اسے چاہئے کہ ان تمام تکلیفوں کو جھیلے اور اللہ کی راہ میں صبر وضبط سے کام لے' اسی کی پاک ذات پر بھروسہ رکھے' اسی سے مدد طلب کرتا ہے اور اپنی کامل توجہ اور پورا رجوع اسی کی طرف رکھے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا
قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ
اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ
بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع ۱۹

اللہ تعالٰی نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے بیان کرتے رہا کرو اور اسے چھپاؤ نہیں' پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے ○ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا' اس پر

بھی ان کی تعریفیں کی جائیں تو انہیں عذاب سے چھٹکارہ میں نہ سمجھ' ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کا مالک اللہ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

بدترین خرید و فروخت ! ☆☆ (آیت:۱۸۷-۱۸۹) اللہ تعالیٰ یہاں اہل کتاب کو ڈانٹ رہا ہے کہ پیغمبروں کی وساطت سے جو عہد ان کا جناب باری سے ہوا تھا کہ حضور پیغمبر الزماںؐ پر ایمان لائیں گے اور آپؐ کے ذکر کو اور آپؐ کی بشارت کی پیش گوئی کو لوگوں میں پھیلائیں گے' انہیں آپؐ کی تابعداری پر آمادہ کریں گے اور پھر جس وقت آپ آ جائیں تو دل سے آپؐ کے تابعدار ہو جائیں گے' لیکن انہوں نے اس عہد کو چھپا لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ظاہر کرنے پر جن دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کا ان سے وعدہ کیا تھا' ان کے بدلے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں الجھ کر رہ گئے۔ ان کی یہ خرید و فروخت بد سے بدتر ہے' اس میں علماء کو تنبیہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہ کریں ورنہ ان پر بھی وہی سزا ہو گی جو ان کو ملی اور انہیں بھی اللہ کی وہ ناراضگی اٹھانی پڑے گی جو انہوں نے اٹھائی۔ علماء کرام کو چاہئے کہ ان کے پاس جو نفع دینے والا دینی علم ہو' جس سے لوگ نیک عمل جم کر کر سکتے ہوں' اسے پھیلاتے رہیں اور کسی بات کو نہ چھپائیں' حدیث شریف میں ہے' جس شخص سے علم کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اسے چھپا لے تو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنایا جائے گا۔

دوسری آیت میں ریاکاروں کی خدمت بیان ہو رہی ہے' بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں ہے' جو شخص جھوٹا دعویٰ کر کے زیادہ مال کمانا چاہے اسے اللہ تعالیٰ اور کم کر دے گا' بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں ہے' جو نہ دیا گیا ہو' اس کے ساتھ آسودگی جتانے والا دو جھوٹے کپڑے پہننے والے کی مثل ہے' مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اگر اپنے کام پر خوش ہونے اور نہ کئے ہوئے کام پر تعریف پسند کرنے کے باعث اللہ کا عذاب ہو گا تو ہم میں سے کوئی اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا' حضرت عبداللہؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں اس آیت سے کیا تعلق' یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ پھر آپ نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ سے اس آیت کے ختم تک تلاوت کی اور فرمایا کہ ان سے نبی ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تھا تو انہوں نے اس کا کچھ اور ہی غلط جواب دیا اور باہر نکل کر گمان کرنے لگے کہ ہم نے آپ کے سوال کا جواب دے دیا جس کی وجہ سے آپؐ کے پاس ہماری تعریف ہو گی اور سوال کے اصلی جواب کے چھپا لینے اور اپنے جھوٹے فقرہ کے چل جانے پر بھی خوش تھے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے' یہ حدیث بخاری وغیرہ میں بھی ہے اور صحیح بخاری شریف۔ میں یہ بھی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ میدانِ جنگ میں تشریف لے جاتے تو منافقین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔ ساتھ نہ جاتے۔ پھر خوشیاں مناتے کہ ہم لڑائی سے بچ گئے۔ اب جب اللہ کے نبیؐ واپس لوٹتے تو یہ باتیں بناتے' جھوٹے سچے عذر پیش کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا آپ کو یقین دلاتے اور چاہتے کہ نہ کئے ہوئے کام پر بھی ہماری تعریفیں ہوں' جس پر یہ آیت اتری۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے کہ مروان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح اوپر گذرا کہ حضرت ابن عباسؓ سے پچھوایا تو حضرت ابوسعیدؓ نے اس کا مصداق اور اس کا شان نزول ان منافقوں کو قرار دیا' جو غزوہ کے وقت بیٹھ جاتے۔ اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو بغلیں بجاتے۔ اگر فائدہ ہوا تو اپنا معذور ہونا ظاہر کرتے اور فتح و نصرت کی خوشی کا اظہار کرتے' اس پر مروان نے کہا' کہاں یہ واقعہ' کہاں یہ آیت؟ تو حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ یہ زید بن ثابتؓ بھی اس سے واقف ہیں۔ مروان نے حضرت زیدؓ سے پوچھا' آپ نے بھی اس کی تصدیق کی' پھر حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا' اس کا علم حضرت رافع بن خدیج کو بھی ہے جو مجلس میں موجود تھے لیکن انہیں ڈر ہے کہ اگر یہ خبر کر دیں گے تو آپ ان کی اونٹنیاں جو صدقہ کی ہیں' چھین لیں گے' باہر نکل کر حضرت زیدؓ نے کہا' میری

شہادت پر تم میری تعریف نہیں کرتے؟ حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا تم نے سچی شہادت ادا کر دی تو حضرت زیدؓ نے فرمایا' پھر میں بھی سچی شہادت دینے پر مستحق تعریف تو ہوں۔ مروان اس زمانہ میں مدینہ کا امیر تھا' دوسری روایت میں ہے کہ مروان کا یہ سوال رافع بن خدیج سے ہی پہلے ہوا تھا۔ اس سے پہلے کی روایت میں گذر چکا ہے کہ مروان نے اس آیت کی بابت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پچھوایا تھا تو یاد رہے کہ ان دونوں میں کوئی تضاد اور نفی کا عنصر نہیں' ہم کہہ سکتے ہیں کہ آیت عام ہے۔ اس میں بھی شامل ہے اور اس میں بھی' مروان والی روایت میں بھی ممکن ہے پہلے ان دونوں صاحبوں نے جواب دیئے۔ پھر مزید تشفی کے طور پر حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروان نے بذریعہ اپنے آدمی کے سوال کیا ہو' واللہ اعلم۔ حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہؐ مجھے تو اپنی ہلاکت کا بڑا اندیشہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں؟ جواب دیا ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ جو نہ کیا ہو' اس پر تعریف کو پسند کریں اور میرا یہ حال ہے کہ میں تعریف پسند کرتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تکبر سے اللہ نے روکا ہے اور میں جمال کو پسند ہوں۔ تیسرے یہ کہ حضورؐ کی آواز سے بلند آواز کرنا ممنوع ہے اور میں بلند آواز ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تیری زندگی بہترین اور باخیر ہو اور تیری موت شہادت کی موت ہو اور تو جنتی بن جائے۔ خوش ہو کر کہنے لگے۔ کیوں نہیں یارسول اللہؐ۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آپ کی زندگی انتہائی اچھی گزری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی' مسلیمہ کذاب کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ میں آپ نے شہادت پائی۔ تَحْسَبَنَّهُمْ کو يَحْسَبَنَّهُمْ پڑھا گیا ہے۔

پھر فرمان ہے کہ تو انہیں عذاب سے نجات پانے والے خیال نہ کر' انہیں عذاب ضرور ہو گا اور وہ بھی دردناک۔ پھر ارشاد ہے کہ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر اللہ تعالیٰ ہے۔ اسے کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا۔ پس تم اس سے ڈرتے رہو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔ اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس کے عذابوں سے اپنا بچاؤ کر لو۔ نہ تو کوئی اس سے بڑا نہ اس سے زیادہ قدرت والا۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں' کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں' (اور کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا' تو پاک ہے پس ہمیں عذاب آگ سے بچا لے ○

مظاہر کائنات دلیل رب ذوالجلال دعوت غور و فکر: ☆☆ (آیت: ۱۹۰-۱۹۱) طبرانی میں ہے' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قریش یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کیا کیا معجزات لے کر آئے تھے۔ انہوں نے کہا اژدھا بن جانے والی لکڑی اور چمکیلا ہاتھ' پھر نصرانیوں کے پاس گئے۔ ان سے کہا' تمہارے پاس حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کیا نشانیاں لائے تھے' جواب ملا کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا۔ اب یہ قریش آنحضرت ﷺ کے پاس

آئے اور آپ سے کہا' اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ آپ نے دعا کی جس پر یہ آیت اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الخ' اتری یعنی نشان قدرت دیکھنے والوں کے لئے اسی میں بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ اسی میں غور فکر کریں گے تو ان قدرتوں والے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں گے' لیکن اس روایت میں ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ یہ سوال مکہ شریف میں ہوا تھا اور یہ آیت مدینہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ آسمان جیسی بلند اور وسعت مخلوق اور زمین جیسی پست اور سخت اور لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جا ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ' جنگل' درخت' گھاس' کھیتیاں' پھل' اور مختلف قسم کے جاندار' کانیں' الگ الگ ذائقے والے اور طرح طرح کی خوشبوؤں والے اور مختلف خواص والے میوے وغیرہ' کیا یہ سب آیات قدرت ایک سوچ سمجھ والے انسان کی رہبری اللہ عزوجل کی طرف نہیں کرسکتیں جو اور نشانیاں دیکھنے کی ضرورت باقی رہے' پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم زیادہ ہونا' پھر برابر ہو جانا' یہ سب اس عزیز و حلیم اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کی پوری پوری نشانیاں ہیں' جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں' جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں پیروں تلے روندتے ہوئے گذر جاتے ہیں اور غور فکر نہیں کرتے' ان میں کے اکثر باوجود اللہ تعالیٰ کو ماننے کے پھر بھی شرک سے نہیں بچ سکتے۔ اب ان عقلمندوں کی صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کا نام لیا کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور ؐ نے عمران بن حصین ؓ سے فرمایا' کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو' اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی سہی' یعنی کسی حالت میں اللہ عزوجل کے ذکر سے غافل مت رہو' دل میں اور پوشیدہ اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہا کرو' یہ لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش میں نظریں دوڑاتے ہیں اور ان کی حکمتوں پر غور کرتے ہیں جو اس خالق یکتا کی عظمت وقدرت' علم و حکمت' اختیار و رحمت پر دلالت کرتی ہیں' حضرت شیخ سلیمان درانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' گھر سے نکل کر جس جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے' میں دیکھتا ہوں کہ اس میں اللہ کی ایک نعمت مجھ پر موجود ہے اور میرے لئے وہ باعث عبرت ہے' حضرت امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک ساعت غور و فکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے' حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؒ کا قول ہے کہ غور و فکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں بھلائیاں پیش کر دے گا' حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں' غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا اور بسا اوقات یہ بیت پڑھتے ۔

اِذَا الْمرءِ کَانَتْ لَهٗ فِکْرَةٌ فَفِیْ کُلِّ شَیءٍ لَهٗ عِبْرَةٌ

یعنی جس انسان کو باریک بینی اور سوچ سمجھ کی عادت پڑ گئی' اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں' خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو' لقمان حکیم کا نصیحت آموز مقولہ بھی یاد رہے کہ تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو اور اسی قدر غور و فکر اور دور اندیشی کی عادت زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے' اسی قدر راستے انسان پر وہ کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔ حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' جس قدر مراقبہ زیادہ ہوگا' اسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہوگی اور جتنی سمجھ زیادہ ہوگی' اتنا علم نصیب ہوگا اور جس قدر علم زیادہ ہوگا' نیک اعمال بھی بڑھیں گے' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ عزوجل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا افضل عبادت ہے' حضرت مغیث اسودؒ مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے کہ لوگو قبرستان ہر روز جایا کرو تا کہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو' پھر اپنے دل میں اس منظر

کو حاضر کرو کہ تم اللہ کے سامنے کھڑے ہو' پھر ایک جماعت کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے۔ اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کر دو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو اس کے ہتھوڑوں کو اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لاؤ' اتنا فرماتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بیہوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ پر ملاقات کی اور اس سے کہا۔ اے بندہ حق اس وقت تیرے پاس دو خزانے ہیں۔ ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان اور دوسرا خزانہ مال کا یعنی کوڑا کرکٹ۔ پیشاب پاخانہ ڈالنے کی جگہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے رہ کر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں فرماتے' اے اجڑے ہوئے' گھرو تمہارے رہنے والے کہاں گئے؟ پھر خود فرماتے' سب زیر زمین چلے گئے' سب فنا کا جام پی چکے' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہمیشہ کی مالک بقا ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے' دو رکعتیں جو دل بستگی کے ساتھ ادا کی جائیں' اس تمام نماز سے افضل ہیں جس میں ساری رات گذار دی لیکن دلچسپی نہ تھی' حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ابن آدم اپنے پیٹ کے تیسرے حصے میں کھا' تیسرے حصے میں پانی پی اور تیسرا حصہ ان سانسوں کے لئے چھوڑ جس میں تو آخرت کی باتوں پر' اپنے انجام پر اور اپنے اعمال پر غور و فکر کر سکے' بعض حکیموں کا قول ہے جو شخص دنیا کی چیزوں پر عبرت حاصل کئے بغیر نظر ڈالتا ہے' اس غفلت کی وجہ سے اس کی دلی آنکھیں کمزور پڑ جاتی ہیں' حضرت بشیر بن حارث حافی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرتے تو ہرگز ان سے نافرمانیاں نہ ہوتیں' حضرت عامر بن قیس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ ؓ سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی غور و فکر اور مراقبہ میں ہے۔ مسیح ابن مریم سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ابن آدم اے ضعیف انسان جہاں کہیں تو ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ' دنیا میں عاجزی اور مسکینی کے ساتھ رہ' اپنا گھر مسجدوں کو بنا لے' اپنی آنکھوں کو رونا سکھا' اپنے جسم کو صبر کی عادت سکھا' اپنے دل کو غور و فکر کرنے والا بنا' کل کی روزی کی فکر آج نہ کر۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

اے ہمارے پالنے والے تو جسے جہنم میں ڈالے یقیناً تو نے اسے رسوا کیا' اور ظالموں کا مددگار کوئی نہیں ○ اے ہمارے رب ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا باآواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے' اے اللہ اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر اور ہماری موت نیک لوگوں کے ساتھ کر ○ اے ہمارے پرورش کرنے والے اللہ' ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

(آیت:۱۹۲-۱۹۴) امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ مجلس میں بیٹھے ہوئے رو دیئے۔ لوگوں نے وجہ

پوچھی تو آپ نے فرمایا' میں نے دنیا میں اور اس کی لذتوں میں اور اس کی خواہشوں میں غور و فکر کیا اور عبرت حاصل کی جب نتیجہ پر پہنچا تو میری امنگیں ختم ہو گئیں' حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے اس میں عبرت و نصیحت ہے اور وعظ و پند ہے' حسین بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے اشعار میں اس مضمون کو خوب نبھایا ہے' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی مدح و ثنا بیان کی جو مخلوقات اور کائنات سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت لیں اور ان لوگوں کی مذمت بیان کی جو قدرت کی نشانیوں پر غور نہ کریں۔ مومنوں کی مدح میں بیان ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ سبحانہ کا ذکر کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے اپنی مخلوق کو عبث اور بے کار نہیں بنایا بلکہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو برائی کا بدلہ اور نیکوں کو نیکیوں کا بدلہ عطا فرمائے' پھر اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں کہ تو اس سے منزہ ہے کہ کسی چیز کو بے کار بنائے' اے خالق کائنات' اے عدل و انصاف سے کائنات کو سجانے والے' اے نقصان اور عیبوں سے پاک ذات ہمیں اپنی قوت و طاقت سے ان اعمال کی توفیق اور ہمارا رفیق فرما جن سے ہم تیرے عذابوں سے نجات پالیں اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں' یہ یوں بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ جسے تو جہنم میں لے گیا' اسے تو نے برباد اور ذلیل و خوار کر دیا' مجمع حشر کے سامنے اسے رسوا کیا' ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ انہیں نہ کوئی چھڑا سکے نہ بچا سکے۔ نہ تیرے ارادے کے درمیان آسکے' اے رب ہم نے پکارنے والے کی پکار سن لی جو ایمان اور اسلام کی طرف بلاتا ہے' مراد اس سے آنحضرت ﷺ ہیں جو فرماتے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ ہم ایمان لا چکے اور تابعداری بجا لائے پس ہمارے ایمان اور فرماں برداری کی وجہ سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ان کی پردہ پوشی کر اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں صالح اور نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے' تو نے ہم سے جو وعدے اپنے نبیوں کی زبانی کئے ہیں' انہیں پورے کر' اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں پر ایمان لانے کا لیا تھا' لیکن پہلا معنی واضح ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے عسقلان دو عروس میں سے ایک ہے۔ یہیں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار شہید اٹھائیں گے جو وفد بن کر اللہ کے پاس جائیں گے۔ یہیں شہیدوں کی صفیں ہوں گی جن کے ہاتھوں میں ان کے کٹے ہوئے سر ہوں گے۔ ان کی گردن کی رگوں سے خون جاری ہوگا' یہ کہتے ہوں گے اے اللہ ہم سے جو وعدے اپنے رسولوں کی معرفت تو نے کئے ہیں' انہیں پورے کر' ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر' تو وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' میرے یہ بندے سچے ہیں اور انہیں نہر بیضہ میں غسل کروائیں گے جس غسل کے بعد پاک صاف گورے چٹے رنگ کے ہو کر نکلیں گے اور ساری جنت ان کے لئے مباح ہو گی جہاں چاہیں جائیں آئیں جو چاہیں کھائیں پئیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور بعض تو کہتے ہیں موضوع ہے واللہ اعلم۔ ہمیں قیامت کے دن تمام لوگوں کے مجمع میں رسوا نہ کر' تیرے وعدے سچے ہیں تو نے جو کچھ خبریں اپنے رسولوں کی زبانی پہنچائی ہیں' سب اٹل ہیں' قیامت کا روز ضرور آنا ہے پس تو ہمیں اس دن کی رسوائی سے نجات دے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندے پر رسوائی' ڈانٹ ڈپٹ' مار اور شرمندگی اس قدر ڈالی جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے اسے قائل معقول کیا جائے گا کہ وہ چاہے گا کہ کاش مجھے جہنم میں ہی ڈال دیا جاتا (ابو یعلی) اس حدیث کی سند بھی غریب ہے۔

احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کے لئے جب اٹھتے تب سورۂ آل عمران کی ان دس آخری آیتوں کی تلاوت فرماتے' چنانچہ بخاری شریف میں ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر رات گذاری۔ یہ ام المومنین حضور کی بیوی صاحبہ تھیں۔ حضورؐ جب آئے تو تھوڑی دیر تک آپ حضرت میمونہؓ سے باتیں

کرتے رہے ۔ پھر سو گئے ۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ اٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے آخر سورت تک آیتیں تلاوت فرمائیں ۔ پھر کھڑے ہوئے مسواک کی وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی حضرت بلالؓ کی صبح کی اذان سن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں ۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی ۔ صحیح بخاری میں یہ روایت دوسری جگہ بھی ہے کہ بستر کے عرض میں تو میں سویا اور لمبائی میں آنحضرت ﷺ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا لیٹیں ۔ آدھی رات کے قریب کچھ پہلے یا کچھ بعد حضورؐ جاگے ۔ اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے ان دس آیتوں کی تلاوت کی ۔ پھر ایک لٹکی ہوئی مشک میں سے پانی لے کر بہت اچھی طرح کامل وضو کیا ۔ میں بھی آپ کی بائیں جانب آپ کی اقتدار میں نماز کے لئے کھڑا ہو گیا حضورؐ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر میرے کان کو پکڑ کر مجھے گھما کر اپنی دائیں جانب کر لیا اور دو دو رکعت کر کے چھ مرتبہ یعنی بارہ رکعت پڑھیں پھر وتر پڑھا اور لیٹ گئے یہاں تک موذن نے آ کر نماز کی اطلاع کی ۔ آپ نے کھڑے ہو کر دو ہلکی رکعتیں ادا کیں اور باہر آ کر صبح کی نماز پڑھائی ۔

ابن مردویہ کی اس حدیث میں ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم آج کی رات حضورؐ کی آل میں گذارو اور آپ کی رات کی نماز کی کیفیت دیکھو ۔ رات کو جب سب لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر چلے گئے میں بیٹھا رہا جب حضورؐ جانے لگے تو مجھے دیکھ کر فرمایا کون عبداللہ؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا کیوں رکے ہوئے ہو میں نے کہا والد صاحب کا حکم ہے کہ رات آپ کے گھر گذاروں تو فرمایا بہت اچھا آؤ گھر جا کر فرمایا ۔ بستر بچھاؤ ٹاٹ کا تکیہ آیا اور حضورؐ اس پر سر رکھ کر سو گئے یہاں تک کہ مجھے آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگی پھر آپ جاگے اور سیدھی طرح بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھ کر تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھا پھر سورۂ آل عمران کے خاتمہ کی یہ آیتیں پڑھیں ۔ اور روایت میں ہے کہ آیتوں کی تلاوت کے بعد حضورؐ نے یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّمِنْ بَیْنِ یَدَیَّ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ (ابن مردویہ) یہ دعا بعض صحیح طریق سے بھی مروی ہے ۔

اس آیت کی تفسیر کے شروع میں طبرانی کے حوالے سے جو حدیث گذری ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے لیکن مشہور اس کے خلاف ہے یعنی یہ کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش ہو سکتی ہے جو ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت عطاؒ حضرت ابن عمرؓ حضرت عبید بن عمیرؒ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئے آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا حضرت صدیقہؓ نے پوچھا عبید تم کیوں نہیں آیا کرتے ؟ حضرت عبید نے جواب دیا اماں جان صرف اس لئے کہ کسی شاعر کا قول ہے زر غبا تزد دحبا یعنی کم کم آؤ تا کہ محبت بڑھے حضرت ابن عمرؓ نے کہا اب ان باتوں کو چھوڑو ام المومنین ہم یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتائیں ۔ حضرت عائشہؓ رو دیں اور فرمانے لگیں حضور ﷺ کے تمام کام عجیب تر تھے اچھا ایک واقعہ سنو ۔ ایک رات میری باری میں حضورؐ میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے ۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے ۔ عائشہ میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے جانے دے ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ۔ اللہ کی قسم میں آپ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں اب آپ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپؐ نے ہلکا سا وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ۔ پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی ۔ پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی ۔ پھر کروٹ کے بل

لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آ کر نماز کے لئے بلایا اور آپ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے سچے رسولؐ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں' آپؐ نے فرمایا' بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ الخ' افسوس ہے اس شخص کے لئے جو اسے پڑھے اور پھر اس میں غور و تدبر نہ کرے۔

عبد بن حمید کی تفسیر میں بھی یہ حدیث ہے' اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہم حضرت عائشہؓ کے پاس گئے' ہم نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے اپنے نام بتائے اور آخر میں یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد آپ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے رخسار تلے ہاتھ رکھا اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی اور حضرت بلالؓ کے جواب میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ اور آیتوں کے نازل ہونے کے بارے میں عَذَابَ النَّارِ تک آپ نے تلاوت کی' ابن مردویہ کی ایک ضعیف سند والی حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورۂ آل عمران کے آخر کی دس آیتیں ہر رات کو پڑھتے۔ اس روایت میں مظاہر بن اسلم ضعیف ہیں۔

فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى ۚ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِىۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت' میں ہرگز ضائع نہیں کرتا' تم آپس میں ایک ہی ہو' پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے' میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور بالیقین انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' یہ ہے ثواب اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس بہترین ثواب ہے ○

دعا کیجئے' قبول ہو گی بشرطیکہ؟ ☆☆ (آیت:۱۹۵) یہاں اِسۡتَجَابَ کے معنی میں اجاب کے ہیں اور یہ عربی میں برابر مروج ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک روز حضورؐ سے پوچھا کہ کیا بات ہے عورتوں کی ہجرت کا کہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں کیا' اس پر یہ آیت اتری' انصار کا بیان ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلی مہاجرہ عورت جو ہودج میں آئیں' حضرت ام سلمہؓ ہی تھیں۔ ام المومنینؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ صاحب عقل اور صاحب ایمان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں جن کا ذکر پہلے کی آیتوں میں تھا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بھی ان کی منہ مانگی مراد انہیں عطا فرمائی' اسی لئے اس آیت کو ''ف'' سے شروع کیا جیسے اور جگہ ہے وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ الخ' یعنی میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دے کہ میں تو ان کے بہت ہی نزدیک ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے۔ میں اس کی پکار کو قبول فرما لیتا ہوں۔ پس انہیں بھی چاہئے کہ میری مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ ممکن ہے کہ وہ رشد و ہدایت پا لیں۔

پھر قبولیت دعا کی تفسیر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ میں کسی عامل کے عمل کو رائیگاں نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ عطا فرماتا ہوں خواہ مرد ہو خواہ عورت' ہر ایک میرے پاس ثواب میں اور اعمال کے بدلے میں یکساں ہے' پس جو لوگ شرک کی جگہ کو چھوڑیں اور ایمان کی جگہ آ جائیں' دارالکفر سے ہجرت کریں' بھائیوں' دوستوں' پڑوسیوں اور اپنوں کو اللہ کے نام پر ترک کر دیں' مشرکوں کی ایذائیں سہہ سہہ کر' تھک کر بھی' عاجز آ کر بھی ایمان کو نہ چھوڑیں بلکہ اپنے پیارے وطن سے منہ موڑ لیں جبکہ لوگوں کا انہوں نے کوئی نقصان نہیں کیا تھا جس کے بدلے میں انہیں ستایا جاتا بلکہ ان کا صرف یہ قصور تھا کہ میری راہ پہ چلنے والے تھے' صرف میری توحید کو مان کر دنیا کی دشمنی مول لے لی تھی' میری راہ پر چلنے کے باعث طرح طرح سے ستائے جاتے تھے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ رَبِّکُمۡ یہ لوگ رسول کو اور تمہیں صرف اس بنا پر وطن سے نکال دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا رب ہے' اور ارشاد ہے وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ان سے دشمنی اسی وجہ سے ہے کہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لائے ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہوں نے جہاد بھی کیے اور یہ شہید بھی ہوئے' یہ سب سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ ہے' ایسا شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے' اس کی سواری کٹ جاتی ہے' منہ خاک وخون میں مل جاتا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ اگر میں صبر کے ساتھ' نیک نیتی سے' دلیری سے' پیچھے نہ ہٹ کر' اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کر دیا جاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میری خطائیں معاف فرما دے گا؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں پھر دوبارہ آپؐ نے اس سے سوال کیا کہ ذرا پھر کہنا تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے دوبارہ اپنا سوال دھرا دیا' آپؐ نے فرمایا ہاں مگر قرض معاف نہ ہوگا' یہ بات جبرائیل ابھی مجھ سے کہہ گئے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ میں ان کی خطا کاریاں معاف فرما دوں گا اور انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن میں چاروں طرف نہریں بہہ رہی ہیں' جن میں کسی میں دودھ ہے' کسی میں شہد' کسی میں شراب' کسی میں صاف پانی اور وہ نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی کان نے سنیں' نہ کسی آنکھ نے دیکھیں' نہ کسی انسانی دل میں کبھی خیال گزرا۔ یہ ہے بدلہ اللہ کی طرف سے۔ ظاہر ہے کہ جو ثواب اس شہنشاہ عالی کی طرف سے ہو' وہ کس قدر زبردست اور بے انتہا ہوگا؟ جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ اگر وہ عذاب کرے تو وہ بھی مہلک اور برباد کر دینے والا اور اگر انعام دے تو وہ بھی بے حساب' قیاس سے بڑھ کر کیونکہ اس کی ذات بے پرواہ ہے' نیک اعمال لوگوں کا بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔ حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں' لوگو اللہ تعالیٰ کی قضاء پر غمگین اور بے صبرے نہ ہو جایا کرو۔ سنو مومن پر ظلم وجور نہیں ہوتا اگر تمہیں خوشی اور راحت پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر کرو اور اگر برائی پہنچے تو صبر وضبط کرو اور نیکی اور ثواب کی تمنا رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین بدلے اور پاکیزہ ثواب ہیں۔

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ
ثُمَّ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ
لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا نُزُلًا
مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۸﴾

تجھے کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا فریب میں نہ ڈال دے ○ یہ تو بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے' اس کے بعد ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے' اور وہ بری جگہ ہے ○ لیکن جو لوگ اپنے

رب سے ڈرتے رہیں' ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے' مہمان ہیں اللہ کی طرف سے' اور نیک کاروں کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت ہی بہتر ہے ○

دنیا کا سامان تعیش دلیل نجات نہیں: ☆☆ (آیت:۱۹۶-۱۹۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کافروں کی بدمستی کے سامان تعیش' ان کی راحت و آرام' ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف اے نبی آپ نظریں نہ ڈالیں۔ یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان کے لئے باقی رہ جائیں گی۔ ان کی یہ تمام نعمتیں آخرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں۔ اسی مضمون کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں مثلاً مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑتے ہیں۔ ان کا شہروں میں گھومنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے' دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ الخ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' وہ فلاح نہیں پاتے' دنیا میں چاہے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لیں لیکن آخر تو انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔ پھر ہم انہیں ان کے کفر کی پاداش میں سخت تر سزائیں دیں گے۔

ارشاد ہے انہیں ہم تھوڑا سا فائدہ پہنچا کر پھر گھیرے عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔ اور جگہ ہے کافروں کو کچھ مہلت دے دے' اور جگہ ہے کیا وہ شخص جو ہمارے بہترین وعدوں کو پالے گا اور وہ جو دنیا میں آرام سے گزار رہا ہے لیکن قیامت کے دن عذابوں کے لئے حاضری دینے والا ہے' برابر ہو سکتے ہیں؟ چونکہ کافروں کا دنیوی اور اخروی حال بیان ہوا' اس لئے ساتھ ہی مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ متقی گروہ قیامت کے دن نہروں والی بہشتوں میں ہوگا' ابن مردویہ میں ہے' رسول کریم افضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں' انہیں ابرار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ماں باپ کے ساتھ اور اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے جس طرح تیرے ماں باپ کا تجھ پر حق ہے' اسی طرح تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے' یہی روایت حضرت ابن عمرو سے موقوفاً بھی مروی ہے اور موقوف ہونا ہی زیادہ ٹھیک نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں' ابرار وہ ہیں جو کسی کو ایذا نہ دیں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہر شخص کے لئے خواہ نیک ہو خواہ بد موت اچھی چیز ہے' اگر نیک ہے تو جو کچھ اس کے لئے اللہ کے پاس ہے' وہ بہت ہی بہتر ہے اور اگر بد ہے تو اللہ کے عذاب اور اس کے گناہ جو اس کی زندگی میں بڑھ رہے تھے' اب ان کا بڑھنا ختم ہوا۔ پہلے کی دلیل وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ہے اور دوسری کی دلیل لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ الخ ہے یعنی کافر ہماری ڈھیل دینے کو اپنے حق میں بہتر نہ خیال کریں۔ یہ ڈھیل ان کے گناہوں میں اضافہ کر رہی ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝١٩٩ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا
وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٢٠٠

ع ۲۰

یقیناً اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور تمہاری طرف جو اترا اور ان کی جانب جو نازل ہوا اس پر بھی اللہ سے ڈرتے رہنے والے ہیں اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر بیچتے بھی نہیں' ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ○ اے ایمان والو تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو ○

ایمان والوں اور مجاہدین کے قابل رشک اعزاز: ☆☆ (آیت:۱۹۹-۲۰۰) اللہ تعالیٰ اہل کتاب کے اس فرقے کی تعریف کرتا ہے جو پورے ایمان والا ہے۔ قرآن کریم کو بھی مانتا ہے اور اپنے نبیؑ کی کتاب پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کے فرمانوں کی بجا آوری میں نہایت تندہی کے ساتھ مشغول ہے۔ رب کے سامنے عاجزی اور گریہ وزاری کرتا رہتا ہے۔ پیغمبر آخر الزمانؐ کے جو پاک اوصاف اور صاف نشانیاں ان کی کتابوں میں ہیں' اسے دنیا کے بدلے چھپاتا نہیں بلکہ ہر ایک کو بتاتا ہے اور آپ کی رسالت کو مان لینے کی رغبت دلاتا ہے' ایسی جماعت اللہ تعالیٰ کے پاس اجر پائے گی خواہ یہودیوں کی ہو' خواہ نصرانیوں کی۔ سورہ قصص میں یہ مضمون اس طرح بیان ہوا ہے اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ الخ جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دے رکھی ہے' وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جب یہ کتاب ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے' یہ برحق کتاب ہمارے رب کی ہے' ہم تو پہلے سے ہی اسے مانتے تھے۔ انہیں ان کے صبر کا دوہرا اجر دیا جائے گا۔ اور جگہ ہے جنہیں ہم نے کتاب دی اور جسے وہ اسے صحیح طور پر پڑھتے ہیں' وہ تو اس قرآن پر بھی فوراً ایمان لاتے ہیں۔ اور جگہ ارشاد ہے وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤی اُمَّةٌ یَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِهٖ یَعۡدِلُوۡنَ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے بھی ایک جماعت حق کی ہدایت کرنے والی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی ہے' دوسرے مقام پر بیان ہے لَیۡسُوۡا سَوَآءً الخ یعنی اہل کتاب سب یکساں نہیں۔ ان میں ایک جماعت راتوں کے وقت بھی اللہ کی کتاب پڑھنے والی ہے اور سجدے کرنے والی ہے۔ اور جگہ ہے' اے نبیؐ! تم کہو کہ لوگو تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ' جنہیں پہلے سے علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے اس کلام مجید کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ اپنے چہروں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے۔ یقیناً اس کا وعدہ سچا ہے اور سچا ہو کر رہنے والا ہے۔ یہ لوگ روتے ہوئے منہ کے بل گرتے ہیں اور خشوع وخضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ یہ صفتیں یہودیوں میں پائی گئیں گو بہت کم لوگ ایسے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ ہی جیسے اور باایمان یہودی علماء لیکن ان کی گنتی دس تک بھی نہیں پہنچتی۔ ہاں نصرانی اکثر ہدایت پر آ گئے اور حق کے فرمانبردار ہو گئے جیسے اور جگہ ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الۡیَهُوۡدَ وَالَّذِیۡنَ اَشۡرَكُوۡا سے خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا آخر آیت تک' مطلب یہ ہے کہ ایمان والوں سے عداوت اور دشمنی رکھنے میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے یہود ہیں اور مشرک اور ایمان والوں سے محبت رکھنے میں پیش پیش نصرانی ہیں۔

اب فرماتا ہے' ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ حدیث میں یہ بھی آ چکا ہے کہ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۂ مریم کی تلاوت شاہ نجاشی کے دربار میں بادشاہ' اراکین سلطنت اور علماء نصاریٰ کے سامنے کی اور اس میں آپؓ پر رقت طاری ہوئی تو سب حاضرین دربار مع بادشاہ رو دیئے اور اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں' صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نجاشی کے انتقال کی خبر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ کو دی اور فرمایا کہ تمہارا بھائی حبشہ میں انتقال کر گیا ہے اور اس کے جنازے کی نماز ادا کرو اور میدان میں جا کر صحابہؓ کی صفیں مرتب کر کے آپؐ نے ان کے جنازے کی نماز ادا کی۔ ابن مردویہ میں ہے کہ جب نجاشی فوت ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا' اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو تو بعض لوگوں نے کہا' دیکھئے حضورؐ ہمیں اس نصرانی کے لئے استغفار

کرنے کا حکم دیتے ہیں جو حبشہ میں مرا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ گویا اس کے مسلمان ہونے کی شہادت قرآن کریم نے دی' ابن جریرؒ میں ہے کہ ان کی موت کی خبر حضورؐ نے دی کہ تمہارا بھائی اصحمہ انتقال کر گیا ہے' پھر حضورؐ باہر نکلے اور جس طرح جنازے کی نماز پڑھاتے تھے' اسی طرح چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس پر منافقوں نے وہ اعتراض کیا اور یہ آیت اتری' ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہم یہی سنتے رہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ نجاشی کا ایک دشمن اس کی سلطنت پر حملہ آور ہوا تو مہاجرین نے کہا کہ آپ اس سے مقابلہ کرنے کے لئے چلئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ہماری بہادری کے جوہر دیکھ لیں گے اور جو حسن سلوک آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے' اس کا بدلہ بھی اتر جائے گا لیکن نجاشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی امداد کے ساتھ بچاؤ کرنے سے اللہ کی امداد کا بچاؤ بہتر ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس سے مراد اہل کتاب کے مسلمان لوگ ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں' اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو حضورؐ سے پہلے تھے' اسلام کو پہچانتے تھے اور حضورؐ کی تابعداری کا بھی شرف انہیں حاصل ہوا تو انہیں اجر بھی دوہرا ملا۔ ایک تو حضورؐ سے پہلے کے ایمان کا' دوسرا اجر آپؐ پر ایمان لانے کا' بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملا ہے جن میں سے ایک اہل کتاب کا وہ شخص ہے جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور مجھ پر ایمان لایا اور باقی دو کو بھی ذکر کیا' اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر نہیں بیچتے یعنی اپنے پاس علمی باتوں کو چھپاتے نہیں جیسے کہ ان میں سے ایک رذیل جماعت کا شیوہ تھا بلکہ یہ لوگ تو اسے پھیلاتے اور خوب ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے یعنی جلد سمیٹنے اور گھیرنے اور شمار کرنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسلام جیسے میرے پسندیدہ دین پر جمے رہو۔ شدت اور نرمی کے وقت' مصیبت اور راحت کے وقت غرض کسی حال میں بھی اسے نہ چھوڑو۔ یہاں تک کہ دم نکلے تو اسی پر نکلے اور اپنے ان دشمنوں سے بھی صبر سے کام لو جو اپنے دین کو چھپاتے ہیں' امام حسن بصری وغیرہ علماء سلف نے یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

مرابطہ کہتے ہیں عبادت کی جگہ میں ہیشگی کرنے کو اور ثابت قدمی سے جم جانے کو اور کہا گیا ہے' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کو' یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سہل بن حنیف اور محمد بن کعب قرظیؒ کا۔ صحیح مسلم شریف اور نسائی میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے" تکلیف ہوتے ہوتے بھی کامل وضو کرنا' دور سے چل کر مسجدوں میں آنا' ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے' یہ مرابطہ ہے' یہی اللہ تعالیٰ کی راہ کی مستعدی ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ ابوسلمہؓ سے ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا' اے میرے بھتیجے جانتے ہو' اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ آپؓ نے فرمایا' سنو اس وقت کوئی غزوہ نہ تھا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مسجدوں کو آباد رکھتے تھے اور نمازوں کو ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے۔ پھر اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ انہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم پانچوں نمازوں پر جمے رہو اور اپنے نفس کو اور اپنی خواہش کو روکے رکھو اور مسجدوں میں بسیرا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہی اعمال موجب ایمان ہیں۔ ابن جریر کی حدیث میں ہے کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ ناپسندیدگی کے وقت کامل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ تمہاری مستعدی اسی میں ہونی چاہئے۔ اور حدیث میں زیادہ قدم رکھ کر چل کر مسجد میں آنا بھی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ہی درجے بھی ان اعمال سے بڑھتے رہتے ہیں اور یہی اس آیت کا مطلب ہے لیکن یہ حدیث بالکل غریب ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں' یہاں ''رَابِطُوا'' سے مطلب انتظار نماز ہے' لیکن اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ فرمان حضرت ابوہریرہؓ کا ہے۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے ''رَابِطُوا'' سے مراد دشمن سے جہاد کرنا' اسلامی ملک کی حدود کی نگہبانی کرنا اور دشمنوں کو اسلامی شہروں میں نہ گھسنے دینا ہے۔ اس کی ترغیب میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں اور اس پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے ایک دن کی یہ تیاری ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے افضل ہے' مسلم شریف کی حدیث میں ہے' ایک دن رات کی جہاد کی تیاری ایک ماہ کے کامل روزوں اور ایک ماہ کی تمام شب بیداری سے افضل ہے اور اسی تیاری کی حالت میں موت آ جائے تو جتنے اعمال صالحہ کرتا تھا' سب کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ اور فتنوں سے امن پاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے' ہر مرنے والے کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ کی تیاری میں ہو اور اسی حالت میں مر جائے' اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اسے فتنہ قبر سے نجات ملتی ہے' ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن اسے امن ملے گا' مسند کی اور حدیث میں ہے' اسے صبح و شام جنت سے روزی پہنچائی جاتی ہے اور قیامت تک اس کے مرابط کا اجر ملتا رہتا ہے۔ مسند احمد میں ہے جو شخص مسلمانوں کی سرحد کے کسی کنارے پر تین دن تیاری میں گزارے' اسے سال بھر تک کی اور جگہ کی اس تیاری کا اجر ملتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے' ایک مرتبہ فرمایا' میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنی سنی ہوئی بات سناتا ہوں۔ میں نے اب تک ایک خاص خیال سے اسے نہیں سنایا' آپؐ نے فرمایا ہے' اللہ جل شانہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ ایک ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے جو تمام راتیں قیام میں اور تمام دن صیام میں گزارے جائیں۔ دوسری روایت میں اس حدیث کو اب تک بیان نہ کرنے کی وجہ خلیفہ رسولؐ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ مجھے ڈر تھا کہ اس فضیلت کے حاصل کرنے کے لئے کہیں تم سب مدینہ چھوڑ کر میدان جنگ میں نہ چل دو۔ اب میں سنا دیتا ہوں۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو بات اپنے لئے پسند کرتا ہے' اس کا پابند ہو جائے۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے پھر فرمایا' کیا میں نے رسول اللہ ﷺ کی بات پہنچا دی۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپؓ نے فرمایا' اے جناب باری تعالیٰ تو گواہ رہ' ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شرجیل بن سمط محافظت سرحد میں تھے اور زمانہ زیادہ گزر جانے کے بعد کچھ تنگ دل ہو رہے تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ ان کے پاس پہنچے اور فرمایا' آؤ میں تجھے پیغمبر اللہ ﷺ کی ایک حدیث سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا ہے' ایک دن سرحد کی حفاظت ایک مہینہ کے صیام و قیام سے افضل ہے اور جو اسی حالت میں مر جائے' وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے اعمال قیامت تک جاری رہتے ہیں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دینا تا کہ مسلمان امن سے رہیں ہاں نیت نیک ہو گو وہ رات رمضان کی نہ ہو' ایک سو سال کی عبادت سے افضل ہے' جس کے دن روزے میں اور جس کی راتیں تہجد میں گزری ہوں اور ایک دن کی رب العزت کی راہ میں تیاری تا کہ مسلمان باحفاظت رہیں' طلب ثواب کی نیت سے ماہ رمضان کے بغیر اللہ کے نزدیک ایک ہزار سال کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جائیں گی اور نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس مرابطہ کا اجر قیامت تک اسے ملتا رہے گا۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ اس کے ایک راوی عمرو بن صبح متہم ہیں' ابن ماجہ کی ایک اور غریب حدیث میں ہے کہ ایک رات کی مسلم لشکر کی چوکیداری ایک ہزار سال کی راتوں کے قیام اور دنوں کے صیام سے افضل ہے۔ ہر سال کے تین سو ساٹھ دن اور ہر دن مثل ایک ہزار سال کے' اس کے راوی سعید بن خالد ابوزرعہؒ

وغیرہ ہیں۔ ائمہ نے اسے ضعیف کہا ہے بلکہ امام حاکمؒ فرماتے ہیں اس کی روایت سے موضوع حدیثیں بھی ہیں۔ ایک منقطع حدیث میں ہے لشکر اسلام کے چوکیدار پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو (ابن ماجہ)۔

حضرت سہل بن حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ حنین والے دن ہم رسول کریم علیہ السلام کے ساتھ چلے شام کی نماز میں نے حضورؐ کے ساتھ ادا کی۔ استنے میں ایک گھوڑ سوار آیا اور کہا' یا رسول اللہ' میں آگے نکل گیا تھا اور فلاں پہاڑ پر چڑھ کر میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ میدان میں جمع ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کی اونٹنیاں' بکریاں' عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا ان شاءاللہ یہ سب کل مسلمانوں کی مال غنیمت ہوگا۔ پھر فرمایا' بتاؤ آج کی رات پہرہ کون دے گا؟ حضرت انس بن ابو مرشد نے کہا' یا رسول اللہ' میں حاضر ہوں' آپؐ نے فرمایا' جاؤ سواری لے کر آؤ' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہوئے' آپؐ نے فرمایا' اس گھاٹی پر چلے جاؤ اور اس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤ' خبردار تمہاری طرف سے ان کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ صبح تک نہ ہو' صبح جس وقت نماز کے لئے حضورؐ تشریف لائے' دو سنتیں ادا کیں اور لوگوں سے پوچھا' کہو تمہارے پہرے دار سوار کی تو کوئی آہٹ نہیں سنی۔ لوگوں نے کہا۔ نہیں یا رسول اللہ' اب تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے نماز شروع کی۔ آپ کا خیال اسی گھاٹی کی طرف تھا۔ نماز سے سلام پھیرتے ہی آپؐ نے فرمایا۔ خوش ہو جاؤ۔ تمہارا گھوڑ سوار آ رہا ہے' ہم نے جھاڑیوں میں جھانک کر دیکھا تو تھوڑی دیر میں ہمیں بھی دکھائی دے گئے۔ آ کر حضورؐ سے کہا' یا رسول اللہ میں اس وادی کے اوپر کے حصے پر پہنچ گیا اور ارشاد کے مطابق وہیں رات گزاری۔ صبح میں نے دوسری گھاٹی بھی دیکھ ڈالی لیکن وہاں بھی کوئی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا رات کو وہاں سے تم نیچے بھی اترے تھے۔ جواب دیا نہیں صرف نماز کے لئے اور قضا حاجت کے لئے تو نیچے اترا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے لئے جنت واجب کر لی' اب تم اس کے بعد کوئی عمل نہ کرو تو بھی تم پر کوئی حرج نہیں (ابوداؤد و نسائی)۔

مسند احمد میں ہے ایک غزوہ کے موقعہ پر ایک رات کو ہم بلند جگہ پر تھے اور سخت سردی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ زمین میں گڑھے کھود کھود کر اپنے اوپر ڈھالیں لے لے کر پڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت علیہ السلام نے اس وقت آواز دی کہ کوئی ہے جو آج کی رات ہماری چوکیداری کرے اور مجھ سے بہترین دعا لے تو ایک انصاری کھڑا ہو گیا اور کہا حضورؐ میں تیار ہوں۔ آپؐ نے اسے پاس بلا کر نام دریافت کر کے اس کے لئے بہت دعا کی۔ ابوریحانہ یہ دعائیں سن کر آگے بڑھے اور کہنے لگے' یا رسول اللہ میں بھی پہرہ دوں گا۔ آپؐ نے مجھے بھی پاس بلا لیا اور نام پوچھ کر میرے لئے بھی دعائیں کیں لیکن اس انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ دعا کم تھی' پھر آپؐ نے فرمایا' اس آنکھ پر جہنم کی آنچ حرام ہے جو اللہ کے ڈر سے روئے اور اس آنکھ پر بھی جو راہ اللہ میں شب بیداری کرے' مسند احمد میں ہے' رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں' جو شخص مسلمانوں کے پیچھے سے ان کا پہرہ دے اپنی خوشی سے بغیر سلطان کی اجرت و تنخواہ کے' وہ اپنی آنکھوں سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری ہونے کے لئے جو اس آیت میں ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا یعنی تم سب اس پر وارد ہو گئے۔

صحیح بخاری میں ہے' دینار کا بندہ برباد ہوا اور کپڑوں کا بندہ' اگر مال دیا جائے تو خوش ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناخوش ہے' یہ بھی برباد ہوا اور خراب ہوا اگر اسے کانٹا چبھ جائے تو نکالنے کی کوشش بھی نہ کی جائے۔ خوش نصیب ہوا اور بھلا خوب پھولا وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے۔ بکھرے ہوئے بال ہیں اور گرد آلود قدم ہیں۔ اگر چوکیداری پر مقرر کر دیا گیا ہے تو چوکیدارہ کر رہا ہے اور اگر لشکر کے اگلے حصے میں مقرر کر دیا گیا ہے تو وہیں خوش ہے لوگوں کی نظروں میں اتنا گرا پڑا ہے کہ اگر کہیں جانا چاہے تو اجازت نہ ملے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہ ہو' الحمدللہ اس آیت کے متعلق خاصی حدیثیں بیان ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر ہم اس

کا شکر ادا کرتے ہیں اور شکر گزاری سے رہتی دنیا تک فارغ نہیں ہو سکتے ۔ تفسیر ابن جریرؒ میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان جنگ سے ایک خط لکھا اور اس میں رومیوں کی فوج کی کثرت' ان کی آلات حرب کی حالت اور ان کی تیاریوں کی کیفیتیں بیان کیں اور لکھا کہ سخت خطرہ کا موقعہ ہے' یہاں سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب گیا جس میں حمد و ثناء کے بعد تحریر تھا کہ کبھی کبھی مومن بندوں پر سختیاں بھی آ جاتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے بعد آسانیاں بھیج دیتا ہے ۔ سنو ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی ۔ سنو پروردگار عالم کا فرمان ہے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے سن ۱۷۰ یا ۱۷۷ھ میں شہر طرسوس میں حضرت محمد بن ابراہیم بن سکینہ کو جبکہ وہ ان کو وداع کرنے آئے تھے اور یہ جہاد کو جا رہے تھے' یہ اشعار لکھوا کر حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کو بھجوائے ۔

یَا عَابِدَ الْحَرَمَیْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ اِنَّكَ فِی الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
مَنْ كَانَ یَخْضِبُ خَدَّهٗ بِدُمُوْعِهٖ فَنُحُوْرُنَا بِدِمَآئِنَا تَتَخَضَّبُ
من كان يتعب خيله في باطل فنخيولنا يوم الصبيحته تتعب
رِیْحُ الْعَبِیْرِ لَكُمْ وَنَحْنُ عَبِیْرُنَا رَهَجُ السَّنَابُكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْیَبُ
وَلَقَدْ اَتَانَا مِنْ مَّقَالِیْ نَبِیِّنَا قَوْلٌ صَحِیْحٌ صَادِقٌ لَا یَكْذِبُ
لَا یَسْتَوِیْ غُبَارُ خَیْلِ اللّٰهِ فِیْ اَنْفِ امْرِیٍٔ وَ دُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ
هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ یَنْطِقُ بَیْنَنَا لَیْسَ الشَّهِیْدُ بِمَیِّتٍ لَا یَكْذِبُ

''اے مکہ مدینہ میں رہ کر عبادت کرنے والے' اگر تو ہم مجاہدین کو دیکھ لیتا تو بالیقین تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیری عبادت تو ایک کھیل ہے' ایک وہ شخص ہے جس کے آنسو اس کے رخساروں کو تر کرتے ہیں اور ایک ہم ہیں جو اپنی گردن اللہ کی راہ میں کٹوا کر اپنے خون میں آپ نہا لیتے ہیں ۔ ایک وہ شخص ہے جس کا گھوڑا باطل اور بے کار کام میں تھک جاتا ہے اور ہمارے گھوڑے حملے اور لڑائی کے دن ہی تھکتے ہیں ۔ اگر کی خوشبوئیں تمہارے لئے ہیں اور ہمارے لئے اگر کی خوشبو گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ گرد و غبار ہے ۔ یقین مانو' ہمیں نبی کریمؐ کی یہ حدیث پہنچ چکی ہے جو سراسر راستی اور درستی والی بالکل سچی ہے کہ جس کسی کے نام میں اس اللہ تعالیٰ کے لشکر کی گرد بھی پہنچ گئی' اس کے ناک میں شعلے مارنے والی جہنم کی آگ کا دھواں بھی نہ جائے گا ۔ اور لو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب جو ہم میں موجود ہے اور صاف کہہ رہی ہے اور سچ کہہ رہی ہے کہ شہید مردہ نہیں ۔''

محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں' جب میں نے مسجد حرام میں پہنچ کر حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کو یہ اشعار دکھائے تو آپ پڑھ کر زار زار روئے اور فرمایا' ابو عبدالرحمٰن نے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر ہوں' صحیح اور سچ فرمایا اور مجھے نصیحت کی اور میری بے حد خیر خواہی کی ۔ پھر مجھ سے فرمایا' کیا تم حدیث لکھتے ہو' میں نے کہا جی ہاں' کہا اچھا تم جو یہ نصیحت نامہ میرے پاس لائے' اس کے بدلے میں تمہیں ایک حدیث لکھواتا ہوں ۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے میں مجاہد کا ثواب پا لوں' آپؐ نے فرمایا' کیا تجھ میں یہ طاقت ہے کہ نماز ہی پڑھتا رہے اور تھکے نہیں اور روزے رکھتا چلا جائے اور کبھی بے روزہ نہ رہے' اس نے کہا حضور اس کی طاقت کہاں؟ میں اس سے بہت ہی ضعیف ہوں ۔ آپ نے فرمایا' اگر تجھ میں اتنی طاقت ہوتی اور تو ایسا کر بھی سکتا تو بھی مجاہد فی

سبیل اللہ کے درجے کو نہ پہنچ سکتا' تو یہ بھی جانتا ہے کہ مجاہد کے گھوڑے کی رسی دراز ہو جائے اور وہ ادھر ادھر چرجائے تو اس پر بھی مجاہد کو نیکیاں ملتی ہیں۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر حال میں ہر وقت ہر معاملہ میں اللہ کا خوف کیا کرو۔ جناب رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا' اے معاذ جہاں بھی ہو' اللہ کا خوف دل میں رکھو اور اگر تجھ سے کوئی برائی ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی بھی کر لے تاکہ وہ برائی مٹ جائے اور لوگوں سے خلق و مروت کے ساتھ پیش آیا کر۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ چاروں کام کر لینے سے تم اپنے مقصد میں کامیاب اور بامراد ہو جاؤ گے۔ دنیا اور آخرت میں فلاح و نجات پالو گے۔ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے' تم میرا لحاظ رکھو' میرے خوف سے کانپتے رہو' میرے اور اپنے معاملہ میں متقی رہو تو کل جبکہ تم مجھ سے ملو گے' نجات یافتہ اور بامراد ہو جاؤ گے۔ انتہی

تفسیر سورۃ النساء

(تفسیر سورۂ نساء) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدینہ شریف میں اتری ہے' حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب یہ سورت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اب روک رکھنا نہیں' مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ نساء میں پانچ آیتیں ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے جب بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہو جتنی ان آیتوں سے ہے یعنی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ الخ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور جس کسی کی جو نیکی ہوتی ہے' اس کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے جو بطور انعام اجر عظیم دے' وہ جداگانہ ہے اور آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَاتُنْھَوْنَ عَنْہُ الخ' اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچ جاؤ تو ہم تمہارے صغیرہ گناہ خود ہی معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ جنت میں لے جائیں گے اور آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے والے کو تو نہیں بخشا باقی جس گنہگار کو چاہے بخش دے اور آیت وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُ وْکَ الخ' یعنی یہ لوگ گناہ سرزد ہو چکنے کے بعد تیرے پاس آ جاتے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار طلب کرتا تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو معافی اور مہربانی کرنے والا پاتے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں' یوں تو اس کی اسناد صحیح ہے لیکن اس کے ایک راوی عبدالرحمان کے اپنے باپ سے سننے میں اختلاف ہے' عبدالرزاق کی اس روایت میں آیت وَلَوْ اَنَّھُمْ الخ' کے بدلے وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً اَوْیَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہے یعنی جس شخص سے کوئی برا کام ہو جائے یا اپنے نفس پر ظلم کر گزرے' پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔ دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ایک آیت کا بیان کرنا پہلی حدیث میں یا تو رہ گیا ہے اور اس کا بیان دوسری حدیث میں ہے تو چار آیتیں پہلی حدیث اور پانچویں آیت اس حدیث و من یعمل الخ' کی مل کر پانچ ہو گئیں یا یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ والی آیت پوری ہے اور وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً کو الگ آیت شمار کیا ہے تو دونوں احادیث میں پانچ پانچ آیتیں ہو گئیں (واللہ اعلم۔ مترجم)۔

ابن جریرؒ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سورت میں آٹھ آیتیں ہیں جو اس امت کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہیں جن پر سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ پہلی آیت یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ الخ' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تم پر صاف صاف بیان

کر دے اور تمہیں ان اچھے لوگوں کی راہ راست دکھادے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تم پر مہربانی کرے۔ اللہ تعالیٰ دانا اور حکمت والا ہے'
دوسری آیت وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ الخ' یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے لوگوں کی چاہت ہے کہ تم راہ حق سے بہت دور ہٹ جاؤ۔

تیسری آیت یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا یعنی انسان چونکہ ضعیف پیدا کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر تخفیف کرنا چاہتا ہے' باقی آیتیں وہی جو اوپر گزریں۔ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سورۂ نساء کی بابت سنا۔ پس میں نے قرآن پڑھا اور میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا (حاکم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ﴿۱﴾

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ لوگو اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں' اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو' بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ○

محبت ومودت کا آفاقی اصول: ☆☆ (آیت:۱) اللہ تعالیٰ اپنے تقوے کا حکم دیتا ہے کہ جسم سے اسی ایک ہی کی عبادتیں کی جائیں اور دل میں صرف اسی کا خوف رکھا جائے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے' ان کی بیوی یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو بھی انہی سے پیدا کیا' آپ سوئے ہوئے تھے کہ بائیں طرف کی پسلی کی پچھلی طرف سے حضرت حوا کو پیدا کیا' آپ نے بیدار ہو کر انہیں دیکھا اور اپنی طبیعت کو ان کی طرف راغب پایا اور انہیں بھی ان سے انس پیدا ہوا' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' عورت مرد سے پیدا کی گئی ہے' اس لئے اس کی حاجت وشہوت مرد میں رکھی گئی ہے اور مرد زمین سے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ان کی حاجت زمین میں رکھی گئی ہے پس تم اپنی عورتوں کو روکے رکھو' صحیح حدیث میں ہے عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے بلند پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہے۔ پس اگر تو اسے بالکل سیدھی کرنے کو جائے گا تو توڑ دے گا اور اگر اس میں کچھ کجی باقی چھوڑتے ہوئے فائدہ اٹھانا چاہے گا تو بے شک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

پھر فرمایا ان دونوں سے یعنی آدم وحوا سے بہت سے انسان مرد وعورت چاروں طرف دنیا میں پھیلا دیئے جن کی قسمیں' صفتیں' رنگ وروپ' بول چال میں بہت کچھ اختلاف ہے' جس طرح یہ سب پہلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تھے اور پھر انہیں اس نے ادھر ادھر پھیلا دیا' ایک وقت ان سب کو سمیٹ کر پھر اپنے قبضے میں کر کے ایک میدان میں جمع کرے گا۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کی اطاعت عبادت بجالاتے

رہو اسی اللہ کے واسطے سے اور اسی کے پاک نام پر تم آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے ہو مثلاً یہ کہنا کہ میں تجھے اللہ کو یاد دلا کر اور رشتے کو یاد دلا کر یوں کہتا ہوں' اسی کے نام کی قسمیں کھاتے ہو اور عہد و پیمان مضبوط کرتے ہو اللہ جل شانہ سے ڈر کر رشتوں ناتوں کی حفاظت کرو۔ انہیں توڑو نہیں بلکہ جوڑو' صلہ رحمی' نیکی اور سلوک آپس میں کرتے رہو۔

ارحام بھی ایک قرات میں ہے یعنی اللہ کے نام پر اور رشتے کے واسطے سے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال اور اعمال سے واقف ہے۔ خوب دیکھ بھال رہا ہے' جیسے اور جگہ ہے وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اللہ ہر چیز پر گواہ اور حاضر ہے' صحیح حدیث میں ہے اللہ عزوجل کی ایسی عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے' مطلب یہ ہے کہ اس کا لحاظ رکھو جو تمہارے ہر اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے پر نگراں ہے' یہاں فرمایا گیا کہ لوگو تم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو۔ ایک دوسرے پر شفقت کیا کرو' کمزور اور ناتواں کا ساتھ دو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو' صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب قبیلہ مضر کے چند لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس چادریں لپیٹے ہوئے آئے کیونکہ ان کے جسم پر کپڑا تک نہ تھا تو حضورؐ نے کھڑے ہو کر نماز ظہر کے بعد وعظ بیان فرمایا جس میں اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ الخ' کی تلاوت کی۔ پھر لوگوں کو خیرات کرنے کی ترغیب دی چنانچہ جس سے جو ہو سکا۔ ان لوگوں کے لئے دیا' درہم و دینار بھی اور کھجور و گیہوں بھی۔ یہ حدیث' مسند اور سنن میں خطبہ حاجات کے بیان میں ہے۔ پھر تین آیتیں پڑھیں جن میں سے ایک آیت یہی ہے۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا
تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ﴿۲﴾ وَاِنْ
خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾
وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ
شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ﴿۴﴾

یتیموں کو ان کے مال دے دیا کرو' پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو' اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○ اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے تم انصاف نہ رکھ سکو گے تو اور عورتوں سے بھی جو تمہیں اچھی لگیں' تم ان سے نکاح کر لو دو دو تین تین چار چار سے لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی بس ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی ہی' ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے ناانصافی اور ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ ○ عورتوں کو ان کے مہر بخوشی دے دیا کرو' ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھاؤ پیو ○

یتیموں کی نگہداشت اور چار شادیوں کی اجازت: ☆☆ (آیت: ۲-۴) اللہ تعالیٰ یتیموں کے والیوں کو حکم دیتا ہے کہ جب یتیم بلوغت اور سمجھداری کو پہنچ جائیں تو ان کے جو مال تمہارے پاس ہوں' انہیں سونپ دو' پورے پورے' بغیر کمی اور خیانت کے ان کے حوالے کرو'

اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر گڈ مڈ کر کے کھا جانے کی نیت نہ رکھو حلال رزق جب اللہ رحیم تمہیں دے رہا ہے' پھر حرام کی طرف کیوں منہ اٹھاؤ؟ تقدیر کی روزی مل کر ہی رہے گی' اپنے حلال مال چھوڑ کر لوگوں کے مالوں کو جو تم پر حرام ہیں' نہ لو' دبلا پتلا جانور دے کر موٹا تازہ نہ لو' بوٹی دے کر بکرے کی فکر نہ کرو' ردی دے کر اچھے کی اور کھوٹا دے کر کھرے کی نیت نہ رکھو' پہلے لوگ ایسا کر لیا کرتے تھے کہ یتیموں کی بکریوں کے ریوڑ میں سے عمدہ بکری لے لی اور اپنی دبلی پتلی بکری دے کر گنتی پوری کر دی' کھوٹا درہم اس کے مال میں ڈال کر کھرا نکال لیا اور پھر سمجھ لیا کہ ہم نے تو بکری کے بدلے بکری اور درہم کے بدلے درہم لیا ہے۔ ان کے مالوں میں اپنا مال خلط ملط کر کے پھر یہ حیلہ کر کے کہ اب امتیاز کیا ہے' ان کے مال تلف نہ کرو' یہ بڑا گناہ ہے' ایک ضعیف حدیث میں بھی یہی معنی آخری جملے کے مروی ہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں ایک دعا میں بھی حوب کا لفظ گناہ کے معنی میں آیا ہے' حضرت ابوایوب ؓ نے جب اپنی بیوی صاحبہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ اس طلاق میں گناہ ہے' چنانچہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے' ایک روایت میں یہ واقعہ حضرت ابوطلحہ ؓ اور ام سلیم ؓ کا مروی ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لئے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر ڈال لو' اس سے باز رہو' اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی۔ جس کی پرورش میں وہ تھی' اس نے صرف اس مال کے لالچ میں بغیر اس کا پورا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا جس پر یہ آیت اتری۔ میرا خیال ہے کہ اس باغ اور مال میں یہ لڑکی حصہ دار تھی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن شہاب نے حضرت عائشہ ؓ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا بھانجے' یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے۔ اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال و جمال اچھا لگتا ہے۔ چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے لیکن جو مہر وغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے' اتنا یہ نہیں دیتا تو اسے منع کیا جا رہا ہے کہ وہ اس سے اپنی نیت چھوڑ دے اور کسی دوسری عورت سے جس سے چاہے اپنا نکاح کر لے' پھر اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی کی بابت دریافت کیا اور آیت وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ الخ نازل ہوئی۔ وہاں فرمایا گیا ہے کہ جب یتیم لڑکی کم مال والی اور کم جمال والی ہوتی ہے اس وقت تو اس کے والی اس سے بے رغبتی کرتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مال و جمال پر مائل ہو کر اس کے پورے حقوق ادا نہ کر کے اس سے اپنا نکاح کر لیں۔

ہاں عدل و انصاف سے پورا مہر وغیرہ مقرر کریں تو کوئی حرج نہیں ورنہ پھر عورتوں کی کمی نہیں اور کسی سے جس سے چاہیں اظہار نکاح کر لیں' دو دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں۔ اگر چاہیں تین تین رکھیں اگر چاہیں چار چار' جیسے اور جگہ یہ الفاظ انہی معنوں میں ہیں' فرماتا ہے جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے' ان میں سے بعض دو دو پروں والے ہیں بعض تین تین پروں والے بعض چار چار پروں والے۔ فرشتوں میں اس سے زیادہ پروالے فرشتے بھی ہیں کیونکہ دلیل سے یہ ثابت شدہ ہے' لیکن مرد کو ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں کا جمع کرنا منع ہے جیسے کہ اس آیت میں موجود ہے اور جیسے کہ حضرت ابن عباس ؓ اور جمہور کا قول ہے' یہاں اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور انعام بیان فرما رہا ہے۔ پس اگر چار سے زیادہ کی اجازت دینی منظور ہوتی تو ضرور فرما دیا جاتا' حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حدیث جو قرآن کی وضاحت کرنے والی ہے' اس نے بتلا دیا ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے لئے چار سے زیادہ بیویوں کا بیک وقت جمع کرنا جائز نہیں۔ اسی پر علماء کرام کا اجماع ہے' البتہ بعض شیعہ کا قول ہے کہ نو تک جمع کرنی جائز ہیں' بلکہ بعض شیعہ نے تو کہا ہے کہ نو سے بھی زیادہ جمع کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں' کوئی تعداد مقرر ہے ہی نہیں' ان کا

استدلال ایک تو رسول کریم ﷺ کے فعل سے ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں' اور بخاری شریف کی معلق حدیث کے بعض راویوں نے گیارہ کہا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے پندرہ بیویوں سے عقد کیا' تیرہ کی رخصتی ہوئی' ایک وقت میں گیارہ بیویاں آپؐ کے پاس تھیں' انتقال کے وقت آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین۔ ہمارے علماء کرام اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی' امتی کو ایک وقت میں چار سے زیادہ پاس رکھنے کی اجازت نہیں' جیسے کہ یہ حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہوتے ہیں تو ان کے پاس ان کی دس بیویاں تھیں۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان میں سے جنہیں چاہو چار رکھ لو۔ باقی کو چھوڑ دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں اپنی ان بیویوں کو بھی طلاق دے دی اور اپنے لڑکوں کو اپنا مال بانٹ دیا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا' شاید تیرے شیطان نے بات اچک لی اور تیرے دل میں خیال جما دیا کہ تو عنقریب مرنے والا ہے' اس لئے اپنی بیویوں کو تو نے الگ کر دیا کہ وہ تیرا مال نہ پائیں اور اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنی بیویوں سے رجوع کر لے اور اپنی اولاد سے مال واپس لے لے' اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے بعد تیری ان مطلقہ بیویوں کو بھی تیرا وارث بناؤں گا کیونکہ تو نے انہیں اسی ڈر سے طلاق دی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تیری زندگی بھی اب ختم ہونے والی ہے اور اگر تو نے میری بات نہ مانی تو یاد رکھ میں حکم دوں گا کہ لوگ تیری قبر پر پتھر پھینکیں جیسے کہ ابو رغال کی قبر پر پتھر پھینکے جاتے ہیں (مسند احمد' شافعی' ترمذی' ابن ماجہ' دار قطنی' بیہقی وغیرہ) مرفوع حدیث تک تو ان سب کتابوں میں ہے ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا واقعہ صرف مسند احمد میں ہی ہے لیکن یہ زیادتی حسن ہے' اگرچہ امام بخاری نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کی اسناد کا دوسرا طریقہ بتا کر اس طریقہ کو غیر محفوظ کہا ہے مگر اس تعلیل میں بھی اختلاف ہے واللہ اعلم۔ اور بزرگ محدثین نے بھی اس پر کلام کیا ہے لیکن مسند احمد والی حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور شرط شیخین پر ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ یہ دس عورتیں بھی اپنے خاوند کے ساتھ مسلمان ہوئی تھیں۔ ملاحظہ ہو سنن نسائی۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر چار سے زیادہ کا ایک وقت میں نکاح میں رکھنا جائز ہوتا تو حضورؐ ان سے یہ نہ فرماتے کہ اپنی ان دس بیویوں میں سے چار کو جنہیں تم چاہو روک لو باقی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب بھی اسلام لا چکی تھیں' یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنی چاہئے کہ ثقفی کے ہاں تو یہ دس عورتیں بھی موجود تھیں۔ اس پر بھی آپ نے چھ علیحدہ کرا دیں۔ پھر بھلا کیسے ہو سکتا ہے کوئی شخص نئے سرے سے چار سے زیادہ جمع کرے؟ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

"چار سے زائد نہیں" وہ بھی بشرط انصاف ورنہ ایک ہی بیوی! ☆☆ "دوسری حدیث" ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے' حضرت امیرہ اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے جس وقت اسلام قبول کیا' میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے رسول کریم ﷺ سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا ان میں سے جن چار کو چاہو رکھ لو' اس کی سند حسن ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں۔ راویوں کے ناموں کا ہیر پھیر وغیرہ ایسی روایات میں نقصان نہیں ہوتا "تیسری حدیث" مسند شافعی میں ہے۔ حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اسلام قبول کیا اس وقت میری پانچ بیویاں تھیں۔ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا' ان میں سے پسند کر کے چار کو رکھ لو اور ایک کو الگ کر دو۔ میں نے جو سب سے زیادہ عمر کی بڑھیا اور بے اولاد بیوی ساٹھ سال کی تھی' انہیں طلاق دے دی' پس یہ حدیثیں حضرت غیلان والی پہلی حدیث کی شواہد ہیں جیسے کہ حضرت امام بیہقیؒ نے فرمایا۔

پھر فرماتا ہے ہاں اگر ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل وانصاف نہ ہو سکنے کا خوف ہو تو صرف ایک ہی پر اکتفا کرو اور اپنی کنیزوں سے استمتاع کرو جیسے اور جگہ ہے وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی گو تم چاہو لیکن تم سے نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کے درمیان پوری طرح عدل وانصاف کو قائم رکھ سکو۔ پس بالکل ایک ہی طرف جھک کر دوسری کو مصیبت میں نہ ڈال دو ہاں یاد رہے کہ لونڈیوں میں باری وغیرہ کی تقسیم واجب نہیں البتہ مستحب ہے۔ جو کرے اس نے اچھا کیا اور جو نہ کرے اس پر حرج نہیں۔

اس کے بعد کے جملے کے مطلب میں بعض نے تو کہا ہے کہ یہ قریب ان معنی کے کہ تمہارے عیال یعنی فقیری زیادہ نہ ہو جیسے اور جگہ ہے وَاِنْ خِفْتُمْ عَلَيَةً یعنی اگر تمہیں فقر کا ڈر ہو عربی شاعر کہتا ہے۔

فَمَا يَدْرِي الْفَقِيْرُ مَتٰى غِنَاهُ　　فَمَا يَدْرِي الْفَقِيْرُ مَتٰى غَنَاهُ

یعنی فقیر نہیں جانتا کہ کب امیر ہو جائے گا اور امیر کو معلوم نہیں کہ کب فقیر بن جائے گا' جب کوئی مسکین محتاج ہو جائے تو عرب کہتے ہیں عَالَ الرَّجُلُ یعنی یہ شخص فقیر ہو گیا۔ غرض اس معنی میں یہ لفظ مستعمل تو ہے لیکن یہاں یہ تفسیر کچھ زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اگر آزاد عورتوں کی کثرت فقیری کا باعث بن سکتی ہے تو لونڈیوں کی کثرت بھی فقیری کا سبب ہو سکتی ہے' پس صحیح قول جمہور کا ہے کہ مراد یہ ہے کہ یہ قریب ہے اس سے کہ تم ظلم سے بچ جاؤ' عرب میں کہا جاتا ہے عَالَ فِي الْحُكْمِ جبکہ ظلم وجور کیا ہو' ابو طالب کے مشہور قصیدے میں ہے۔

بِمِيزَانِ قِسْطٍ لَّا يَخُسُّ شَعِيرَةً　　لَهٗ شَاهِدٌ مِّنْ نَفْسِهٖ غَيْرُ عَائِلٍ

ضمیر بہترین ترازو ہے: ☆☆ یعنی ایسی ترازو سے تولتا ہے جو ایک جو برابر کی بھی کمی نہیں کرتا۔ اس کے پاس اس کا گواہ خود اس کا نفس ہے جو ظالم نہیں ہے۔ ابن جریرؒ میں ہے کہ جب کوفیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک خط کچھ الزام لکھ کر بھیجے تو ان کے جواب میں خلیفہ رسولؐ نے لکھا کہ اِنِّیْ لَسْتُ بِمِيزَانٍ اَعُوْلُ میں ظلم کا ترازو نہیں ہوں۔ صحیح ابن حبان وغیرہ میں ایک مرفوع حدیث اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ اس کا معنی ہے تم ظلم نہ کرو' ابو حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا مرفوع ہونا تو خطا ہے۔ ہاں یہ حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ اسی طرح لَا تَعُوْلُوْا کے یہی معنی ہیں یعنی تم ظلم نہ کرو' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت مجاہد' حضرت عکرمہ' حضرت حسن' حضرت ابو مالک' حضرت ابو رزین' حضرت نخعی' حضرت شعبی' حضرت ضحاک' حضرت عطا خراسانی' حضرت قتادہ' حضرت سدی اور حضرت مقاتل بن حیان رحمہ اللہ علیہم وغیرہ سے بھی مروی ہیں۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ابو طالب کا وہی شعر پیش کیا ہے' امام ابن جریر نے اسے روایت کیا ہے اور خود امام صاحب بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشدلی سے ادا کر دیا کرو جو بھی مقرر ہوئے ہوں اور جن کو تم نے منظور کیا ہو' ہاں اگر عورت خود اپنا سارا یا تھوڑا بہت مہر اپنی خوشی سے مرد کو معاف کر دے تو اسے اختیار ہے اور اس صورت میں بے شک مرد کو اس کا اپنے استعمال میں لانا حلال وطیب ہے' نبی ﷺ کے بعد کسی کو جائز نہیں کہ بغیر مہر واجب کے نکاح کرے نہ یہ کہ جھوٹ موٹ مہر کا نام ہی نام ہو۔ ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیمار پڑے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے اس کے مال کے تین درہم یا کم وبیش لے۔ ان کا شہد خرید لے اور بارش کا آسمانی پانی اس میں ملا لے تو تین تین بھلائیاں مل جائیں گی هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا تو مال عورت اور شفا شہد اور مبارک بارش کا پانی۔ حضرت ابو صالحؒ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنی بیٹیوں کا مہر آپ لیتے تھے جس پر یہ آیت اتری اور انہیں اس سے روک دیا گیا (ابن حاتمؒ اور ابن جریرؒ) اس حکم کو سن کر لوگوں نے سرور مقبول ﷺ سے پوچھا کہ ان کا مہر کیا ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا' جس چیز پر بھی ان کے ولی رضامند ہو جائیں (ابن ابی حاتم) حضورؐ نے اپنے خطبے میں تین مرتبہ فرمایا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو' ایک شخص نے کھڑے

ہو کر پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ ایسی صورت میں ان کا مہر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا' جس پر ان کے گھر والے راضی ہو جائیں' اس کے ایک راوی ابن سلمانی ضعیف ہیں' پھر اس میں انقطاع بھی ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝۶

بے عقل لوگوں کو اپنے مال نہ دے دو' جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ پہناؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو ۝ اور یتیموں کو ان کے بالغ ہو جانے تک سدھارتے اور آزماتے رہا کرو۔ پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو' مالداروں کو چاہئے کہ (اس مال سے) بچتے رہیں' ہاں مسکین محتاج ہو تو دستور کے مطابق واجبی طور سے کھائے' پھر جب انہیں ان کے مال سونپو تو گواہ کر لیا کرو' دراصل حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے ۝

کم عقل اور یتیموں کے بارہ میں احکامات: ☆☆ (آیت:۵-۶) اللہ سبحانہ وتعالیٰ لوگوں کو منع فرماتا ہے کہ کم عقل بیویوں کو مال کے تصرف سے روکیں' مال کو اللہ تعالیٰ نے تجارتوں وغیرہ میں لگا کر انسان کا ذریعہ معاش بنایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کم عقل لوگوں کو ان کے مال کے خرچ سے روک دینا چاہئے' مثلاً نابالغ بچہ ہو یا مجنون ودیوانہ ہو یا کم عقل بے وقوف ہو اور بے دین ہو' بری طرح اپنے مال کو لٹا رہا ہو' اسی طرح ایسا شخص جس پر قرض بہت چڑھ گیا ہو' جسے وہ اپنے کل مال سے بھی ادا نہیں کر سکتا' اگر قرض خواہ حاکم وقت سے درخواست کریں تو حاکم وہ سب مال اس کے قبضے سے لے لے گا اور اسے بے دخل کر دے گا' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' یہاں سُفَهَآءَ سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں' اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ حکم بن عینیہ' حسن اور ضحاک رحمتہ اللہ علیہم سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' یتیم مراد ہیں۔ مجاہد' عکرمہ اور قتادہ رحمھم اللہ علیھم کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں' ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عورتیں بے وقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں' ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش خادم ہیں۔

پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزر بسر موقوف ہے' اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کہ پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ' اس کی اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کر اور ان کے خرچ اٹھا' حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے

ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا' ایک وہ شخص جس کی بیوی بدخلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے' دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بے وقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو۔ تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو' اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہئے۔ اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو' اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہئے۔

پھر فرمایا یتیموں کی دیکھ بھال رکھو یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائیں' یہاں نکاح سے مراد بلوغت ہے اور بلوغت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب اسے خاص قسم کے خواب آنے لگیں جن میں خاص پانی اچھل کر نکلتا ہے' حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بخوبی یاد ہے کہ احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور نہ تمام دن رات چپ رہنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے' بچے سے جب تک بالغ نہ ہو' سوتے سے جب جاگ نہ جائے' مجنوں سے جب تک ہوش نہ آئے' پس ایک تو علامت بلوغ یہ ہے۔

دوسری علامت بلوغ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ہو جائے۔ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی حضرت ابن عمرؓ والی حدیث ہے' جس میں وہ فرماتے ہیں کہ احد والی لڑائی میں مجھے حضورؐ نے اپنے ساتھ اس لئے نہیں لیا تھا کہ اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی اور خندق کی لڑائی میں جب میں حاضر کیا گیا' آپؐ نے قبول فرمالیا اس وقت میں پندرہ سال کا تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو آپ نے فرمایا' نابالغ بالغ کی حد یہی ہے۔ تیسری علامت بلوغت کی زیر ناف کے بالوں کا نکلنا ہے۔ اس میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ علامت بلوغ ہے' دوسرے یہ کہ نہیں۔ تیسرے یہ کہ مسلمانوں میں نہیں اور ذمیوں میں ہے اس لئے کہ ممکن ہے کسی دوا سے یہ بال جلد نکل آتے ہوں اور ذمی پر جوان ہوتے ہی جزیہ لگ جاتا ہے تو وہ اسے کیوں استعمال کرے گا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سب کے حق میں یہ علامت بلوغت ہے کیونکہ اولاً تو جبلی امر ہے۔ علاج معالجہ کا احتمال بہت دور کا احتمال ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ یہ بال اپنے وقت پر ہی نکلتے ہیں' دوسری دلیل مسند احمد کی حدیث ہے' جس میں حضرت عطیہ قرظیؓ کا بیان ہے کہ بنو قریظہ کی لڑائی کے بعد ہم لوگ حضورؐ کے سامنے کئے گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ایک شخص دیکھے۔ جس کے یہ بال نکل آئے ہوں' اسے قتل کر دیا جائے اور نہ نکلے ہوں تو اسے چھوڑ دیا جائے چنانچہ یہ بال میرے بھی نہ نکلے تھے مجھے چھوڑ دیا گیا۔ سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ حضرت سعدؓ کے فیصلے پر راضی ہو کر یہ قبیلہ لڑائی سے باز آیا تھا۔ پھر حضرت سعدؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے لڑنے والے تو قتل کر دیئے جائیں اور بچے قیدی بنا لئے جائیں۔ غرائب ابی عبید میں ہے کہ ایک لڑکے نے ایک نوجوان لڑکی کی نسبت کہا کہ میں نے اس سے بدکاری کی ہے دراصل یہ تہمت تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسے تہمت کی حد لگانی چاہی لیکن فرمایا' دیکھ لو اگر اس کے زیر ناف کے بال اگ آئے ہوں تو اس پر حد جاری کر دو ورنہیں دیکھا تو اگے نہ تھے چنانچہ اس پر سے حد ہٹا دی۔

پھر فرماتا ہے جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہوں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں' ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو' خود امیر ہو' کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے' مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے۔ ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بے شک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے۔ اپنی حاجت کو دیکھے اور اپنی محنت کو۔ اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے' پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے

مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں- ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے- امام شافعیؒ کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے' اس لئے کہ آیت نے بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا' یارسول اللہ ﷺ میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں- آپؐ نے فرمایا' ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لاسکتا ہے بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑا' نہ جمع کر' نہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے- ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے- ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتاً کس چیز سے ماروں؟ فرمایا' جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے' اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کر' نہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر- حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں' ان کے بھی اونٹ ہیں- میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفتاً دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپؓ نے فرمایا' اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کو تو ڈھونڈ لاتا ہے' ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے' ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بے شک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے (موطا مالک) حضرت عطا بن رباحؒ' حضرت عکرمہ' حضرت ابراہیم نخعی' حضرت عطیہ عوفی' حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے-

دوسرا قول یہ ہے کہ تنگدستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا- جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھا لے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا- دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے- اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا- جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا (ابن ابی الدنیا) یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے- بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے- ابن عباسؓ سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے- اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں' معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تاکہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے'① حضرت عامر شعبیؒ فرماتے ہیں' اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا' تو بے شک کھا لے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا' یحییٰؒ بن سعید انصار اور ربیعہؒ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے' یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو- دوسری آیت میں وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ② یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے- پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو- پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو تاکہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے- یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے- وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا' تباہ و برباد کیا' جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے' نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال

رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا۔ ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا' نگران و نگہبان کو ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں' وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں۔ خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾

ماں باپ اور خویش و اقارب کے ترکہ میں سے مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی جو مال ماں باپ اور خویش' اقارب چھوڑ مریں خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ' حصہ بھی مقرر کیا ہوا ہے ○ اور جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم آ جائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو ○

وراثت کے مسائل: ☆☆ (آیت: ۷-۸) مشرکین عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں۔ اسلام نے یہ حکم نازل فرما کر سب کی مساویانہ حیثیت قائم کر دی کہ وارث تو سب ہوں گے خواہ قرابت حقیقی ہو یا خواہ بوجہ عقد زوجیت کے ہو یا بوجہ نسبت آزادگی ہو حصہ سب کو ملے گا گو کم و بیش ہو' "ام کجہ" رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ حضور میرے دو لڑکے ہیں۔ ان کے والد فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس اب کچھ نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی' یہی حدیث دوسرے الفاظ سے میراث کی اور دونوں آیتوں کی تفسیر میں بھی عنقریب ان شاءاللہ تعالیٰ آئے گی۔ واللہ اعلم۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مرنے والے کا ورثہ بٹنے لگے اور وہاں اس کا کوئی دور کا رشتہ دار بھی آ جائے جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور یتیم و مساکین آ جائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ ابتداء اسلام میں تو یہ واجب تھا اور بعض کہتے ہیں مستحب تھا اور اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ اس میں بھی دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ تو اسے باقی بتاتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابوموسیٰؓ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکرؓ حضرت ابوالعالیہؒ حضرت شعبیؒ حضرت حسنؒ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت ابن سیرینؒ' حضرت عطاء بن ابورباحؒ حضرت زہریؒ حضرت یحییٰؒ بن معمر رحمتہ اللہ علیہم اجمعین بھی باقی بتاتے ہیں بلکہ یہ حضرات سوائے حضرت ابن عباس کے وجوب کے قائل ہیں۔ حضرت عبیدہ ایک وصیت کے ولی تھے۔ انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور تینوں قسموں کے لوگوں کو کھلائی اور فرمایا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو یہ بھی میرا مال تھا' حضرت عروہؒ نے حضرت مصعبؓ کے مال کی تقسیم کے وقت بھی دیا' حضرت زہریؒ کا بھی قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے' منسوخ نہیں' ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ وصیت پر موقوف ہے۔ چنانچہ جب عبدالرحمان بن حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کا ورثہ تقسیم کیا اور یہ واقعہ حضرت مائی عائشہؓ کی موجودگی کا ہے تو گھر میں جتنے مسکین اور قرابت دار تھے' سب کو دیا اور اسی آیت کی تلاوت کی حضرت ابن عباسؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا' اس نے ٹھیک نہیں کیا۔ اس آیت سے تو مراد یہ ہے کہ جب مرنے والے نے اس کی وصیت کی ہو (ابن ابی حاتم)۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ آیت بالکل منسوخ ہی ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے۔ اور ناسخ آیت یُوصِیکُمُ اللّٰہُ ہے' حصے مقرر ہونے سے پہلے یہ حکم تھا۔ پھر جب حصے مقرر ہو چکے اور ہر حقدار کو خود اللہ تعالیٰ نے حق پہنچا دیا تو اب صدقہ صرف وہی رہ گیا جو مرنے والا کہہ گیا ہو' حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ہاں اگر وصیت ان لوگوں کے لئے ہو تو اور بات ہے ورنہ یہ آیت منسوخ ہے۔ جمہور کا اور چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے۔ امام ابن جریرؒ نے یہاں ایک عجیب قول اختیار کیا ہے۔ ان کی لمبی اور کئی بار کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ مال وصیت کی تقسیم کے وقت جب میت کے رشتہ دار آ جائیں تو انہیں بھی دے دو اور یتیم مسکین جو آ گئے ہوں' ان سے نرم کلامی اور اچھے جواب سے پیش آ ؤ لیکن اس میں نظر ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں' تقسیم سے مراد یہاں ورثے کی تقسیم ہے' پس یہ قول امام ابن جریر رحمتہ اللہ کے خلاف ہے۔ ٹھیک مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب یہ غریب لوگ ترکے کی تقسیم کے وقت آ جائیں اور تم اپنا اپنا حصہ الگ الگ کر کے لے رہے ہو اور یہ بیچارے تک رہے ہوں تو انہیں بھی خالی ہاتھ نہ پھیرو۔ ان کا وہاں سے مایوس اور خالی ہاتھ واپس جانا اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم کو اچھا نہیں لگتا۔ بطور صدقہ کے راہ اللہ ان سے بھی کچھ اچھا سلوک کر دو تا کہ یہ خوش ہو کر جائیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے کہ کھیتی کے کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو اور فاقہ زدہ اور مسکینوں سے چھپا کر اپنے باغ کا پھل لانے والوں کی اللہ تعالیٰ نے بڑی مذمت فرمائی جیسے کہ سورۂ نون میں ہے کہ وہ رات کے وقت چھپ کر پوشیدگی سے کھیت اور باغ کے دانے اور پھل لانے کے لئے چلتے ہیں۔ وہاں اللہ کا عذاب ان سے پہلے پہنچ جاتا ہے اور سارے باغ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ دوسروں کے حق برباد کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس مال میں صدقہ مل جائے یعنی جو شخص اپنے مال سے صدقہ نہ دے' اس کا مال اس وجہ سے غارت ہو جاتا ہے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝۹ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝۱۰ ع ۱۰/۱۲

اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے ننھے ننھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے جن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے (تو ان کی چاہت کیا ہوتی؟) پس اللہ سے ڈر کر جچی تلی بات کہا کریں ○ جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں' وہ تو اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور البتہ وہ دوزخ میں جائیں گے ○

(آیت:۹-۱۰) پھر فرماتا ہے' ڈریں وہ لوگ جو اگر اپنے پیچھے چھوڑ جائیں یعنی ایک شخص اپنی موت کے وقت وصیت کر رہا ہے اور اس میں اپنے وارثوں کو ضرر پہنچا رہا ہے تو اس وصیت کے سننے والے کو چاہئے کہ اللہ کا خوف کرے اور اسے ٹھیک بات کی رہنمائی کرے۔ اس کے وارثوں کے لئے ایسی بھلائی چاہے جیسی اپنے وارثوں کے ساتھ بھلائی کرانا چاہتا ہے جبکہ ان کی بربادی اور تباہی کا خوف ہو۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس ان کی بیماری کے زمانے میں ان کی عیادت کو گئے اور حضرت سعدؓ نے کہا' یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہے اور صرف میری ایک لڑکی ہی میرے پیچھے ہے تو اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے مال کی دو تہائیاں اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر ایک تہائی کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا خیر

لیکن ہے یہ بھی زیادہ تو اگر اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو تونگر چھوڑ کر جائے' اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں فقیر چھوڑ کر جائے کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھیریں' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں لوگ ایک تہائی سے بھی کم یعنی چوتھائی کی ہی وصیت کریں تو اچھا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تہائی کو بھی زیادہ فرمایا ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں' اگر میت کے وارث امیر ہوں تب تو خیر تہائی کی وصیت کرنا مستحب ہے اور اگر فقیر ہوں تو اس سے کم کی وصیت کرنا مستحب ہے۔ دوسرا مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم یتیموں کا اتنا ہی خیال رکھو جتنا تم اپنی چھوٹی اولاد کا اپنے مرنے کے بعد چاہتے ہو کہ لوگ خیال رکھیں۔ جس طرح تم نہیں چاہتے کہ ان کے مال دوسرے ظلم سے کھا جائیں اور وہ بالغ ہو کر فقیر رہ جائیں اسی طرح تم دوسروں کی اولادوں کے مال نہ کھا جاؤ۔ یہ مطلب بھی بہت عمدہ ہے۔ اسی لئے اس کے بعد ہی یتیموں کا مال ناحق مار لینے والوں کی سزا بیان فرمائی کہ یہ لوگ اپنے پیٹ میں انگارے بھرنے والے اور جہنم واصل ہونے والے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے' حضور ﷺ نے فرمایا' سات گناہوں سے بچو جو ہلاکت کا باعث ہیں پوچھا گیا۔ کیا کیا؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک' جادو' بے وجہ قتل' سود خوری' یتیم کا مال کھا جانا' جہاد سے پیٹھ موڑنا' بھولی بھالی ناواقف عورتوں پر تہمت لگانا۔

ابن ابی حاتم میں ہے' صحابہؓ نے حضورؐ سے معراج کی رات کا واقعہ پوچھا جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ نیچے لٹک رہے ہیں اور فرشتے انہیں گھسیٹ کر ان کا منہ خوب کھول دیتے ہیں۔ پھر جہنم کے گرم پتھر ان میں ٹھونس دیتے ہیں جو ان کے پیٹ میں اتر کر پیچھے کے راستے سے نکل جاتے ہیں اور وہ بے طرح چیخ چلا رہے ہیں۔ ہائے ہائے مچا رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا' یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ یتیموں کا مال کھا جانے والے ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔

حضرت سدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' یتیم کا مال کھا جانے والا قیامت کے دن اپنی قبر سے اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے منہ' آنکھوں' نتھنوں اور روئیں روئیں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ اس نے کسی یتیم کا مال ناحق کھا رکھا ہے۔ ابن مردویہ میں ایک مرفوع حدیث بھی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہے۔ اور حدیث میں ہے' میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان دونوں ضعیفوں کا مال پہنچا دو' عورتوں کا اور یتیم کا۔ ان کے مال سے بچو' سورۂ بقرہ میں یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو جن کے پاس یتیم تھے' انہوں نے ان کا اناج پانی بھی الگ کر دیا۔ اب عموماً ایسا ہوتا کہ کھانے پینے کی ان کی کوئی چیز بچ رہتی تو یا تو دوسرے وقت اسی باسی چیز کو کھاتے یا سڑنے کے بعد پھینک دی جاتی گھر والوں میں سے کوئی اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا۔ یہ بات دونوں طرف ناگوار گزری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس کا ذکر آیا ہے اس پر آیت وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى الخ اتری جس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام میں یتیموں کی بہتری سمجھا کرو چنانچہ اس کے بعد پھر کھانا پانی ایک ساتھ ہوا۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ
فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ
وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ
وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولادوں کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کی دو تہائیاں ملیں گی اور اگر ایک ہی لڑکی ہے تو اس کے لئے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا ہے۔ یہ حصے اس وصیت کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے ○

مزید مسائل میراث جن کا ہر مسلمان کو جاننا فرض ہے: ☆☆ (آیت:۱۱) یہ آیت کریمہ اور اس کے بعد کی آیت اور اس سورت کے خاتمہ کی آیت علم فرائض کی آیتیں ہیں یہ پورا علم ان آیتوں اور میراث کی احادیث سے استنباط کیا گیا ہے جو حدیثیں ان آیتوں کی گویا تفسیر اور توضیح ہیں یہاں ہم اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں۔ باقی جو میراث کے مسائل کی پوری تقریر ہے اور اس میں جن دلائل کی سمجھ میں جو کچھ اختلاف ہوا ہے اس کے بیان کرنے کی مناسب جگہ احکام کی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ علم فرائض سیکھنے کی رغبت میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ان آیتوں میں جن فرائض کا بیان ہے یہ سب سے زیادہ اہم ہیں ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے علم دراصل تین ہیں اور اس کے ماسوا فضول بھرتی ہے آیات قرآنیہ جو مضبوط ہیں اور جن کے احکام باقی ہیں۔ سنت قائمہ یعنی جو احادیث ثابت شدہ ہیں اور فریضہ عادلہ یعنی مسائل میراث جو ان دو سے ثابت ہیں۔ ابن ماجہ کی دوسری ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ فرائض سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ یہ نصف علم ہے اور یہ بھول بھال جاتے ہیں اور یہی پہلی وہ چیز ہے جو میری امت سے چھن جائے گی حضرت ابن عینیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے آدھا علم اس لئے کہا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو عموماً یہ پیش آتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری بیمار پرسی کے لئے بنوسلمہ کے محلے میں پیادہ پا تشریف لائے۔ میں اس وقت بے ہوش تھا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر وضو کے پانی کا چھینٹا مجھے دیا۔ جس سے مجھے ہوش آیا تو میں نے کہا حضور میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں؟ اس پر آیت شریفہ نازل ہوئی صحیح مسلم شریف نسائی شریف وغیرہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرت سعید بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہا رسول

اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یارسول اللہ یہ دونوں حضرت سعد کی لڑکیاں ہیں- ان کے والد آپ کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے- ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے- ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نکاح بغیر مال کے نہیں ہو سکتے - آپؐ نے فرمایا اس کا فیصلہ خود اللہ کرے گا چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی- آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیج کر حکم بھیجا کہ دو تہائیاں تو ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے- بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر کے سوال پر اس سورت کی آخری آیت اتری ہوگی جیسے عنقریب آ رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ- اس لئے کہ ان کی وارث صرف ان کی بہنیں ہی تھیں- لڑکیاں تھیں ہی نہیں، وہ تو کلالہ تھے اور یہ آیت اسی بارے میں یعنی حضرت سعید بن ربیعؓ کے ورثے کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے راوی بھی خود حضرت جابرؓ ہیں- ہاں حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اسی آیت کی تفسیر میں وارد کیا ہے- اس لئے ہم نے بھی ان کی تابعداری کی، واللہ اعلم-

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں عدل سکھاتا ہے، اہل جاہلیت تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ بھی مقرر کر دیا- ہاں دونوں کے حصوں میں فرق رکھا اس لئے کہ مردوں کے ذمہ جو ضروریات ہیں، وہ عورتوں کے ذمہ نہیں مثلاً اپنے متعلقین کے کھانے پینے اور خرچ اخراجات کی کفالت، تجارت اور کسب اور اسی طرح کی اور مشقتیں تو انہیں ان کی حاجت کے مطابق عورتوں سے دوگنا دلوایا- بعض دانا بزرگوں نے یہاں ایک نہایت باریک نکتہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے- ماں باپ کو ان کی اولادوں کے بارے میں وصیت کر رہا ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ اپنی اولاد پر اتنے مہربان نہیں جتنا مہربان ہمارا خالق اپنی مخلوق پر ہے، چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کا بچہ اس سے چھوٹ گیا، وہ پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈتی پھرتی تھی اور جیسے ہی ملا اپنے سینے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی- آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر اپنے اصحابؓ سے فرمایا، بھلا بتاؤ تو کیا یہ عورت باوجود اپنے اختیار کے اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا، یارسول اللہ ہرگز نہیں- آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے حصہ دار مال کا صرف لڑکا تھا- ماں باپ کو بطور وصیت کے کچھ مل جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا اور لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دلوایا اور ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ دلوایا اور تیسرا حصہ بھی اور بیوی کو آٹھوں حصہ اور چوتھا حصہ اور خاوند کو آدھا اور پاؤ- فرماتے ہیں میراث کے احکام اترنے پر بعض لوگوں نے کہا، یہ اچھی بات ہے کہ عورت کو چوتھا اور آٹھواں حصہ دلوایا جا رہا ہے اور لڑکی کو آدھوں آدھ دلوایا جا رہا ہے اور ننھے ننھے بچوں کا حصہ مقرر کیا جا رہا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ لڑائی میں نکل سکتا ہے نہ مال غنیمت لا سکتا ہے- اچھا تم اس حدیث سے خاموشی برتو شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ بھول جائے- ہمارے کہنے کی وجہ سے آپ ان احکام کو بدل دیں، پھر انہوں نے آپؐ سے کہا کہ آپ لڑکی کو اس کے باپ کا آدھا مال دلوا رہے ہیں حالانکہ نہ وہ گھوڑے پر بیٹھنے کے لائق نہ دشمن سے لڑنے کے قابل، آپ بچے کو ورثہ دلا رہے ہیں، بھلا وہ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ یہ لوگ جاہلیت کے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے کہ میراث صرف اسے دیتے تھے جو لڑنے مرنے کے قابل ہو- سب سے بڑے لڑکے کو وارث قرار دیتے تھے (اگر مرنے والے کے لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو فرما دیا کہ لڑکی کو جتنا آئے اس سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے یعنی ایک لڑکی ایک لڑکا ہے تو کل مال کے تین حصے کر کے دو حصے لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے، اور اگر صرف لڑکی کو دے دیا جائے اب بیان فرماتا ہے کہ اگر صرف لڑکیاں ہوں تو انہیں کیا ملے گا؟ مترجم)

لفظ فَوْقَ کو بعض لوگ زائد بتاتے ہیں جیسے فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ میں لفظ فَوْقَ زائد ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے نہ اس آیت میں نہ اس آیت میں کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی زائد چیز نہیں ہے جو محض بے فائدہ ہو۔ اللہ کے کلام میں ایسا ہونا محال ہے' پھر یہ بھی خیال فرمائیے کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو اس کے بعد فَلَهُنَّ نہ آتا بلکہ فَلَهُمَا آتا۔ ہاں اسے ہم جانتے ہیں کہ اگر لڑکیاں دو سے زیادہ نہ ہوں یعنی صرف دو ہوں تو بھی یہی حکم ہے یعنی انہیں بھی دو ثلث ملے گا کیونکہ دوسری آیت میں دو بہنوں کو دو ثلث دلوایا گیا ہے اور جبکہ دو بہنیں دو ثلث پاتی ہیں تو دو لڑکیوں کو دو ثلث کیوں نہ ملے گا؟ ان کے لئے تو دو تہائی بطور اولیٰ ہونا چاہئے' اور حدیث میں آ چکا ہے' دو لڑکیوں کو رسول اللہ ﷺ نے دو تہائی مال ترکہ کا دلوایا جیسا کہ اس آیت کی شان نزول کے بیان میں حضرت سعیدؓ کی لڑکیوں کے ذکر میں اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس کتاب وسنت سے یہ ثابت ہو گیا۔ اسی طرح اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک لڑکی اگر ہو یعنی لڑکا نہ ہونے کی صورت میں تو اسے آدھوں آدھ دلوایا گیا ہے پس اگر دو کو بھی آدھا ہی دینے کا حکم کرنا مقصود ہوتا تو یہیں بیان ہو جاتا جب ایک کو الگ کر دیا تو معلوم ہوا کہ دو کا حکم وہی ہے جو دو سے زائدہ کا ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر ماں باپ کا حصہ بیان ہو رہا ہے' ان کے ورثے کی مختلف صورتیں ہیں' ایک تو یہ کہ مرنے والے کی اولاد ایک لڑکی سے زیادہ ہو اور ماں باپ بھی ہوں تو انہیں چھٹا چھٹا حصہ ملے گا یعنی چھٹا حصہ ماں کو' اور چھٹا حصہ باپ کو اگر مرنے والے کی صرف ایک لڑکی ہی ہے تو آدھا مال تو وہ لڑکی لے لے گی اور چھٹا حصہ ماں لے لے گی' چھٹا حصہ باپ کو ملے گا اور چھٹا حصہ جو باقی رہا' وہ بھی بطور عصبہ باپ کو مل جائے گا۔ پس اس حالت میں باپ فرض اور تعصیب دونوں کو جمع کر لے گا یعنی مقررہ چھٹا حصہ اور بطور عصبہ بچت کا مال۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ مل جائے گا اور باقی کا کل مال باپ کو بطور عصبہ کے مل جائے گا تو گویا دو ثلث مال اس کے ہاتھ لگے گا یعنی بہ نسبت ماں کے دگنا باپ کو مل جائے گا۔ اب اگر مرنے والی عورت کا خاوند بھی ہے' مرنے والے مرد کی بیوی ہے یعنی اولاد نہیں صرف ماں باپ ہیں اور خاوند سے یا بیوی سے تو اس پر تو اتفاق ہے کہ خاوند کو آدھا اور بیوی کو پاؤ ملے گا' پھر علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ ماں کو اس صورت میں اس کے بعد کیا ملے گا؟ تین قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو مال باقی رہا' اس میں سے تیسرا حصہ ملے گا' دونوں صورتوں میں یعنی خواہ عورت خاوند چھوڑ کر مری ہو خواہ مرد عورت چھوڑ کر مرا ہو اس لئے کہ باقی کا مال ان کی نسبت سے گویا کل مال ہے اور ماں کا حصہ باپ سے آدھا ہے تو اس باقی کے مال سے تیسرا حصہ یہ لے لے اور وہ تیسرے حصے جو باقی رہے' وہ باپ لے لے گا۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور بہ اعتبار زیادہ صحیح روایت حضرت علی رضی اللہ عنہم کا یہی فیصلہ ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہی قول ہے' ساتوں فقہا اور چاروں اماموں اور جمہور علماء کا بھی فتویٰ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی ماں کو کل مال کا ثلث مل جائے گا' اس لئے کہ آیت عام ہے۔ خاوند بیوی کے ساتھ ہو تو اور نہ ہو تو۔ عام طور پر میت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ثلث دلوایا گیا ہے' حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول ہے حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت شریحؒ اور حضرت داؤد ظاہریؒ بھی یہی فرماتے ہیں' حضرت ابوالحسین بن لبان بصری بھی اپنی کتاب ایجاز میں جو علم فرائض کے بارے میں ہے' اسی قول کو پسند کرتے ہیں' لیکن اس قول میں نظر ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ آیت نے اس کا یہ حصہ اس وقت مقرر فرمایا ہے جبکہ کل مال کی وراثت صرف ماں باپ کو ہی پہنچتی ہو' اور جبکہ زوج یا زوجہ ہے اور وہ اپنے مقررہ حصے کے مستحق ہیں تو پھر جو باقی رہ جائے گا بے شک وہ ان دونوں ہی کا حصہ ہے تو اس میں ثلث ملے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر میت مرد ہے اور اس کی بیوی موجود ہے تو فقط اس صورت میں اسے کل مال کا تہائی ملے گا کیونکہ اس عورت کو کل مال کی چوتھائی ملے گی۔ اگر کل مال کے بارہ حصے کئے جائیں تو تین حصے تو یہ لے گی اور چار حصے ماں کو ملے گا۔ باقی بچے پانچ حصے۔ وہ باپ لے لے گا لیکن اگر عورت مری ہے اور اس کا خاوند موجود ہے تو ماں کو باقی مال کا تیسرا حصہ ملے گا۔ اگر کل مال کا تیسرا حصہ اس صورت میں بھی ماں کو دلوایا جائے تو اسے باپ سے بھی زیادہ پہنچ جاتا ہے مثلاً میت کے مال کے چھ حصے کئے۔ تین تو خاوند لے گیا۔ دو ماں لے گئی تو باپ کے پلے ایک ہی پڑے گا جو ماں سے بھی تھوڑا ہے اس لئے اس صورت میں چھ میں سے تین تو خاوند کو دیئے جائیں گے۔ ایک ماں کو اور دو باپ کو' حضرت امام ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کا یہی قول ہے' یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ قول دو قولوں سے مرکب ہے' ضعیف یہ بھی ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

ماں باپ کے احوال میں سے تیسرا حال یہ ہے کہ وہ بھائیوں کے ساتھ ہوں خواہ وہ سگے بھائی ہوں یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے تو وہ باپ کے ہوتے ہوئے اپنے بھائی کے ورثے میں کچھ پائیں گے نہیں لیکن ہاں ماں کو تہائی سے ہٹا کر چھٹا حصہ دلوائیں گے اور اگر کوئی اور وارث ہی نہ ہو اور صرف ماں کے ساتھ باپ ہی ہو تو باقی مال کل کا کل باپ لے لے گا اور بھائی بھی شریعت میں بہت سے بھائیوں کے مترادف ہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ ہاں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ دو بھائی ماں کو ثلث سے ہٹا کر سدس تک نہیں لے جاتے۔ قرآن میں اِخوَۃٌ جمع کا لفظ ہے' دو بھائی اگر مراد ہوتے' اخوَان کہا جاتا۔ خلیفہ ثالث نے جواب دیا کہ پہلے ہی سے یہ چلا آتا ہے اور چاروں طرف یہ مسئلہ اسی طرح پہنچا ہوا ہے' تمام لوگ اس کے عامل ہیں' میں اسے نہیں بدل سکتا' اولاً تو یہ اثر ثابت ہی نہیں۔ اس کے راوی حضرت شعبہؒ کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کی جرح موجود ہے پھر یہ قول ابن عباسؓ کا نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خود حضرت ابن عباسؓ کے خاص اصحاب اور اعلیٰ شاگرد بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں' دو کو بھی اِخوَۃ کہا جاتا ہے' اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں نے اس مسئلہ کو پوری طرح ایک علیحدہ رسالے میں لکھا ہے۔ حضرت سعید بن قتادہؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ہاں میت کا اگر ایک ہی بھائی ہو تو ماں کو تیسرے حصے سے ہٹا نہیں سکتا' علماء کرام کا فرمان ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ میت کے بھائیوں کی شادیوں کا اور کھانے پینے وغیرہ کا کل خرچ باپ کے ذمہ ہے نہ کہ ماں کے ذمے۔ اس لئے مقتضائے حکمت یہی تھا کہ باپ کو زیادہ دیا جائے' یہ توجیہ بہت ہی عمدہ ہے' لیکن حضرت ابن عباسؓ سے بہ سند صحیح مروی ہے کہ یہ چھٹا حصہ جو ماں کا کم ہو گیا' انہیں دے دیا جائے گا۔ یہ قول شاذ ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' حضرت عبداللہؓ کا یہ قول تمام امت کے خلاف ہے' ابن عباسؓ کا قول ہے' کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا بیٹا اور باپ نہ ہو۔

پھر فرمایا وصیت اور قرض کے بعد تقسیم میراث ہوگی' تمام سلف خلف کا اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے اور فحوائے آیت کو بھی اگر بغور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔

ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' تم قرآن میں وصیت کا حکم پہلے پڑھتے ہو اور قرض کا بعد میں لیکن یاد رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرض پہلے ادا کرایا ہے۔ پھر وصیت جاری کی ہے۔ ایک ماں زاد بھائی آپس میں وارث ہوں گے بغیر علاتی بھائیوں کے' آدمی اپنے سگے بھائی کا وارث ہوگا نہ اس کا جس کی ماں دوسری ہو' یہ حدیث صرف حضرت حارثؓ سے مروی ہے اور ان پر بعض محدثین نے جرح کی ہے لیکن یہ حافظ فرائض تھے' اس علم میں آپ کو خاص دلچسپی اور دسترس تھی اور حساب کے بڑے ماہر تھے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ ہم نے باپ بیٹوں کو اصل میراث میں اپنا اپنا مقررہ حصہ لینے والا بنایا اور جاہلیت کی رسم ہٹا دی بلکہ اسلام میں بھی

پہلے بھی ایسا ہی حکم تھا کہ مال اولاد کو مل جاتا' ماں باپ کو صرف بطور وصیت کے ملتا تھا جیسے حضرت ابن عباسؓ سے پہلے بیان ہو چکا۔ یہ منسوخ کر کے اب یہ حکم ہوا' تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تمہیں باپ سے زیادہ نفع پہنچے گا یا اولاد نفع دے گی' امید دونوں سے نفع کی ہے۔ یقین کسی پر بھی ایک سے زیادہ نہیں' ممکن ہے باپ سے زیادہ بیٹا کام آئے اور نفع پہنچائے اور ممکن ہے بیٹے سے زیادہ باپ سے نفع پہنچے اور وہ کام آئے۔

پھر فرماتا ہے' یہ مقررہ حصے اور اور میراث کے یہ احکام اللہ کی طرف سے فرض ہیں اور اس میں کسی کمی بیشی کی کسی امید یا کسی خوف سے گنجائش نہیں نہ کسی کو محروم کر دینا لائق ہے نہ کسی کو زیادہ دلوا دینا' اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ جو جس کا مستحق ہے' اسے اتنا دلواتا ہے۔ ہر چیز کی جگہ کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ تمہارے نفع نقصان کا اسے پورا علم ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں' تمہیں چاہئے کہ اس کے احکام اس کے فرمان مانتے چلے جاؤ۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ

تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد اور جو تم چھوڑ جاؤ اس میں ان کی چوتھائی ہے۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو O

وراثت کی مزید تفصیلات: ☆☆ (آیت:۱۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو! تمہاری عورتیں جو چھوڑ کر مریں' اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے آدھوں آدھ حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا' وصیت اور قرض کے بعد۔ ترتیب اس طرح ہے' پہلے قرض ادا کیا جائے۔ پھر وصیت پوری کی جائے۔ پھر ورثہ تقسیم ہو' یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹوں کی ہی طرح ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا۔ پھر عورتوں کو حصہ بتایا کہ انہیں یا چوتھائی ملے گا یا آٹھواں حصہ۔ چوتھائی تو اس حالت میں کہ مرنے والے خاوند کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ اس حالت میں کہ اولاد ہو۔ اس چوتھائی یا آٹھویں حصے میں مرنے والے کی سب بیویاں شامل ہیں۔ چار ہوں تو ان میں یہ حصہ برابر تقسیم ہو جائے گا۔ تین یا دو ہوں تب بھی اور اگر ایک ہو تو اسی کا یہ حصہ ہے۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ کی تفسیر اس سے پہلی آیت میں گزر چکی ہے۔ كَلَالَه مشتق ہے اكْلِيْل سے' اِكْلِيْل کہتے ہیں اس تاج وغیرہ کو جو سر کو ہر طرف سے گھیر لے' یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے وارث اردگرد حاشیہ کے لوگ ہیں اصل اور فرع یعنی جڑ یا شاخ نہیں' صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے كَلَالَه کا معنی پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں' میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں۔ اگر ٹھیک ہو تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے بری الذمہ ہیں' کلالہ وہ ہے جس کا نہ لڑکا ہو نہ باپ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی اس سے موافقت کی اور فرمایا مجھے ابوبکر کی رائے سے خلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے (ابن جریرؒ وغیرہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت کا سب سے آخری زمانہ پانے والا میں ہوں۔ میں نے آپ سے سنا' فرماتے

تھے بات وہی ہے جو میں نے کہی ٹھیک اور درست یہی ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا نہ ولد ہو اور نہ والد۔ حضرت علیؓ ابن مسعودؓ ابن عباسؓ زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین شعبی نخعی حسن قتادہ جابر بن زید حکم رحمتہ اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ اہل مدینہ اہل کوفہ اہل بصرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ساتوں فقہا چاروں امام اور جمہور سلف وخلف بلکہ تمام یہی فرماتے ہیں۔ بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ایک مرفوع حدیث میں یہی آیا ہے۔ ابن لبابؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور ممکن ہے کہ راوی نے مراد سمجھی ہی نہ ہو۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو اور بعد ادائیگی قرض کے جن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ایک تہائی میں یہ سب شریک ہیں۔ اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار ہے O

پھر فرمایا کہ اس کا بھائی یا بہن ہو یعنی ماں زاد جیسے کہ سعد بن وقاص وغیرہ بعض سلف کی قرات ہے حضرت صدیقؓ وغیرہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اگر زیادہ ہوں تو ایک ثلث میں سب شریک ہیں ماں زاد بھائی باقی وارثوں سے کئی وجہ سے مختلف ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ باوجود اپنے ورثے کے دلانے والے کے بھی وارث ہوتے ہیں مثلاً ماں۔ دوسرے یہ کہ ان کے مرد وعورت یعنی بہن بھائی میراث میں برابر ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ اسی وقت وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کلالہ ہو۔ پس باپ دادا کی یعنی پوتے کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوتے۔ چوتھے یہ کہ انہیں ثلث سے زیادہ نہیں ملتا تو گو یہ کتنے ہی ہوں۔ مرد ہوں یا عورت حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے کہ ماں زاد بہن بھائی کا ورثہ آپس میں اس طرح بٹے گا کہ مرد کے لئے دوہرا اور عورت کے لئے اکہرا۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انہوں نے حضورؐ سے یہ سنا ہو۔ آیت میں اتنا تو صاف ہے کہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ثلث میں شریک ہیں۔ اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر میت کے وارثوں میں خاوند ہو اور ماں ہو یا دادی ہو اور دو ماں زاد بھائی ہوں اور ایک یا ایک سے زیادہ باپ کی طرف سے بھائی ہوں تو جمہور تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں خاوند کو آدھا ملے گا اور ماں یا دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور ماں زاد بھائی کو تہائی ملے گا اور اسی میں سگے بھائی بھی شامل ہوں گے قدر مشترک کے طور پر جو ماں زاد بھائی ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک ایسی ہی صورت پیش آئی تھی تو آپ نے خاوند کو آدھا دلوایا اور ثلث ماں زاد بھائیوں کو دلوایا تو سگے بھائیوں نے بھی اپنے تئیں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ شریک ہو۔ حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح شریک کر دینا مروی ہے' اور دو روایتوں میں سے ایک روایت ایسی ہے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت سعید بن مسیب' قاضی شریح' مسروق' طاؤس' محمد بن سیرین' ابراہیم نخعی' عمر بن عبدالعزیز' ثوری اور شریک رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے' امام مالک اور امام شافعی اور امام اسحاق بن راھویہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ہاں حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شرکت کے قائل نہ تھے بلکہ آپ اولاد ام کو اس حالت میں ثلث دلواتے تھے اور ایک ماں باپ کی اولاد کو کچھ نہیں دلاتے تھے اس لئے کہ یہ عصبہ ہیں اور عصبہ اس وقت پاتے ہیں جب ذوی الفرض سے بچ جائے' بلکہ وکیع بن جراحؒ کہتے ہیں' حضرت علیؓ سے اس کے خلاف مروی ہی نہیں۔ حضرت ابی بن کعب' حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا قول بھی یہی ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی مشہور یہی ہے۔ شعبی' ابن ابی لیلیٰ' ابو حنیفہ' ابو یوسف' محمد بن حسن' حسن بن زیادہ' زفر بن ہذیل' امام احمد' یحییٰ بن آدم' نعیم بن حماد' ابو ثور' داؤد ظاہری رحمہم اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ابوالحسن بن لبان فرضی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے' ملاحظہ ہو ان کی کتاب الایجاز۔

پھر فرمایا یہ وصیت کے جاری کرنے کے بعد ہے۔ وصیت ایسی ہو جس میں خلاف عدل نہ ہو۔ کسی کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا گیا ہو نہ کسی پر جبر و ظلم کیا گیا ہو' کسی وارث کا نہ ورثہ مارا گیا ہو نہ کم و بیش کیا گیا ہو۔ اس کے خلاف وصیت کرنے والا اور ایسی خلاف شرع وصیت میں کوشش کرنے والا اللہ کے حکم اور اس کی شریعت میں اس کے خلاف کرنے والا اور اس سے لڑنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وصیت میں کسی کو ضرر و نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے (ابن ابی حاتم) نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی اسی طرح مروی ہے' بعض روایتوں میں حضرت ابن عباسؓ سے اس فرمان کے بعد آیت کے اس ٹکڑے کی تلاوت کرنا بھی مروی ہے۔ امام ابن جریرؒ کے قول کے مطابق ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں۔ موقوف قول ہے۔ ائمہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ وارث کے لئے جو اقرار میت کر جائے آیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تہمت لگنے کی گنجائش ہے۔ حدیث شریف میں بہ سند صحیح آ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے۔ اب وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں' مالک' احمد بن حنبل' ابو حنیفہ کا قول یہی ہے' شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا لیکن آخری قول یہ ہے کہ اقرار کرنا صحیح مانا جائے گا۔ طاؤسؒ حسنؒ عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی دلیل ایک یہ روایت بھی ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ فزاریہ نے جس چیز پر اپنے دروازے بند رکھے ہوں وہ نہ کھولے جائیں۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے پھر فرمایا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں' بہ سبب وارثوں کے ساتھ بدگمانی کے اس کا یہ اقرار جائز نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے' بدگمانی سے بچو' بدگمانی تو سب سے زیادہ جھوٹ ہے۔

قرآن کریم میں فرمان الٰہی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جس کی جو امانت ہو' وہ پہنچا دو' اس میں وارث اور غیر وارث کی کوئی تخصیص نہیں' یہ یاد رہے کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب اقرار فی الواقع صحیح ہو اور نفس الامر کے مطابق ہو اور اگر صرف حیلہ سازی ہو اور بعض وارثوں کو زیادہ دینے اور بعض کو کم پہنچانے کے لئے ایک بہانہ بنا لیا ہو تو بالا جماع اسے پورا کرنا حرام ہے اور اس آیت کے صاف الفاظ بھی اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں (اقرار فی الواقع صحیح ہونے کی صورت میں اس کا پورا کرنا ضروری ہے جیسا کہ دوسری جماعت کا قول ہے اور جیسا کہ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ مترجم) پھر فرمایا یہ اللہ عزوجل کے احکام ہیں جو اللہ عظیم و اعلیٰ علم و حلم والا ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا
خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٤﴾

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئیں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا' اسے اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے' یہی بڑی مطلب یابی ہے ○ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے' اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسوں ہی کے لئے اہانت کرنے والا عذاب ہے ○

نافرمانوں کا حشر: ☆☆ (آیت:۱۳-۱۴) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے نکل جائے' اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ایسوں کے لئے اہانت کرنے والا عذاب ہے' یعنی یہ فرائض اور یہ مقدار جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اور میت کے وارثوں کو ان کی قرابت کی نزدیکی اور ان کی حاجت کے مطابق جتنا جسے دلوایا ہے' یہ سب اللہ ذوالکرم کی حدود ہیں۔ تم ان حدوں کو نہ توڑو نہ اس سے آگے بڑھو۔ جو شخص اللہ عزوجل کے ان احکام کو مان لے' کوئی حیلہ حوالہ کر کے کسی وارث کو کم وبیش دلوانے کی کوشش نہ کرے۔ حکم الٰہ اور فریضہ الٰہ جوں کا توں بجالائے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے ہمیشہ بہنے والی نہروں کی جنت میں داخل کرے گا' یہ کامیاب' نصیب ور اور مقصد کو پہنچنے والا اور مراد کو پانے والا ہوگا۔ اور جو اللہ کے کسی حکم کو بدل دے' کسی وارث کے ورثے کو کم وبیش کر دے' رضائے الٰہی کو پیش نظر نہ رکھے بلکہ اس کے حکم کو رد کر دے اور اس کے خلاف عمل کرے' وہ اللہ کی تقسیم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور اس کے حکم کو عدل نہیں سمجھتا تو ایسا شخص ہمیشہ رہنے والی رسوائی اور اہانت والے دردناک اور ہیبت ناک عذابوں میں مبتلا رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ستر سال تک نیکی کے عمل کرتا رہتا ہے' پھر وصیت کے وقت ظلم وستم کرتا ہے' اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے۔ اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے' پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا بہتر ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اور اس آیت کو پڑھو تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک۔ سنن ابی داؤد کے باب الاضرار فی الوصیۃ میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساٹھ سال تک لگے رہتے ہیں' پھر موت کے وقت وصیت میں کوئی کمی بیشی کر جاتے ہیں تو ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ سے آخر آیت تک پڑھی۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی اسے غریب کہتے ہیں۔ مسند احمد میں یہ حدیث تمام وکمال کے ساتھ موجود ہے۔

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً
مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ
الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ

فَاٰذُوۡهُمَا‌ ۚ فَاِنۡ تَابَا وَاَصۡلَحَا فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمَا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۱۶﴾

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں' ان پر اپنے میں سے چار گواہ رکھو' اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید کر رکھو یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی اور راستہ نکالے۔ تم میں سے جو دو مرد ایسا کام کر لیں' انہیں ایذا دو' اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے منہ پھیر لو' بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے ○

سیاہ کار عورت اور اس کی سزا: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ گھر میں ہی قید کر دیا جائے اور جنم قید یعنی موت سے پہلے اسے چھوڑا نہ جائے' اس فیصلہ کے بعد یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ پیدا کر دے۔ پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہو گئی اور یہ حکم بھی منسوخ ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب تک سورۂ نور کی آیت نہیں اتری تھی' زنا کار عورت کے لئے یہی حکم رہا۔ پھر اس آیت میں شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار مار کر مار ڈالنے اور بے شادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم اترا۔ حضرت عکرمہ' حضرت سعید بن جبیر' حضرت حسن' حضرت عطا خراسانی' حضرت ابوصالح' حضرت قتادہ' حضرت زید بن اسلم اور حضرت ضحاک رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو آپ پر اس کا بڑا اثر ہوتا اور تکلیف محسوس ہوتی اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنے نبی پر وحی نازل فرمائی۔ کیفیت وحی سے نکلے تو آپؐ نے فرمایا' مجھ سے حکم الٰہی لو۔ اللہ تعالیٰ نے سیاہ کار عورتوں کے لئے راستہ نکال دیا ہے۔ اگر شادی شدہ عورت یا شادی شدہ مرد سے اس جرم کا ارتکاب ہو تو ایک سو کوڑے اور پتھروں سے مار ڈالنا اور غیر شادی شدہ ہوں تو ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی (مسلم وغیرہ) ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ سے مروی ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح ابوداؤد میں بھی۔

ابن مردویہ کی غریب حدیث میں کنوارے اور بیاہے ہوئے کے حکم کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ دونوں اگر بوڑھے ہوں تو انہیں رجم کر دیا جائے لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ طبرانی میں ہے' حضورؐ نے فرمایا' سورۂ نساء کے اترنے کے بعد اب روک رکھنے کا یعنی عورتوں کو گھروں میں قید رکھنے کا حکم نہیں رہا۔ امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق یہی ہے کہ زانی شادی شدہ کو کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور رجم بھی کیا جائے گا اور جمہور کہتے ہیں' کوڑے نہیں لگیں گے' صرف رجم کیا جائے گا اس لئے کہ نبی ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور غامدیہ عورت کو رجم کیا لیکن کوڑے نہیں مارے۔ اسی طرح دو یہودیوں کو بھی آپؐ نے رجم کا حکم دیا اور رجم سے پہلے بھی انہیں کوڑے نہیں لگوائے۔ پھر جمہور کے اس قول کے مطابق معلوم ہوا کہ انہیں کوڑے لگانے کا حکم منسوخ ہے۔ واللہ اعلم۔

پھر فرمایا اس بے حیائی کے کام کو دو مرد اگر آپس میں کریں' انہیں ایذا پہنچاؤ یعنی برا بھلا کہہ کر شرم و غیرت دلا کر جوتیاں لگا کر۔ یہ حکم بھی اسی طرح پر رہا یہاں تک کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے کوڑے اور رجم سے منسوخ فرمایا' حضرت عکرمہ' عطا' حسن' عبداللہ کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد بھی مرد و عورت ہیں' سدی فرماتے ہیں مراد وہ نوجوان مرد ہیں جو شادی شدہ نہ ہوں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' لواطت کے

بارے میں یہ آیت ہے

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جسے تم قوم لوط کا فعل کرتے دیکھو تو فاعل مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو- ہاں اگر یہ دونوں باز آ جائیں' اپنی بدکاری سے توبہ کریں' اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور ٹھیک ٹھاک ہو جائیں تو اب ان کے ساتھ درشت کلامی اور سختی سے پیش نہ آؤ اس لئے کہ گناہ سے توبہ کر لینے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے- اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے- بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی لونڈی بدکاری کرے تو اس کا مالک اسے حد لگا دے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے یعنی حد لگ جانے کے بعد پھر اسے عار نہ دلایا کرے کیونکہ حد کفارہ ہے-

اِنَّمَا التَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى
اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـئٰنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ
وَهُمۡ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۸﴾

اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں- پھر جلد اس سے باز آ جائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا' حکمت والا ہے ○ ان کی توبہ کی قبولیت کا وعدہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی- نہ ان کی توبہ ہے' جو کفر پر ہی مر جائیں- یہی لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں ○

عالم نزع سے پہلے توبہ؟ ☆☆ (آیت:۱۷-۱۸) مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے ان بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو ناواقفیت کی وجہ سے کوئی برا کام کر بیٹھیں- پھر توبہ کر لیں- گو یہ توبہ فرشتہ موت کو دیکھ لینے کے بعد عالم نزع سے پہلے ہو- حضرت مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں جو بھی قصداً یا غلطی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے جب تک کہ اس سے باز نہ آ جائے-

ابو العالیہؒ فرماتے ہیں' صحابہؓ کرام فرمایا کرتے تھے کہ بندہ جو گناہ کرے' وہ جہالت ہے' حضرت قتادہؒ بھی صحابہؓ کے مجمع سے اسی طرح کی روایت کرتے ہیں- عطاؒ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے- توبہ جلدی کر لینے کی تفسیر میں منقول ہے کہ ملک الموت کو دیکھ لینے سے پہلے عالم سکرات کے قریب مراد ہے- اپنی صحت میں توبہ کر لینی چاہئے' غرغرے کے وقت سے پہلے کی توبہ قبول ہے' حضرت عکرمہ فرماتے ہیں' ساری دنیا قریب ہی ہے' اس کے متعلق حدیثیں سنئے- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک سانسوں کا ٹوٹنا شروع نہ ہو' (ترمذی) جو بھی مومن بندہ اپنی موت سے مہینہ بھر پہلے توبہ کر لے' اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد بھی بلکہ موت سے ایک دن پہلے تک بھی بلکہ ایک سانس پہلے بھی جو بھی اخلاص اور سچائی کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے' حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں' جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے- یہ سن کر حضرت ایوبؓ نے یہ

آیت پڑھی تو آپ نے فرمایا وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے' دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضورؐ سے ایسے ہی سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا' میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کرلے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے تیسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ کہا ہاں میں نے خود سنا ہے کہا میں نے سنا ہے۔ کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس نے کہا میں نے تو حضورؐ سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آ جائے توبہ کے دروازے اس کے لئے بھی کھلے رہتے ہیں۔ ابن مردویہ میں مروی ہے کہ جب تک جان نکلتے ہوئے گلے سے نکلنے والی آواز شروع نہ ہو' تب تک توبہ قبول ہے۔ کئی ایک مرسل احادیث میں بھی یہ مضمون ہے۔ حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے مہلت طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی' اس کے دل سے نہ نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا' مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں بھی جب تک اس میں روح رہے گی' اس کی توبہ قبول کروں گا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی اس کے قریب قریب مروی ہے۔ پس ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور اسے اپنی زندگی کی امید ہے تب تک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے' توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس پر رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ ہاں جب زندگی سے مایوس ہو جائے' فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے' سینے میں گھٹن لگے' حلق میں اٹکے' سانسوں سے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ مرتے دم تک جو گناہوں پر اڑا رہے اور موت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جیسے اور جگہ ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (دو آیتوں تک) مطلب یہ ہے کہ ہمارے عذابوں کا معائنہ کر لینے کے بعد ایمان کا اقرار کرنا کوئی نفع نہیں دیتا۔ اور جگہ ہے یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ الخ مطلب یہ ہے کہ جب مخلوق سورج کو مغرب کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھ لے گی' اس وقت جو ایمان لائے یا نیک عمل کرے' اسے نہ اس کا عمل نفع دے گا نہ اس کا ایمان۔ پھر فرماتا ہے کہ کفر و شرک پر مرنے والے کو بھی ندامت و توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی نہ ہی اس کا فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا چاہے زمین بھر کر سونا دینا چاہے۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں' یہ آیت اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے' مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جب تک پردہ نہ پڑ جائے' پوچھا گیا پردہ پڑنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا شرک کی حالت میں جان نکل جانا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت دردناک المناک ہمیشہ رہنے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ وَلَا
تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝١٩

ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں' ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بود و باش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ اس میں بہت ہی بھلائی کر دے ○

عورت پر ظلم کا خاتمہ: ☆☆ (آیت:۱۹) صحیح بخاری میں ہے' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبل اسلام جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے وارث اس کی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا۔ اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دے دیتے۔ اگر چاہتے تو نکاح ہی نہ کرنے دیتے۔ میکے والوں سے زیادہ اس عورت کے حقدار سسرال والے ہی گنے جاتے تھے۔ جاہلیت کی اس رسم کے خلاف یہ آیت نازل ہوئی' دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دستبردار ہو جائے' یا یونہی بے نکاحی بیٹھی رہے' یہ بھی مروی ہے کہ اس عورت کا خاوند مرتے ہی کوئی بھی آ کر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا' تو روایت میں ہے کہ یہ کپڑا ڈالنے والا اسے حسین پاتا تو اپنے نکاح میں لے لیتا۔ اگر یہ بدصورت ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا یہاں تک کہ مر جائے۔ پھر اس کے مال کا وارث بنتا۔ یہ بھی مروی ہے کہ مرنے والے کا کوئی گہرا دوست کپڑا ڈال دیتا۔

پھر اگر وہ عورت کچھ فدیہ اور بدلہ دے تو وہ اسے نکاح کرنے کی اجازت دیتا ورنہ یونہی مر جاتی۔ حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں' اہل مدینہ کا یہ دستور تھا کہ وارث اس عورت کے بھی وارث بن جاتے۔ غرض یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بڑی بری طرح پیش آتے تھے یہاں تک کہ طلاق دیتے وقت بھی شرط کر لیتے تھے کہ جہاں میں چاہوں تیرا نکاح ہو اس طرح کی قید و بند سے رہائی پانے کی پھر یہ صورت ہوتی کہ وہ عورت کچھ دے کر جان چھڑاتی' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا' ابن مردویہ میں ہے کہ جب ابوقیس بن اسلت کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے نے ان کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا جیسے کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی' حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی سنبھال پر اسے لگا دیتے تھے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں جب کوئی مر جاتا تو اس کا لڑکا اس کی بیوی کا زیادہ حقدار سمجھا جاتا۔ اگر چاہتا خود اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا دوسرے کے نکاح میں دے دیتا مثلاً بھائی کے بھتیجے یا جس کو چاہے۔

حضرت عکرمہؒ کی روایت میں ہے کہ ابوقیس کی جس بیوی کا نام کبیشہ تھا' رضی اللہ عنہا اس نے اس صورت کی خبر حضورؐ کو دی کہ یہ لوگ نہ مجھے وارثوں میں شمار کر کے میرے خاوند کا ورثہ دیتے ہیں نہ مجھے چھوڑتے ہیں کہ میں اور کہیں اپنا نکاح کر لوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی' ایک روایت میں ہے کہ کپڑا ڈالنے کی رسم سے پہلے ہی اگر کوئی عورت بھاگ کھڑی ہو اور اپنے میکے آ جائے تو وہ چھوٹ جاتی تھی' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں جو یتیم بچی ان کی ولایت میں ہوتی' اسے یہ روکے رکھتے تھے اس امید پر کہ جب ہماری بیوی مر جائے گی ہم اس سے نکاح کر لیں گے یا اپنے لڑکے سے ان کا نکاح کرا دیں گے' ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان تمام صورتوں کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ممانعت کر دی اور عورتوں کی جان اس مصیبت سے چھڑا دی۔ واللہ اعلم۔ ارشاد ہے عورتوں کی بود و باش میں انہیں تنگ کر کے تکلیف دے دے کر مجبور نہ کرو کہ وہ اپنا سارا مہر چھوڑ دیں یا اس میں سے کچھ چھوڑ دیں یا اپنے کسی اور واجبی حق وغیرہ سے دستبردار ہونے پر آمادہ ہو جائیں کیونکہ انہیں ستایا اور مجبور کیا جا رہا ہے' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورت ناپسند ہے' دل نہیں ملا' چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں حق مہر وغیرہ کے علاوہ بھی تمام حقوق دینے پڑیں گے۔ اس صورتحال سے بچنے کے لئے اسے ستانا یا طرح طرح سے تنگ کرنا تاکہ وہ خود اپنے حقوق چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو جائے' ایسا رویہ اختیار کرنے سے قرآن پاک نے مسلمانوں کو روک دیا۔ ابن سلمانیؒ فرماتے ہیں' ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت امر جاہلیت کو ختم کرنے اور دوسری امر اسلام کی اصلاح کے لئے نازل ہوئی' ابن مبارکؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر

اس صورت میں کہ ان سے کھلی بے حیائی کا کام صادر ہو جائے‘ اس سے مراد بقول اکثر مفسرین صحابہؓ تابعینؒ وغیرہ زنا کاری ہے‘ یعنی اس صورت میں جائز ہے کہ اس سے مہر لوٹا لینا چاہئے اور اسے تنگ کرے تاکہ خلع پر رضامند ہو‘ جیسے سورۂ بقرہ کی آیت میں ہے وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ الخ یعنی تمہیں حلال نہیں کہ تم انہیں دیئے ہوئے میں سے کچھ بھی لے لو مگر اس حالت میں کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے مراد خاوند کے خلاف کام کرنا‘ اس کی نافرمانی کرنا‘ بدزبانی‘ کج خلقی کرنا‘ حقوق زوجیت اچھی طرح ادا نہ کرنا وغیرہ ہے‘ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں آیت کے الفاظ عام ہیں‘ زنا کو اور تمام مذکورہ عوامل بھی شامل ہیں یعنی ان تمام صورتوں میں خاوند کو مباح ہے کہ اسے تنگ کرے تاکہ وہ اپنا کل حق یا تھوڑا حق چھوڑ دے اور پھر یہ اسے الگ کر دے۔ امام صاحب کا یہ فرمان بہت ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ روایت بھی پہلے گزر چکی ہے کہ یہاں اس آیت کے اترنے کا سبب وہی جاہلیت کی رسم ہے جس سے اللہ نے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا بیان جاہلیت کی رسم کو اسلام میں سے خارج کرنے کے لئے ہوا ہے۔

ابن زیدؒ فرماتے ہیں‘ مکہ کے قریش میں یہ رواج تھا کہ کسی شخص نے کسی شریف عورت سے نکاح کیا‘ موافقت نہ ہوئی تو اسے طلاق دے دی لیکن یہ شرط کر لیتا تھا کہ بغیر اس کی اجازت کے یہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی‘ اس بات پر گواہ مقرر ہو جاتے اور اقرار نامہ لکھ لیا جاتا۔ اب اگر کہیں سے پیغام آئے اور وہ عورت راضی ہو تو یہ کہتا مجھے اتنی رقم دے تو میں تجھے نکاح کی اجازت دوں گا۔ اگر وہ ادا کر دیتی تو خیر ورنہ یونہی اسے قید رکھتا اور دوسرا نکاح نہ کرنے دیتا۔ اس کی ممانعت اس آیت میں نازل ہوئی‘ بقول مجاہد رحمتہ اللہ علیہ یہ حکم اور سورۂ بقرہ کی آیت کا حکم دونوں ایک ہی ہیں۔ پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ خوش سلوکی کا رویہ رکھو‘ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ برتو۔ نرم بات کہو‘ نیک سلوک کرو‘ اپنی حالت بھی اپنی طاقت کے مطابق اچھی رکھو۔ جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لئے بنی سنوری ہوئی اچھی حالت میں رہے‘ تم خود اپنی حالت بھی اچھی رکھو جیسے اور جگہ فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی جیسے تمہارے حقوق ان پر ہیں ان کے حقوق بھی تم پر ہیں۔

بہترین زوج محترم: ☆☆ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں‘ تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرنے والا ہو۔ میں اپنی بیویوں سے بہت اچھا رویہ رکھتا ہوں‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ بہت لطف و خوشی‘ بہت نرم اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے‘ انہیں خوش رکھتے تھے‘ ان سے ہنسی دل لگی کی باتیں کیا کرتے تھے‘ ان کے دل اپنی مٹھی میں رکھتے تھے‘ انہیں اچھی طرح کھانے پینے کو دیتے تھے‘ کشادہ دلی کے ساتھ ان پر خرچ کرتے تھے‘ ایسی خوش طبعی کی باتیں بیان فرماتے جن سے وہ ہنس دیتیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ آپ نے دوڑ لگائی۔ اس دوڑ میں صدیقہ آگے نکل گئیں۔ کچھ مدت بعد پھر دوڑ لگی۔ اب کے حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئیں تو آپؐ نے فرمایا معاملہ برابر ہو گیا۔ اس سے بھی آپ کا مطلب یہ تھا کہ حضرت صدیقہؓ خوش رہیں۔ ان کا دل بہلے‘ جس بیوی صاحبہ کے ہاں آپ کو رات گزارنی ہوتی‘ وہیں آپ کی کل بیویاں جمع ہو جاتیں۔ دو گھڑی بیٹھتیں۔ بات چیت ہوتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان سب کے ساتھ ہی حضورؐ رات کا کھانا تناول فرماتے۔ پھر سب اپنے اپنے گھر چلی جاتیں اور آپؐ وہیں آرام فرماتے جن کی باری ہوتی‘ اپنی بیوی صاحبہ کے ساتھ ایک ہی چادر میں سوتے۔ کرتا نکال ڈالتے صرف تہبند بندھا ہوا ہوتا‘ عشاء کی نماز کے بعد گھر جا کر دو گھڑی ادھر ادھر کی کچھ باتیں کرتے جس سے گھر والیوں کا جی خوش ہوتا الغرض نہایت ہی محبت پیار کے ساتھ اپنی بیویوں کو آپ رکھتے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح راضی خوشی محبت پیار سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فرمانبرداری کا دوسرا نام اچھائی ہے۔ اس کے تفصیلی احکام کی جگہ تفسیر نہیں بلکہ اسی مضمون کی کتابیں ہیں والحمدللہ۔ پھر فرماتا ہے کہ باوجود جی نہ

چاہنے کے بھی عورتوں سے اچھی بود و باش رکھنے میں بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بھلائی فرمائے۔ ممکن ہے نیک اولاد ہو جائے اور اس سے اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائیاں نصیب کرے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ مومن مرد مومنہ عورت کو الگ نہ کرے اگر اس کی ایک آدھ بات سے ناراض ہوگا تو ایک آدھ خصلت اچھی بھی ہوگی۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۸

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانے کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی تم اس میں سے کچھ بھی نہ لو کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے؟ O تم اسے کیسے لے لو گے؟ حالانکہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے O ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو گزر چکا' یہ بے حیائی کا کام اور بغض کا سبب ہے اور بڑی بری راہ ہے O

(آیت: ۲۰-۲۲) پھر فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے اور اس کی جگہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے چاہے خزانہ کا خزانہ دیا ہوا ہو۔

حق مہر کے مسائل: ☆☆ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں قنطار کا پورا بیان گزر چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر میں بہت سارا مال دینا بھی جائز ہے' امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے پہلے بہت لمبے چوڑے مہر سے منع فرما دیا تھا۔ پھر اپنے قول سے رجوع کیا' جیسے کہ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے مہر باندھنے میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک یہ تقویٰ کی چیز ہوتی تو تم سب سے پہلے اس پر اللہ کے رسول ﷺ عمل کرتے۔ حضورؐ نے اپنی کسی بیوی کا یا کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا (تقریباً سوا سو روپیہ) انسان زیادہ مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اسے بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے میرے کندھے پر مشک لٹکا دی' یہ حدیث بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ ایک میں ہے کہ آپؓ نے منبر نبویؐ پر کھڑے ہو کر فرمایا' لوگو تم نے کیوں لمبے چوڑے مہر باندھنے شروع کر دیئے ہیں؟ رسول اللہؐ اور آپ کے زمانہ کے آپ کے اصحاب نے تو چار سو درہم (تقریباً سو روپیہ) مہر باندھا ہے۔ اگر یہ تقویٰ اور کرامت کے زیادہ ہونے کا سبب ہوتا تو تم زیادہ حق مہر ادا کرنے میں بھی ان پر سبقت نہیں لے سکتے تھے؟ خبردار آج سے میں نہ سنوں کہ کسی نے چار سو درہم سے زیادہ کا حق مہر مقرر کیا۔ یہ فرما کر آپ نیچے اتر آئے تو ایک قریشی خاتون سامنے آئیں اور کہنے لگیں امیر المومنین' کیا آپؓ نے چار سو درہم سے زیادہ حق مہر سے لوگوں کو منع فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' ہاں' کہا' کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے' نہیں سنا؟ کہا وہ کیا؟ کہا سنیئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا الخ' تم نے انہیں خزانہ دیا

ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اللہ مجھے معاف فرما' عمرؓ سے تو ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے۔ پھر واپس اسی وقت منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا' لوگو میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں جو شخص اپنے مال میں سے مہر میں جتنا چاہے دے۔ اپنی خوشی سے جتنا مہر مقرر کرنا چاہے کرے' میں نہیں روکتا اور ایک روایت میں اس عورت کا آیت کو اس طرح پڑھنا مروی ہے وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا مِنْ ذَهَبٍ' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرات میں بھی اسی طرح ہے اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا بھی مروی ہے کہ ایک عورت عمرؓ پر غالب آ گئی اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا گو ذی القصہ یعنی یزید بن حصین حارثی کی بیٹی ہو پھر بھی مہر اس کا زیادہ مقرر نہ کرو اور اگر تم نے ایسا کیا تو وہ زائد رقم میں بیت المال کے لئے لے لوں گا۔ اس پر ایک دراز قد چوڑی ناک والی عورت نے کہا' حضرت آپ یہ حکم نہیں دے سکتے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنی بیوی کو دیا ہوا حق مہر واپس کیسے لے سکتے ہو؟ جبکہ تم نے اس سے فائدہ اٹھایا یا ضرورت پوری کی۔ وہ تم سے اور تم اس سے مل گئے یعنی میاں بیوی کے تعلقات بھی قائم ہو گئے۔ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا اور حضورؐ کے سامنے پیش ہوا۔ بیوی نے بھی اپنے بے گناہ ہونے اور شوہر نے اپنے سچا ہونے کی قسم کھائی۔ پھر ان دونوں کا قسمیں کھانا اور اس کے بعد آپ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم ہے کہ تم دونوں میں سے کون جھوٹا ہے؟ کیا تم میں سے کوئی اب بھی توبہ کرتا ہے؟ تین دفعہ فرمایا تو اس مرد نے کہا میں نے جو مال اس کے مہر میں دیا ہے' اس کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' اسی کے بدلے تو یہ تیرے لئے حلال ہوئی تھی۔ اب اگر تو نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو پھر اور ناممکن بات ہو گی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت نضرہؓ نے ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا۔ جب اس سے ملے تو دیکھا کہ اسے زنا کا حمل ہے۔ حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپ نے اسے الگ کرا دیا اور مہر دلوا دیا اور عورت کو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا جو بچہ ہو گا' وہ تیرا غلام ہو گا اور مہر تو اس کی حلت کا سبب تھا۔

غرض آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ حضرت ابوقیسؓ جو بڑے بزرگ اور نیک انصاری صحابی تھے' ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے قیس نے ان کی بیوی سے نکاح کی خواہش کی جو ان کی سوتیلی ماں تھیں۔ اس پر اس بیوی صاحبہ نے فرمایا' بے شک تو اپنی قوم میں نیک ہے لیکن میں تو تجھے اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں۔ خیر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتی ہوں۔ جو وہ حکم فرمائیں' وہ حاضر ہوئیں اور حضور کو ساری کیفیت بیان کی آپؐ نے فرمایا' اپنے گھر لوٹ جاؤ' پھر یہ آیت اتری کہ جس سے باپ نے نکاح کیا' اس سے بیٹے کا نکاح حرام ہے' ایسے واقعات اور بھی اس وقت موجود تھے جنہیں اس ارادے سے باز رکھا گیا۔ ایک تو یہی ابوقیس والا واقعہ' ان بیوی صاحبہ کا نام ام عبید اللہ ضمرہ تھا۔

دوسرا واقعہ خلف کا تھا ان کے گھر میں ابوطلحہ کی صاحبزادی تھیں اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکے صفوان نے اسے اپنے نکاح میں لانا چاہا تھا۔ سہیلی میں لکھا ہے' جاہلیت میں اس نکاح کا معمول تھا جسے باقاعدہ نکاح سمجھا جاتا تھا اور بالکل حلال گنا جاتا تھا۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا گیا کہ جو پہلے گزر چکا سو گزر چکا جیسے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کو بیان فرما کر بھی یہی کیا گیا' کنانہ بن خزیمہ نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا' نضر اسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری اوپر کی نسل بھی باقاعدہ نکاح سے ہی ہے نہ کہ زنا سے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ رسم ان میں برابر جاری تھی اور جائز تھی اور اسے نکاح شمار کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' جاہلیت والے بھی جن جن رشتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے' سوتیلی ماں اور دو بہنوں کو ایک ساتھ

نکاح میں رکھنے کے سوا سب کو حرام ہی جانتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان دونوں رشتوں کو بھی حرام ٹھہرایا۔ حضرت عطا اور حضرت قتادہؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ یاد رہے کہ سہیلی نے کنانہ کا جو واقعہ نقل کیا ہے' وہ غور طلب ہے' بالکل صحیح نہیں' واللہ اعلم۔ بہرصورت یہ رشتہ امت مسلمہ پر حرام ہے اور نہایت قبیح امر ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا' یہ نہایت فحش برا کام' بغض کا ہے۔ دونوں میاں بیوی میں خلوت وصحبت ہو چکی ہے۔ پھر مہر واپس لینا کیا معنی رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ عقد نکاح جو مضبوط عہد و پیمان ہے' اس میں تم جکڑے جا چکے ہو' اللہ کا یہ فرمان تم سن چکے ہو کہ بساؤ تو اچھی طرح اور الگ کرو تو عمدہ طریقہ سے' چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ تم ان عورتوں کو اللہ کی امانت کے طور پہ لیتے ہو اور ان کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کا کلمہ پڑھ کر یعنی نکاح کے خطبہ تشہد سے حلال کرتے ہو' رسول اللہ ﷺ کو معراج والی رات جب بہترین انعامات عطا ہوئے' ان میں ایک یہ بھی تھا کہ آپؐ سے فرمایا گیا' تیری امت کا کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک وہ اس امر کی گواہی نہ دیں کہ تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے (ابن ابی حاتم)

نکاح کے احکامات: ☆☆ صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجتہ الوداع کے خطبہ میں فرمایا' تم نے عورتوں کو اللہ کی امانت کے طور پہ لیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے اپنے لئے حلال کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سوتیلی ماؤں کی حرمت بیان فرماتا ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ باپ نے کسی عورت سے صرف نکاح کیا' ابھی وہ رخصت ہو کر بھی نہیں آئی مگر طلاق ہو گئی یا باپ مر گیا وغیرہ تو بھی وہ سب اور برار استہ ہے۔ اور جگہ فرمان ہے وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ الخ' یعنی کسی برائی' بے حیائی اور فحش کام کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ بالکل ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ہو۔ اور فرمان ہے وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی الخ' زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً وہ فحش کام اور بری راہ ہے۔ یہاں مزید فرمایا کہ یہ کام بڑے بغض کا بھی ہے یعنی فی نفسہ بھی بڑا برا امر ہے۔ اس سے باپ بیٹے میں عداوت پڑ جاتی ہے اور دشمنی قائم ہو جاتی ہے' یہی مشاہدہ میں آیا ہے اور عموماً یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے دوسرا نکاح کرتا ہے' وہ اس کے پہلے خاوند سے بغض ہی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بیویاں امہات المومنین قرار دی گئیں اور امت پر مثل ماں کے حرام کی گئیں کیونکہ وہ نبی ﷺ کی بیویاں ہیں اور آپ مثل باپ کے ہیں بلکہ اجماعاً ثابت ہے کہ آپؐ کے حق' باپ دادا کے حقوق سے بھی بہت زیادہ اور بہت بڑے ہیں بلکہ آپ کی محبت خود جانوں کی محبت پر بھی مقدم ہے صلوات اللّٰہ و سلامہ علیہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کام اللہ کے بغض کا موجب ہے اور برار استہ ہے۔ اب جو ایسا کام کرے' وہ دین سے مرتد ہے' اسے قتل کر دیا جائے اور اس کا مال بیت المال میں بطور فے کے داخل کر لیا جائے' سنن اور مسند احمد میں مروی ہے کہ ایک صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف بھیجا جس نے اپنے باپ کی بیوی سے باپ کے بعد نکاح کیا تھا کہ اسے قتل کر ڈالو اور اس کے مال پہ قبضہ کر لو۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حارث بن عمیر اپنے ہاتھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا جھنڈا لے کر میرے پاس سے گذرے۔ میں نے پوچھا کہ چچا حضورؐ نے آپ کو کہاں بھیجا ہے؟ فرمایا اس شخص کی طرف جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا ہے۔ مجھے حکم ہے کہ میں اس کی گردن ماروں (مسند احمد)

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے: ☆☆ مسئلہ ☆☆ اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کر لی خواہ نکاح کر کے' خواہ ملکیت میں لا کر' خواہ شبہ سے' وہ عورت بیٹے پر حرام ہے' ہاں اگر جماع نہ ہوا ہو تو صرف مباشرت ہوئی ہو یا وہ اعضاء دیکھے ہوں جن

کا دیکھنا اجنبی ہونے کی صورت میں حلال نہ تھا تو اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ تو اس صورت میں بھی اس عورت کو لڑکے پر حرام بتاتے ہیں' حافظ ابن عساکر کے اس واقعہ سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خدیج حمصی نے جو حضرت معاویہؓ کے مولی تھے' حضرت معاویہؓ کے لئے ایک لونڈی خریدی جو گورے رنگ کی اور خوبصورت تھی۔ اسے برہنہ ان کے پاس بھیج دیا۔ ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ اس سے اشارہ کر کے کہنے لگے' اچھا نفع تھا اگر یہ ملبوس ہوتی' پھر کہنے لگے اسے یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ۔ پھر کہا نہیں نہیں ٹھہرو۔ ربیعہ بن عمرو حرسی کو میرے پاس بلاؤ' یہ بڑے فقیہہ تھے' جب آئے تو حضرت معاویہؓ نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے اس عورت کے یہ اعضا دیکھے ہیں' یہ برہنہ تھی اب میں اسے اپنے لڑکے یزید کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تو کیا اس کے لئے یہ حلال ہے؟ حضرت ربیعہؒ نے فرمایا' امیر المومنین ایسا نہ کیجئے' یہ اس کے قابل نہیں رہی' فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو' اچھا جاؤ' عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو بلاؤ' وہ آئے وہ تو گندم گوں رنگ کے تھے' اس سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ اس لونڈی کو میں تمہیں دیتا ہوں تاکہ تمہاری اولاد سفید رنگ پیدا ہو' یہ عبداللہ بن مسعدہؓ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔ آپ نے انہیں پالا پرورش کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام سے آزاد کر دیا۔ پھر یہ حضرت معاویہؓ کے پاس چلے آئے تھے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ بہنیں اور تمہاری ساس اور تمہاری وہ پرورش کردہ لڑکیاں جو تمہاری گودیوں میں ہیں۔ تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے دخول کر چکے ہو' ہاں اگر تم نے ان سے جماع نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں' اور تمہارے صلبی سگے بیٹوں کی بیویاں اور تمہارا دو بہنوں کو جمع کرنا' ہاں جو گزر چکا سو گزر چکا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے O

کون سی عورتیں مردوں پر حرام ہیں؟ ☆☆ (آیت:۲۳) نسبی' رضاعی اور سسرالی رشتے سے جو عورتیں مرد پر حرام ہیں' ان کا بیان آیہ کریمہ میں ہو رہا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' سات عورتیں بوجہ نسب حرام ہیں اور سات بوجہ سسرال کے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جس میں بہن کی لڑکیوں تک نسبی رشتوں کا ذکر ہے۔ جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ زنا سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہو' وہ بھی اس زانی پر حرام ہے کیونکہ یہ بھی بیٹی ہے اور بیٹیاں حرام ہیں۔ یہی مذہب ابوحنیفہ'

مالک اور احمد بن حنبل کا ہے امام شافعی سے کچھ اس کی اباحت میں بھی بحث کی گئی ہے اس لئے کہ شرعاً یہ بیٹی نہیں پس جیسے کہ ورثے کے حوالے سے یہ بیٹی کے حکم سے خارج ہے اور ورثہ نہیں پاتی' اسی طرح اس آیت حرمت میں بھی وہ داخل نہیں ہے۔ واللہ اعلم (صحیح مذہب وہی ہے جس پر جمہور ہیں۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے کہ جس طرح تم پر تمہاری سگی ماں حرام ہے' اسی طرح رضاعی ماں بھی حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رضاعت بھی اسے حرام کرتی ہے جسے ولادت حرام کرتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے' رضاعت سے بھی وہ حرام ہے جو نسب سے ہے' بعض فقہا نے اس میں سے چار صورتیں' بعض نے چھ صورتیں مخصوص کی ہیں جو احکام کی فروع کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن تحقیق بات یہ ہے کہ اس میں سے کچھ بھی مخصوص نہیں۔ اس لئے کہ اسی کے مانند بعض صورتیں نسبت میں بھی پائی جاتی ہیں' اور ان صورتوں میں سے بعض صرف سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہیں لہذا احادیث پر اعتراض خارج از بحث ہے۔ والحمدللہ۔ ائمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے' بعض تو کہتے ہیں کہ تعداد معین نہیں۔ دودھ پیتے ہی حرمت ثابت ہوگئی۔ امام مالکؒ یہی فرماتے ہیں۔ ابن عمرؓ سعید بن مسیبؒ عروہ بن زبیر اور زہری رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ رضاعت یہاں عام ہے۔ بعض کہتے ہیں تین مرتبہ جب پیے تو حرمت ثابت ہوگئی' جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا' ایک مرتبہ کا چوسنا یا دو مرتبہ کا پی لینا حرام نہیں کرتا۔ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ' ابو عبیدہ' ابو ثور رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں حضرت علیؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت ام الفضلؓ' حضرت ابن زبیرؓ' سلیمان بن یسار' سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔

بعض کہتے ہیں پانچ مرتبہ کے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اس سے کم نہیں۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے قرآن میں دس مرتبہ کی دودھ پلائی پر حرمت کا حکم اترا تھا۔ پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ رہ گئے حضورؐ کے فوت ہونے تک وہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا۔ دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل کی روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت سالمؓ کو جو حضرت ابو حذیفہؓ کے مولی تھے' پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں' حضرت عائشہؓ اسی حدیث کے مطابق جس عورت کے گھر کسی کا آنا جانا دیکھتیں' اسے یہی حکم دیتیں۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا فرمان بھی یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینا معتبر ہے (مترجم کی تحقیق میں بھی راجح قول یہی ہے۔ واللہ اعلم) یہ بھی یاد رہے کہ جمہور کا مذہب یہ۔ ہے کہ یہ رضاعت دودھ چھٹنے سے پہلے یعنی دو سال کے اندر اندر کی عمر میں ہو' اس کا مفصل بیان آیت حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ کی تفسیر میں سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس رضاعت کا اثر رضاعی ماں کے خاوند تک بھی پہنچے گا یا نہیں؟ تو جمہور کا اور ائمہ اربعہ کا فرمان تو یہ ہے کہ پہنچے گا اور بعض سلف کا قول ہے کہ صرف دودھ پلانے والی تک ہی رہے گا اور رضاعی باپ تک نہیں پہنچے گا۔ اس کی تفصیل کی جگہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں نہ کہ تفسیر (صحیح قول جمہور کا ہے۔ واللہ اعلم مترجم)

پھر فرماتا ہے' ساس حرام ہے۔ جس لڑکی سے نکاح ہوا' مجرد نکاح ہونے کے سبب اس کی ماں اس پر حرام ہوگئی خواہ صحبت کرے یا نہ کرے' ہاں جس عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے اور اس کی لڑکی اس کے اگلے خاوند سے اس کے ساتھ ہے تو اگر اس سے صحبت کی تو وہ لڑکی حرام ہوگی۔ اگر مجامعت سے پہلے ہی اس عورت کو طلاق دے دی تو وہ لڑکی اس پر حرام نہیں' اسی لئے اس آیت میں یہ قید لگائی۔ بعض لوگوں نے ضمیر کو ساس اور اس کی پرورش کی ہوئی لڑکیوں دونوں کی طرف لوٹایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ساس بھی اس وقت حرام ہوتی ہے جب اس کی لڑکی سے اس کے داماد نے خلوت کی ورنہ نہیں' صرف عقد سے نہ تو عورت کی ماں حرام ہوتی ہے نہ عورت کی بیٹی' حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس

شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کیا' پھر دخول سے پہلے ہی طلاق دے دی تو وہ اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے جیسے کہ ربیبہ لڑکی سے اس کی ماں کو اسی طرح کی طلاق دینے کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی یہی منقول ہے۔ ایک اور روایت میں بھی آپ سے مروی ہے' آپ فرماتے تھے' جب وہ عورت غیر مدخولہ مر جائے اور یہ خاوند اس کی میراث لے لے تو پھر اس کی ماں کو لانا مکروہ ہے۔ ہاں اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی ہے تو اگر چاہے نکاح کر سکتا ہے' حضرت ابوبکر بن کنانہ فرماتے ہیں کہ میرا نکاح میرے باپ نے طائف کی ایک عورت سے کرایا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا باپ میرا چچا فوت ہو گیا۔ اس کی بیوی یعنی میری ساس بیوہ ہو گئی' وہ بہت مالدار تھیں' میرے باپ نے مجھے مشورہ دیا کہ اس لڑکی کو چھوڑ دوں اور اس کی ماں سے نکاح کر لوں۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا' تمہارے لئے یہ جائز ہے۔ پھر میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ جائز نہیں' میں نے اپنے والد سے ذکر کیا' انہوں نے تو امیر معاویہ کو ہی سوال کیا حضرت امیر معاویہؓ نے تحریر فرمایا کہ میں نہ تو حرام کو حلال کروں نہ حلال کو حرام تم جانو اور تمہارا کام۔ تم حالت دیکھ رہے ہو معاملہ کے تمام پہلو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں عورتیں اس کے علاوہ بھی بہت ہیں' غرض نہ اجازت دی نہ انکار کیا چنانچہ میرے باپ نے اپنا خیال اس کی ماں کی طرف سے ہٹا لیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ عورت کی لڑکی اور عورت کی ماں کا حکم ایک ہی ہے۔ اگر عورت سے دخول نہ کیا ہو تو یہ دونوں حلال ہیں لیکن اس کی اسناد میں مبہم راوی ہے' حضرت مجاہدؒ کا بھی یہی قول ہے' ابن جبیرؒ اور حضرت ابن عباسؓ بھی اسی طرف گئے ہیں' حضرت معاویہؓ نے اس میں توقف فرمایا ہے۔ شافعیوں میں سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صابونی سے بھی بقول رافعی یہی مروی ہے' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے لیکن پھر آپ نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ قبیلہ فزارہ کی شاخ قبیلہ بنو کمخ کے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر اس کی بیوہ ماں کے حسن پر فریفتہ ہوا تو حضرت ابن مسعودؓ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا مجھے اس کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں چنانچہ اس نے اس لڑکی کو طلاق دے کر اس کی ماں سے نکاح کر لیا۔ اس سے اولاد بھی ہوئی۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ مدینہ آئے اور اس مسئلہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ حلال نہیں چنانچہ آپ واپس کوفے گئے اور اس سے کہا کہ اس عورت کو الگ کر دے۔ یہ تجھ پر حرام ہے اس نے اس فرمان کی تعمیل کی اور اسے الگ کر دیا۔ جمہور علماء اس طرف ہیں۔ لڑکی تو صرف عقد نکاح سے حرام نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس کی ماں سے مباشرت نہ کی ہو ہاں ماں صرف لڑکی کے عقد نکاح ہوتے ہی حرام ہو جاتی ہے گو مباشرت نہ ہوئی ہو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے دے یا وہ عورت مر جائے تو اس کی ماں اس پر حلال نہیں۔ چونکہ مبہم ہے اس لئے اسے ناپسند فرمایا۔ حضرت ابن مسعود' عمران بن حصین' مسروق' طاؤس' عکرمہ' حسن' مکحول' ابن سیرین' قتادہ اور زہری رحمہم اللہ اجمعین سے بھی اسی طرح مروی ہے' چاروں اماموں' ساتوں فقہا اور جمہور علماء سلف و خلف کا یہی مذہب ہے' والحمدللہ۔ امام ابن جریجؒ فرماتے ہیں' ٹھیک قول انہی حضرات کا ہے جو ساس کو دونوں صورتوں میں حرام بتلاتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حرمت کے ساتھ دخول کی شرط نہیں لگائی جیسے کہ لڑکی کی ماں کے لئے یہ شرط لگائی ہے پھر اس پر اجماع ہے جو ایسی دلیل ہے کہ اس کا خلاف کرنا اس وقت جائز نہیں جبکہ اس پر اتفاق ہو اور ایک غریب حدیث میں بھی یہ مروی ہے گو اس کی سند میں کلام ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جبکہ کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے' اگر اس نے اس کی ماں سے نکاح کیا ہے' پھر ملنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی ہے تو اگر چاہے اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے' گو اس حدیث کی سند کمزور ہے لیکن اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہے جو اسکی صحت پر ایسا گواہ ہے جس کے بعد

دوسری گواہی کی ضرورت نہیں (ٹھیک مسئلہ یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

پھر فرماتا ہے تمہاری پرورش کی ہوئی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہوں' وہ بھی تم پر حرام ہیں بشرطیکہ تم نے ان سوتیلی لڑکیوں کی ماں سے صحبت کی ہو۔ جمہور کا فرمان ہے کہ خواہ گود میں پلی ہوں حرام ہیں چونکہ عموماً ایسی لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ ہی ہوتی ہیں اور اپنے سوتیلے باپوں کے ہاں ہی پرورش پاتی ہیں۔ اس لئے یہ کہہ دیا گیا ہے یہ کوئی قید نہیں جیسے اس آیت میں ہے وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا یعنی تمہاری لونڈیاں اگر پاکدامن رہنا چاہتی ہوں تو تم انہیں بدکاری پر بے بس نہ کرو۔ یہاں بھی یہ قید کہ اگر وہ پاکدامن رہنا چاہیں صرف باعتبار واقعہ کے غلبہ کے ہے۔ یہ نہیں کہ اگر وہ خود ایسی نہ ہوں تو انہیں بدکاری پر آمادہ کرو۔ اسی طرح اس آیت میں ہے کہ گود میں چاہے نہ ہوں' پھر بھی حرام ہی ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا' یا رسول اللہ آپ میری بہن ابوسفیان کی لڑکی عزہ سے نکاح کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا' کیا تم یہ چاہتی ہو؟ ام المومنین نے کہا' ہاں میں آپ کو خالی تو رکھ نہیں سکتی' پھر میں اس بھلائی میں اپنی بہن کو ہی کیوں نہ شامل کروں؟ آپ نے فرمایا' سنو مجھ پر وہ حلال نہیں' ام المومنین نے کہا' میں نے تو سنا ہے کہ آپ ابوسلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کی وہ بیٹی جو ام سلمہ سے ہے؟ کہاں ہاں۔ فرمایا اولاً تو وہ مجھ پر اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ میری ربیبہ ہے جو میرے ہاں پرورش پا رہی ہے۔ دوسری یہ کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو بھی وہ مجھ پر حرام تھیں اس لئے کہ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی میری بھتیجی ہیں۔ مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے۔ خبردار اپنی بیٹیاں اور اپنی بہنیں مجھ پر پیش نہ کرو۔ بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر میرا نکاح ام سلمہ سے نہ ہوا ہوتا تو بھی وہ مجھ پر حلال نہ تھیں یعنی صرف نکاح کو آپ نے حرمت کا اصل قرار دیا' یہی مذہب چاروں اماموں' ساتوں فقیہوں اور جمہور سلف و خلف کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ اس کے ہاں پرورش پاتی ہو تو بھی حرام ہے ورنہ نہیں۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثانؓ فرماتے ہیں' میری بیوی اولاد چھوڑ کر مر گئیں۔ مجھے ان سے بہت محبت تھی۔ اس وجہ سے ان کی موت کا مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ حضرت علیؓ سے میری اتفاقیہ ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے مغموم پا کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ میں نے واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا تجھ سے پہلے خاوند سے بھی اس کی کوئی اولاد ہے؟ میں نے کہا' ہاں ایک لڑکی ہے اور وہ طائف میں رہتی ہے۔ فرمایا' پھر اس سے نکاح کر لو۔ میں نے قرآن کریم کی آیت پڑھی کہ پھر اس کا کیا مطلب ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ تو اس وقت ہے جبکہ اس نے تیرے ہاں پرورش پائی ہو اور وہ بقول تمہارے طائف میں رہتی ہے' تیرے پاس ہے ہی نہیں گو اس کی اسناد صحیح ہے لیکن یہ قول بالکل غریب ہے' حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول بتایا ہے' ابن حزمؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی نے ہم سے کہا کہ میں نے یہ بات شیخ امام تقی الدین ابن تیمیہؒ کے سامنے پیش کی تو آپ نے اسے بہت مشکل محسوس کیا اور توقف فرمایا۔ واللہ اعلم۔ حجور سے مراد گھر ہے جیسے کہ حضرت ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ ہاں جو کنیز ملکیت میں ہو اور اس کے ساتھ اس کی لڑکی ہو۔ اس کے بارے میں حضرت عمرؓ سے سوال ہوا کہ ایک کے بعد دوسری جائز ہوگی یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا' میں اسے پسند نہیں کرتا' اس کی سند منقطع ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے ایسے ہی سوال کے جواب میں فرمایا ہے' ایک آیت سے یہ حلال معلوم ہوتی ہے' دوسری آیت سے حرام' اس لئے میں تو ایسا ہرگز نہ کروں' شیخ ابوعمر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ علماء میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ کسی کو حلال نہیں کہ کسی عورت سے پھر اس کی لڑکی سے بھی اسی ملکیت کی بناء پر وطی کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نکاح میں بھی حرام قرار دے دیا ہے۔ یہ آیت ملاحظہ ہو اور علماء کے نزدیک ملکیت احکام نکاح کے تابع ہے مگر جو روایت حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے کی جاتی ہے لیکن ائمہ فتاویٰ اور ان کے

تابعین میں سے کوئی بھی اس پر متفق نہیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' ربیبہ کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی اس طرح جس قدر نیچے یہ رشتہ چلا جائے' سب حرام ہیں' حضرت ابوالعالیہؒ سے بھی اسی طرح یہ روایت قتادہ سے مروی ہے۔ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ سے مراد حضرت ابن عباسؓ تو فرماتے ہیں' ان سے نکاح کرنا ہے' حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ وہ رخصت کر دیئے جائیں' کپڑا ہٹا دیا جائے۔ چھیڑ ہو جائے اور ارادے سے مرد بیٹھ جائے۔ ابن جریجؒ نے سوال کیا کہ اگر یہ کام عورت ہی کے گھر میں ہوا ہو' فرمایا وہاں یہاں دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ ایسا اگر ہو گیا تو اس کی لڑکی اس پر حرام ہو گئی۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ صرف خلوت اور تنہائی ہو جانے سے اس کی لڑکی کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر مباشرت کرنے اور ہاتھ لگانے سے اور شہوت سے اس کے عضو کی طرف دیکھنے سے پہلے ہی طلاق دے دی ہے تو تمام کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لڑکی اس پر حرام نہ ہو گی تاوقتیکہ یہ کہ جماع نہ ہوا ہو۔ پھر فرمایا تمہاری بہوئیں بھی تم پر حرام ہیں جو تمہاری اولاد کی بیویاں ہوں یعنی لے پالک لڑکوں کی بیویاں حرام نہیں' ہاں سگے لڑکے کی بیوی یعنی بہو اپنے سسر پر حرام ہے جیسے اور جگہ ہے فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ الخ' یعنی جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے' حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زید کی بیوی سے نکاح کر لیا تو مکہ کے مشرکوں نے کائیں کائیں شروع کر دی' اس پر یہ آیت اور آیت وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ اور آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ نازل ہوئیں یعنی بے شک صلبی لڑکے کی بیوی حرام ہے۔ تمہارے لے پالک لڑکے شرعاً تمہاری اولاد کے حکم میں نہیں۔ آنحضرت ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں' حسن بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں مبہم ہیں جیسے تمہارے لڑکوں کی بیویاں' تمہاری ساسیں۔ حضرت طاؤس' ابراہیم زہری اور مکحول رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ میرے خیال میں مبہم سے مراد عام ہیں یعنی مدخول بہا اور غیر مدخول دونوں ہی شامل ہیں اور صرف نکاح کرتے ہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ رضاعی بیٹے کی حرمت کیسے ثابت ہو گی کیونکہ آیت میں تو صلبی بیٹے کا ذکر ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ حرمت آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا رضاعت' سے وہ حرام ہے جو نسبت سے حرام ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ رضاعی بیٹے کی بیوی بھی حرام ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا بھی تم پر حرام ہے۔ اسی طرح ملکیت کی لونڈیوں کا حکم ہے کہ دو بہنوں سے ایک ہی وقت وطی حرام ہے مگر جاہلیت کے زمانہ میں جو ہو چکا' اس سے ہم درگزر کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اب یہ کام آئندہ کسی وقت جائز نہیں جیسے اور جگہ ہے لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى [1] یعنی وہاں موت نہیں آئے گی۔ ہاں پہلی موت جو آنی تھی سو آ چکی تو معلوم ہوا کہ اب آئندہ کبھی موت نہیں آئے گی۔ صحابہ' تابعین' ائمہ اور سلف و خلف کے علماء کرام کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا۔ حضرت فیروزؓ فرماتے ہیں' میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں۔ پس آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو (مسند احمد) ابن ماجہ' ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے' ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' ان میں سے جسے چاہو ایک کو رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو۔ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں۔ ابن ماجہ میں ابوخراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے' ممکن ہے کہ ضحاک بن فیروز کی کنیت ابوخراش ہو اور یہ

واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے۔

حضرت دیلمی نے رسول مقبول ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ نے فرمایا' ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی سے مراد ضحاک بن فیروز ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ' یہ یمن کے ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے اسود عنسی متنبی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں سگی بہنیں ہوں' ایک ساتھ جمع کرنا' ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے۔ اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور لونڈیوں پر مشتمل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا۔ سائل نے کہا قرآن میں جو ہے اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا' تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے۔ جمہور کا قول بھی یہی مشہور ہے اور ائمہ اربعہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے' دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا ہوں۔ سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابیؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا' انہوں نے فرمایا' اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرتناک سزا دیتا' حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں' میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً علیؓ تھے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

استذکار ابن عبدالبر میں ہے کہ اس واقعہ کے راوی قبیصہ بن ذویب نے حضرت علیؓ کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا۔ حضرت الیاس بن عامرؒ کہتے ہیں' میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سوال کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں' دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں' ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے' اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمایئے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپؓ نے فرمایا۔ پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو۔ اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرا دوں' پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا' دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے' وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آ جائے گی اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا' سنو آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت و حرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں۔ ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں (اس کے بعد تفسیر ابن کثیر کے اصل عربی نسخے میں کچھ عبارت چھوٹی ہوئی ہے۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبارت یوں ہوں گی کہ یہ روایت ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص مشرق سے یا مغرب سے صرف اس روایت کو سننے کے لئے سفر کر کے آئے اور سن کے جائے تو بھی اس کا سفر اس کے لئے سودمند رہے گا اور اس نے گویا بہت سستے داموں بیش بہا چیز حاصل کی۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

یہ یاد رہے کہ حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے جس طرح حضرت عثمانؓ سے مروی ہے چنانچہ ابن مردویہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا' دو لونڈیوں کو جو آپس میں بہنیں ہوں' ایک ہی وقت جمع کر کے ان سے مباشرت کرنا ایک آیت سے حرام ہوتا ہے اور دوسری سے حلال' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' لونڈیاں مجھ پر میری قرابت کی وجہ سے جو ان سے ہے بعض اور لونڈیوں کو حرام کر دیتی ہیں لیکن انہیں خود آپس میں جو قرابت ہو اس سے مجھ پر حرام نہیں ہوتیں' جاہلیت والے بھی ان عورتوں کو حرام سمجھتے تھے جنہیں تم حرام سمجھتے ہو مگر اپنے باپ کی بیوی کو جو

ان کی سگی ماں نہ ہو اور دو بہنوں کو ایک ساتھ ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا وہ حرام نہیں سمجھتے تھے لیکن اسلام نے آ کر ان دونوں کو بھی حرام قرار دیا۔ اس وجہ سے ان دونوں کی حرمت کے بیان کے ساتھ ہی فرما دیا کہ جو نکاح ہو چکے وہ ہو چکے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آزاد عورتیں حرام ہیں وہی لونڈیاں بھی حرام ہیں ہاں تعداد میں حکم ایک نہیں یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے۔ لونڈیوں کے لئے یہ حد نہیں حضرت شعبی بھی یہی فرماتے ہیں۔ ابو عمرؒ فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں جو فرمایا ہے وہی سلف کی ایک جماعت بھی کہتی ہے جن میں سے حضرت ابن عباسؓ بھی ہیں لیکن اولاً تو اس کی نقل میں خود انہی حضرات سے بہت کچھ اختلاف ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس قول کی طرف سمجھدار پختہ کار علماء کرام نے مطلقاً توجہ نہیں فرمائی اور نہ اسے قبول کیا حجاز عراق شام بلکہ مشرق و مغرب کے تمام فقہا اس کے مخالف ہیں سوائے ان چند کے جنہوں نے الفاظ کو دیکھ کر سوچ سمجھ اور غور و خوض کئے بغیر ان سے علیحدگی اختیار کی ہے اور اس اجماع کی مخالفت کی ہے۔ کامل علم والوں اور سچی سمجھ بوجھ والوں کا تو اتفاق ہے کہ دو بہنوں کو جس طرح نکاح میں جمع نہیں کر سکتے دو لونڈیوں کو بھی جو آپس میں بہنیں ہوں بہ وجہ ملکیت کے ایک ساتھ نکاح میں نہیں لا سکتے اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس آیت میں ماں بیٹی بہن وغیرہ حرام کی گئی ہیں۔ ان سے جس طرح نکاح حرام ہے اسی طرح اگر یہ لونڈیاں بن کر ماتحتی میں ہوں تو بھی جنسی اختلاط حرام ہے غرض نکاح اور ملکیت کے بعد کی دونوں حالتوں میں یہ سب کی سب برابر ہیں نہ ان سے نکاح کر کے میل جول حلال نہ ملکیت کے بعد میل جول حلال۔ اسی طرح ٹھیک یہی حکم ہے کہ دو بہنوں کے جمع کرنے ساس اور دوسرے خاوند سے اپنی عورت کی لڑکی ہو اس کے بارے میں خود ان کے جمہور کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی دلیل ان چند مخالفین پر پوری سند اور کامل حجت ہے اور الغرض دو بہنوں کو ایک وقت نکاح میں رکھنا بھی حرام اور دو بہنوں کو بطور لونڈی کہہ کر ان سے ملنا جلنا بھی حرام۔